تذکرہ

صاحب مبارک رحمۃ اللہ علیہ
و
گل آبا صاحب مبارک رحمۃ اللہ علیہ

کربوغہ شریف

بندگان باصفا جو کل بھی تھے یا آج ہیں
حق یہی ہے سب کے سب اللہ کے محتاج ہیں

من تالیفات

حضرت علامہ مفتی بشیر احمد دامت برکاتہم ابن صاحبزادہ حاجی سلطان
محمد صاحبؒ
کربوغہ شریف۔ ضلع ہنگو

CamScanner

روضہ محمد عمر شاہ صاحب عرف صاحب مبارک، فضل حق صاحب عرف گل آبا صاحب و عصام الدین صاحب کربوغہ شریف

جامع مسجد صاحب مبارکؒ کربوغہ شریف کا مرکزی درو

جامع مسجد صاحب مبارکؒ کربوغہ شریف (تصویر میں پانی کے دو تالاب بھی نظر آرہے ہیں)

CamScanner

جامع مسجد صاحب مبارکؒ کربوغہ شریف میں اہلیان کربوغہ شریف نماز عید ادا کر رہے ہیں

تذکرہ

صاحب مبارک

رحمۃ اللہ علیہ

و

گل آبا صاحب

رحمۃ اللہ علیہ

کربوغہ شریف

بندگان باصفا جو کل بھی تھے یا آج ہیں
حق یہی ہے سب کے سب اللہ کے محتاج ہیں

من تالیفات

حضرت علامہ مفتی بشیر احمد دامت برکاتہم ابن صاحبزادہ حاجی

سلطان محمد صاحبؒ

کربوغہ شریف۔ ضلع ہنگو

CamScanner

نام کتاب .... تذکرۂ صاحب مبارکؒ وگل آبا صاحبؒ (کربوغہ شریف)

تالیف .... حضرت علامہ بشیر احمد ابن صاحبزادہ حاجی سلطان محمد صاحب

فون نمبر:0301-8151992

المصمم علی الکمپیوتر ....محمد اسلم ولد اشرف احمد سید (کربوغہ شریف)

اشاعت اول .... رمضان المبارک ۱۴۰۶ھ

اشاعت ثانی .... رمضان المبارک ۱۴۱۶ھ

اشاعت ثالث .... رمضان المبارک ۱۴۲۷ھ

اشاعت رابع .... رمضان المبارک ۱۴۳۹ھ

اشاعت خامس .... ربیع الاول ۱۴۴۱ھ

اشاعت خامس کی خصوصیات

- بعض مبہم و مجمل عبارتوں کی تشریح حاشیہ میں کی گئی ہے۔ بعض جگہوں میں تکرار وزوائد کو حزف کیا گیا اور قران مجید کے آیتوں کے ساتھ سورت اور آیت نمبر لکھ دیا گیا۔
- بعض جگہوں میں کتاب کی صفحہ وجلد رہ گیا تھا وہ بھی لکھ دیا گیا۔
- طبع اول تا رابع میں جو اغلاط تھے تحقیق کے بعد حتی الوسع ان کی اصلاح کی گئی ہے
- گل آبا صاحبؒ کے کرامات کے کچھ واقعات کا اضافہ کیا گیا ہے۔

فہرست مضامین

صفحہ نمبر		نمبر شمار
۱	خطبہ کتاب وسبب تالیف	۱
۳	زہے مقدر!!	۲
۴	ولی اللہ کے معنی از بزرگان دین	۳
۶	ولی اللہ کی پہچان	۴
۷	ولی اللہ کے معنی از تفاسیر	۵
۱۱	بزرگوں کے ساتھ تعلق ومحبت مفید ہے	۶
۱۲	اللہ تعالیٰ نے اولیاء اللہ کو بڑی شان عطاء فرمائی ہے	۷
۱۴	کرامت ولی کامل	۸
۱۷	صاحب مبارکؒ کا اسم محضہ اور ابتدائی تعلیم	۹
۱۸	حصول تعلیم	۱۰
۱۸	صاحب مبارک کے بچپن کے حالات	۱۱
۲۰	صاحب مبارکؒ کے بچپن کی کرامات	۱۲
۲۱	صاحب مبارکؒ کا شجرۂ نسب	۱۳
۲۳	صاحب مبارکؒ کے نکاح واولاد	۱۴
۲۶	نقشہ شجرۂ نسب صاحب مبارک واولا صاحب مبارک رحمہ اللہ	۱۵
۲۷	صاحب مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادگان اور ان کے اولاد	۱۶
۲۹	صاحب مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی طریقت	۱۷

CamScanner

فہرست مضامین

نمبر شمار		صفحہ نمبر
۱۸	صاحب مُبارکؒ کا شجرۂ طریقت	۳۱
۱۹	صاحب مبارک کی خوراک ولباس	۳۲
۲۰	سبب قیام کربوغہ	۳۳
۲۱	صاحب مبارکؒ کی امر بالمعروف ونہی عن المنکر واصلاحی کارروائیاں	۳۴
۲۲	صاحب مبارکؒ کی دینی خدمات	۳۷
۲۳	ناجائز شہادت کے متعلق صاحب مبارکؒ کی مُصلحانہ کارروائی	۴۲
۲۴	قرآن مجید کی بے حرمتی پر ایک ہندو کے جلاوطنی	۴۲
۲۵	ترناو عیسیٰ خیل میں ہندو محلّہ وبازار کو جلانا	۴۳
۲۶	صاحب مبارکؒ کو بادشاہی تحائف سے محبت نہ تھی	۴۷
۲۷	صاحب مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا لنگر میں خود خدمت کرنا	۴۸
۲۸	صاحب مبارکؒ کی دینی غیرت کا ایک واقعہ	۴۹
۲۹	جب کبھی بھی حکومت کو مشکلات پیش آتے تو صاحب مبارکؒ کے مشورے اور سہارے پر حل نکالتے (عجب خان آفریدی کا واقعہ)............	۵۱
۳۰	صاحب مبارکؒ کا ایک اور عجیب واقعہ	۵۶
۳۱	صاحب مبارکؒ کے مخالف شریعت لوگوں کیساتھ مناظرے	۶۲
	شیعہ لوگوں سے سنی عورتوں کی واپسی صاحب مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا کارنامہ.	۶۶

فہرست مضامین

صفحہ نمبر		نمبر شمار
	گل آبا صاحبؒ نے صاحب مبارکؒ کے متعلق فارسی زبان میں چند اشعار	۳۲
۷۴	لکھے ہیں جو کہ اُن کی قبر کے کتبے پر بھی مرقوم ہیں	۳۳
۷۵	رحمت گل شاعر کربوغہ والے نے بھی صاحب مبارک کے متعلق چند اشعار بنائے ہیں............	۳۴
۷۶	صاحب مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے دینی غیرت کا ایک واقعہ	۳۵
۷۸	صاحب مبارکؒ کے متعلق ایک انگریز کا تبصرہ	۳۶
۸۲	صاحب مبارک رحمہ اللہ کی ایک منامی بشارت	۳۷
۸۴	صاحب مبارک رحمہ اللہ کے خلفاء	۳۸
۹۰	صاحب مبارک کے خلیفہ اجل حضرت مولانا الیاس صاحب کا ایک اور واقعہ	۳۹
۹۷	صاحب مبارک کی ورع واحتیاط	۴۰
۹۹	صاحب مبارک رحمہ اللہ کے بارے میں ایک عالم دین کا مراسلہ	۴۱
۱۰۰	صاحب مبارکؒ کا مسلمانوں کے مابین صلح ظاہری	۴۲
۱۰۱	صاحب مبارکؒ کا غایت احتیاط	۴۳
۱۰۱	صاحب مبارکؒ کے ذکر واذکار و بیعت کرانا	۴۴
۱۰۳	صاحب مبارکؒ کا ایک خط	۴۵
۱۰۹	صاحب مبارکؒ کی توثق وتوکل باللہ کا ایک واقعہ	۴۶
۱۱۱	صاحب مبارکؒ عامل بالسنۃ تھے	۴۷

CamScanner

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۴۸	صاحب مبارکؒ کا مخالف سنت آدمی کو دیکھ کر سخت ناراض ہونا	۱۱۳
۴۹	صاحب مبارکؒ کی وفات	۱۱۵
۵۰	صاحب مبارکؒ کی کرامات	۱۱۷
۵۱	بددعا کے متعلق خدشہ اور اس کا جواب	۱۵۷
۵۲	تذکرۂ مولانا فضل حق صاحب رحمہ اللہ عرف گل آبا صاحب رحمہ اللہ	۱۶۱
۵۳	گل اباؒ صاحب مبارکؒ کے سچے جانشین	۱۶۳
۵۴	قیام پاکستان میں گل آبا صاحب رحمہ اللہ کا کردار اور مسلم لیگ میں سبب شمولیت	۱۶۷
۵۵	کشمیر کے جہاد میں گل آبا صاحبؒ کا کردار	۱۷۶
۵۶	گل آبا صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک ماہر حکیم اور طبیب وقت بھی تھے	۱۸۷
۵۷	گل آبا صاحبؒ مزارات اولیاء پر حاضری دیتے	۱۹۰
۵۸	گل آبا صاحبؒ کی خلافت	۱۹۰
۵۹	گل آبا صاحب رحمہ اللہ کے مشہور خلفاء	۱۹۳
۶۰	گل آبا صاحب رحمہ اللہ کی وفات اور مرض موت میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا	
۶۱	شرف دیدار	۱۹۵
۶۲	گل آبا صاحب کا اپنے فرزند کو خلافت	۱۹۶
۶۳	عجیب وغریب کرامت	۱۹۶
۶۴	گل آبا صاحبؒ کی تاریخ وفات	۱۹۸
۶۵	گل آبا صاحبؒ شعرائے وقت کی نظر میں	۱۹۹
۶۶	گل آبا صاحبؒ کی کرامات	۲۰۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العٰلمین ؐ الذی جعلنا من امۃ حبیبہ سید المرسلین ؐ ومن حملۃ کتابہ القرآن العظیم . اللھم صل علی محمد وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم ، نسئلک التوفیق لنقتفی آثار سلفنا الصالحین ؐ الذین بذلوا ارواحھم و اموالھم واتضحوا بکل ما یملکون من قوۃ و علم و نباھۃ فکر لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا وکلمۃ الذین کفروا السفلیٰ .لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم .

خطبہ کتاب وسبب تالیف

برادران اسلام کی خدمت میں مؤدبانہ التماس ہے کہ باوجود کم علمی و بے ہمتی مجھے یہ شوق پیدا ہوا کہ جدامجد حضرت اقدس مولانا محمد عمر شاہ المعروف ''صاحب مبارکؒ '' کے حالات کا کچھ تذکرہ لکھوں اگرچہ اکثر اولیاء اللہ کی سوانح حیات وکرامات کے بارے میں کچھ نہ کچھ چھپ چکا ہے، لیکن ہمارے اکابر حضرات عنوان تحریر سے محروم تھے اگرچہ محافل ومجالس انہیں کے ذکر خیر کے فیض سے مالامال تھے۔

مجدد الممات غوث زمان صاحب مبارکؒ (۱) قدس سرہٗ سرزمین سرحد کی اُن یگانۂ روزگار اور عظیم ترین اولیاء وبزرگ ہستیوں میں سے ہیں جن کی نظیر تاریخ میں خال خال

(۱) صاحب مبارکؒ کو تمام اطراف سے ناجائز کاموں کو روکنے کے لئے مدد طلب کی جاتی تھی، پھر صاحب ان پر غور فرماتے۔ اس واسطے علماء کرام نے ان کو غوث الزمان کے لقب سے نوازا۔ منہ

ملتی ہے۔ آپ کی سیرت وسوانح پر قلم آزمائی کرنا میرے لئے کوئی آسان کام نہ تھا، خصوصاً جبکہ صاحب مبارک رحمہ اللہ کو غایت تواضع وتقویٰ کے لحاظ سے اس چیز کا شوق بالکل نہ تھا کہ ان کی سوانح عمری وکرامات کا کچھ تذکرہ کیا جائے ورنہ پھر آپؒ کے تذکرہ کیلئے ایک مکمل دفتر بھی ناکافی تھا لیکن میں نے سوچا کہ اپنے حالات کا تذکرہ اپنے زمانہ میں نہ لکھوانا غایت عاجزی پر مبنی تھا۔ اگر ہم بھی آپ کے نقش قدم پر چلیں تو نتیـــجۃً بلاشبہ مسلمان ایک بڑی خیر وبرکت اور غیرتی کارناموں سے بےخبر رہ جائیں گے۔ اس چیز نے میری مردہ قوت میں روح پھونکی اور مجھ میں لکھنے کا حوصلہ پیدا ہوا۔ لیکن افسوس صد افسوس کہ جن مضامین کی جستجو تھی وہ نہ ملے ۔ کیونکہ صاحب مبارکؒ کے صاحبزادگان جناب عبد الحق صاحب، جناب عصام الدین صاحب، جناب فضل حق صاحب ، جناب قاضی صاحب ، جناب فضل منان صاحب وغیرہم اور وہ ہوشمند حضرات جو صاحب مبارکؒ اور اُن کی اولاد کے رفیق سفر وحضر تھے جنہیں آپ کے حالات کا علم تھا، وہ آپ کی سوانح عمری سے خوب واقف تھے وہ آج زمین کے تحتانی طبقے میں آرام فرما ہیں (طاب اللہ ثراھم)۔

علاوہ ازیں صاحب مبارک کا دامن طریقت بڑا وسیع ہے۔ میں خود گونا گوں مصروفیات کی وجہ سے ہر جگہ حاضری نہیں دے سکا اور صاحب مبارکؒ کی وفات کو تقریباً ساٹھ سال گزر چکے ہیں۔ اتنے سابقہ حالات کا جمع کرنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ لہٰذا کافی حالات نہ مل سکے لیکن جو کچھ صحیح ذرائع سے اس حقیر کو حاصل ہوا وہ قارئین کیلئے پیش خدمت ہے۔

حق تعالیٰ وجل شانہ کے خاص مقبول ومحبوب بندوں کی سیرت وسوانح کئی لحاظ سے اہمیت رکھتی ہیں اور ان کے احوال وسوانح اُن کی صحبت کا بدل ہے اور جو لمحات اُن کے تذکرہ میں گزرے وہ گویا اُن کی صحبت وہم نشینی میں گزرتے ہیں۔ جس طرح کسی مصنف کی کتاب کا

مطالعہ اس کی صحبت کا قائم مقام ہے جس سے مصنف کے قلبی جذبات واحساسات قاری کی طرف شعوری و غیر شعوری طور پر منتقل ہوتے ہیں اسی طرح کسی کی سیرت وسوانح کے مطالعہ سے ہی صاحب سیرت کی قلبی کیفیات قاری کی طرف منتقل ہوتے ہیں۔حق تعالیٰ وجل شانہ کی عنایات خاصہ چونکہ اُن اکابرین کے شامل حال ہوتی ہیں اس لئے اُن کا ذکر خیر رحمت خداوندی کے نزول کا سبب ہے، چنانچہ بزرگوں کا ارشاد ہے: "عند ذکر الصالحین تنزل الرحمة" یعنی صالحین کے ذکر خیر کے وقت رحمت کا نزول ہوتا ہے۔اس لئے عنایات خداوندی ان لوگوں کی طرف بھی متوجہ ہو جاتی ہیں جو تعلق ومحبت سے کسی مقبول ومحبوب بندے کا ذکر خیر کرتے ہیں۔ "هم قوم لا يشقى بهم جليسهم"

چنانچہ ان کے صبر و استقامت ،اخلاص ،للّٰہیت ،غیرت اور توکل کے حالات وواقعات شاہراہ انسانیت کی روشن قندیلیں ہیں جن کی روشنی سے انسانیت کے گم گشتہ قافلے راہ پاتے ہیں۔ان کا نقش قدم آئندہ نسلوں کیلئے جادۂ منزل بن جاتا ہے اور قافلہ انسانیت ان کی اختیار کردہ راہ پر چل کر فلاح وکامرانی کی منزل پالیتا ہے۔

زہے مقدر!!

مجھ ناچیز کو اپنی قسمت پر ناز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صاحب مبارک کی کثیر اولادمیں سے اس تالیف کا قرعہ (فال) مجھ جیسے حقیر کے نام پر نکالا اور آپ کی سوانح حیات وکرامات پر قلم اٹھانا نصیب فرمایا یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔

ایک دفعہ ایام بچپن میں صاحب مبارک رحمہ اللہ کو میں نے خواب میں دیکھا کہ مزار میں بیٹھے ہوئے لا الہ الا اللہ کا ورد کر رہے ہیں۔جب دیکھا تو صاحب مبارک کے نفس قدسیہ کی نظر چشم میری طرف متوجہ ہوئی جب میری نظر آپ کی نگاہوں سے ٹکرا گئیں تو از روئے

رعب وخوف میرا قدم نہ اُٹھ سکا، میں انہیں کی نگاہ کرم سے اس میدان تالیف میں چل سکا ورنہ میں اس کام کے قابل ہرگز نہ تھا۔ اللہ جل شانہ اس ابر رحمت وآفتاب ولایت ومعرفت کو ہمیشہ کے لئے سایہ فگن وجلوہ اراء رکھے۔ امین۔ ویرحم اللہ عبدا قال امینا۔

ولی اللہ کے معنی از قرآن مجید و بزرگان دین

خالق کائنات کا ارشاد گرامی ہے:

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ० الذین آمنوا وکانوا یتقون ० لھم البشریٰ فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ ط لا تبدیل لکلمت اللہ ط ذالک ھو الفوز العظیم . سورۃ یونس آیت نمبر ۶۲ - ۶۳

(ترجمہ) سنو! بے شک اولیاء اللہ کو نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے رہے۔ انہیں کیلئے بشارت ہے دنیوی زندگی میں اور آخرت میں بھی۔ نہیں بدلتی اللہ تعالیٰ کی باتیں۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔

۞ حضرت علامہ الوسیؒ لکھتے ہیں:۔

" والایۃ ظاھرۃ فی ان الاولیاء ھم المؤمنون المتقون و اقل ما یکفی فی اطلاق الولی التقرب الیہ جل شانہ بالفرائض من امتثال الاوامر واجتناب الزواجر والاکمل التقرب الیہ جل شانہ بکل ما یمکن من القرب "

(روح المعانی صفحہ ۱۳۱ ج ۱۱)

(ترجمہ) آیت اس میں ظاہر ہے کہ مومنین متقین ہی اللہ تعالیٰ کے اولیاء ہیں اور کم سے کم جس پر ولی کا اطلاق ہوتا ہے وہی ہے کہ فرائض کی تعمیل حکم اور منہیات سے بچنے کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرے اور کامل "ولی" وہ ہے کہ ہر ممکن ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کا

CamScanner

قرب حاصل کرتا ہے''۔

اور صفحہ ۱۵۷ ج ۱۱ باب اشارات میں لکھتے ہیں :۔ ''پس ولی اللہ وہ ہے جو کامل متقی ہو''۔

اور فتوحات مکیہ میں لکھا ہے :۔

''ولی اللہ وہ ہے جو کہ اللہ کا دوست ہو اور ان کے ساتھ ان چار دشمنوں یعنی (۱) نفس (۲) خواہشات نفسانی (۳) شیطان (۴) و دنیا کے مقام مجاہدہ میں اللہ تعالیٰ کی اعانت شامل حال ہو''۔

پھر لکھتے ہیں :۔

''وفیھا تقسیم الاولیاء عدۃ اقسام : منھا الا قطاب والاوتاد والابدال والنقباء والنجباء '' (ترجمہ) ''اور اس باب میں اولیاء کی مختلف قسمیں ہیں۔ بعض اقطاب، اوتاد، ابدال، نقباء، ونجباء ہیں''۔ پھر لکھتے ہیں :۔'' والحق مع المثبتین وانا والحمد للہ تعالیٰ منھم ''

(ترجمہ) یعنی ان اقسام کے اثبات کرنے والے حق وصواب پر ہیں اور میں الحمد للہ ان میں سے ہوں''۔

اور صفحہ ۱۵۸ ج ۱۱ میں لکھتے ہیں :۔'' ولا یشترط فیہ صدور کرامۃ علی یدہ کما یشترط فی الرسول صدور معجزتہ ''۔

(ترجمہ) ولی کی ولایت کیلئے کرامت کا صادر ہونا شرط نہیں جیسا کہ رسول کی رسالت کیلئے معجزہ کا صادر ہونا شرط ہے۔ اور کرامت کے متعلق بحث دوسری جگہ آئے گی۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

✿ حضرت مولانا سعد الدین تفتازانی ؒ شرح العقائد میں لکھتے ہیں :۔

'' الولی ھو العارف باللہ وصفاتہ حسب ما یمکن ''. یعنی ''ولی اس شخص کو کہتے

ہیں جس کو اپنے امکان کے موافق خدا کی ذات اور صفات کی معرفت حاصل ہو۔ اپنے امکان کے موافق کہہ کر اولیاء اللہ کے تفاوت مراتب کی طرف اشارہ کیا پھر آگے فرمایا:۔

" المواظب علی الطاعات المجتنب عن المعاصی المعرض عن الانھماک فی اللذات والشھوات " (ترجمہ) جو خدا کی عبادت میں ہمیشہ مشغول رہتا ہو، گناہوں سے محترز اور لذات اور شہوات مباحہ میں مگن ہو جانے سے کنارہ کش ہو۔

حضرت سہیل قدس سرہ کا قول ہے۔ کہ "ولی "اس شخص کا خطاب ہوسکتا ہے جس کے تمام افعال سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق ہو،،۔

ایک اور بزرگ فرماتے ہیں:۔ ولی کی تین علامتیں ہیں۔ شغله با لله: ہروقت خداپاک کے ساتھ مشغول رہنا۔ فراره الی الله: تمام باطل کو چھوڑ کر خدائے پاک کی طرف بھاگنا ھمته الی الله: تمام باطل کو چھوڑ کر خدائے پاک کی طرف متوجہ ہونا۔ دوسرے لفظوں میں اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی تمام تر ہمت مفید کاموں کے کرنے اور مضر باتوں سے محترز رہنے پر محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے مبذول ہو۔(ولایت وکرامت ص ٢١)

بعض نے کہا کہ" ولی اللہ" وہ ہے جو دنیا سے بے پرواہ ہو کر فکر مولیٰ میں مشغول ہو۔

متکلمین فرماتے ہیں کہ ولی وہ ہے جو سچا اعتقاد رکھے اور اعمال شریعت کے مطابق کرے

اور حدیث شریف میں ہے کہ ولی وہ ہے جو اللہ کیلئے محبت وعداوت رکھے۔

ولی اللہ کی پہچان

پس معلوم ہوا کہ اولیائے کرام کے مراتب مختلف ہیں۔ اس لئے ان کی شانیں جدا جدا ہیں۔ سب میں ایک ہی علامت تلاش کرنا غلط ہے۔ اس لئے شیخ ابوالعباس فرماتے ہیں کہ ولی کی پہچان مشکل ہے۔ بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں کہ اولیاء کرام رحمت الٰہی کی دلہنیں ہیں۔ جس

تک سوائے اس کے محرم کے کسی کی رسائی نہیں اس لیے کہا گیا۔ کہ ولی را ولی می شناسد۔

انما یعرف ذا الفضل من الناس ذ ووہ

(ترجمہ): ولی کی پہچان ولی ہی کرسکتا ہے۔ ولی کی بہترین اور معتمد علیہ تعریف یہ ہے، کہ وہ شریعت وسنت کے تابع ہو۔

ولی اللہ کے معنی از تفاسیر

اس سلسلے میں تفسیر معارف القرآن وضیاء القرآن کا خلاصہ ہدیہ ناظرین کیلئے پیش کرتا ہوں، اُمید ہے کہ فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

"ولی" عربی زبان میں قریب کے معنیٰ میں بھی آتا ہے اور محبّ ودوست ومددگار کے معنیٰ میں بھی۔ اللہ تعالیٰ کے قرب ومحبت کا ایک عام درجہ تو ایسا ہے کہ اس سے دنیا کا کوئی انسان وحیوان بلکہ کوئی چیز بھی مستثنیٰ نہیں۔ تمام عالم کے وجود کی اصلی علت وہی خاص رابطہ ہے جو اس کو حق تعالیٰ سے حاصل ہے۔ گو اس رابطہ کی حقیقت کو نہ کسی نے سمجھا اور نہ کوئی سمجھ سکتا ہے مگر ایک بے کیف رابطہ کا ہونا یقینی ہے۔ دوسرا قرب وہ ہے جو صرف خاص بندوں کو میسر ہے اسے قرب محبت کہتے ہیں۔ جن لوگوں کو یہ قرب خاص حاصل ہو وہ اولیاء اللہ کہلاتے ہیں جیسا کہ ایک حدیث قدسی میں ہے: لا یزال العبد یتقرب الیّ بالنوافل حتیٰ احببته فاذا احببته کنت سمعه الذی یسمع به و بصره الذی یبصر به

(رواہ البخاری عن ابی ہریرۃؓ)

اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے کہ میرا بندہ نفلی عبادت سے میرے قریب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہو اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو پھر میں ہی اس کے کان ہو جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اور میں ہی اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا

ہے۔

مطلب اس کا یہ ہے کہ اس کی کوئی حرکت وسکون اور کوئی کام اللہ تعالیٰ کی رضا کے خلاف نہیں ہوتا اور اس ولایت خاصہ کے درجات بے شمار و غیر متناہی ہیں۔ اسکا اعلیٰ درجہ انبیاء علیہم السلام کا حصہ ہے کیونکہ ہر نبی کا ولی اللہ ہونا لازمی ہے اور اس قرب محبت کا سب سے بلند اور ارفع مقام وہ ہے جس پر محبوب رب العلمین صلی اللہ علیہ وسلم فائز ہیں۔ چنانچہ قاضی علامہ ثناء اللہ پانی پتیؒ تحریر فرماتے ہیں: و اعلیٰ درجا ته نصيب الانبياء ونصيب سيد نا محمد صلى الله عليه و سلم و له صلى الله عليه وسلم تر قيا ت لا تتنا هى الى ابد الا بد ين۔(تفسیر مظہری ص۳۸ ج ۵)

اور ادنیٰ درجہ ولایت کا یہ ہے جس کو صوفیائے کرام کی اصطلاح میں فناء فی اللہ کا مقام کہتے ہیں: الولى فى اصطلاح الصو فية من كان قلبه مستغرقا فى ذكر الله يسبحون الليل والنهار لا يفتر ون ممتليا بحب الله تعا لى لايسمع فيه غيره ولو كا نوا آباء هم او ابنا ء هم او اخوانهم او عشير تهم فلا يحب احدا الا لِلّه ولا يبغض الا لِلّه الخ...(تفسیر مظہری ص۳۸ ج ۵)

(ترجمہ)۔ ولی اس کو کہتے ہیں جس کا دل ذکر الٰہی میں مستغرق رہے۔ شب وروز تسبیح وتہلیل میں مصروف ہو، اس کا دل محبت الٰہی سے لبریز ہو اور کسی غیر کی وہاں گنجائش تک نہ ہو اور کسی سے محبت کرتا ہے تو اللہ ہی کیلئے۔ اور اگر کسی سے نفرت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ہی کیلئے۔ یعنی اس کے حب وبغض اور محبت وعداوت میں اپنی ذات کا کوئی حصہ نہیں ہوتا جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کا ظاہر وباطن اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں مشغول رہتا ہے۔ اور وہ ہر ایسی چیز سے پرہیز کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناپسند ہو۔ اس حالت کی علامت ہے کثرت ذکر اور

دوام اطاعت یعنی اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرنا اور ہمیشہ ہر حال میں اس کے احکام کی اطاعت کرنا۔ یہ دو اوصاف جس شخص میں موجود ہو وہ ولی اللہ کہلاتا ہے۔ جس میں ان دونوں میں سے کوئی ایک بھی نہ ہو وہ اس فہرست میں داخل نہیں۔ پھر جس میں یہ دونوں موجود ہو اس کے درجات ادنیٰ واعلیٰ کی کوئی حد نہیں۔ انہیں درجات کے اعتبار سے اولیاء اللہ کے درجات متفاضل اور کم وبیش ہوتے ہیں چنانچہ آئمہ حدیث حضرت مالک رحمۃ اللہ علیہ، احمد طبرانی وغیرھم نے حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت کی ہے:

قال سمعت رسول ا للہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول وجبت محبتی للمتحابین فیّ والمتجالسین فیّ والمتزاورین فیّ والمتباذلین فیّ

یعنی میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان لوگوں سے میں ضرور محبت کرتا ہوں جو آپس میں میری وجہ سے پیار ومحبت کرتے ہیں میری رضاجوئی کے لیے آپس میں بیٹھتے ہیں میرے لیے ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں اور میرے ہی خوشنودی کے لیے خرچ کرتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان خصوصیات وعلامات کا ذکر فرمایا، جن سے ان مخزن خیرات وبرکات ہستیوں کو پہچانا جاسکتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: من اولیاء اللہ ؟ یعنی اولیاء اللہ کون ہیں؟ فرمایا: '' الذین اذا رء وا ذکر اللہ عز وجل '' وہ لوگ جن کی دیدار سے خدا یاد آجائے۔ کیونکہ ان کا دل وہ آئینہ ہے جس پر تجلیات الٰہیہ کا عکس پڑ رہا ہے اور جب کوئی چیز ایسے آئینہ کے مقابلہ میں رکھی جاتی ہے جس پر سورج کی کرنیں پڑ رہی ہو تو وہ چیز بھی روشن ہوجاتی ہے بلکہ اگر آئینہ کا عکس روئی پر ڈالا جائے تو وہ بھی جلنے لگتی ہے، حالانکہ سورج کی کرنیں اگر بلاواسطہ پڑیں تو وہ نہیں جلتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ سورج سے دور اور آئینہ سے قریب ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جن لوگوں کی صحبت میں بیٹھ کر انسان کو اللہ کے ذکر کی توفیق اور

دنیاوی فکروں کی کمی محسوس ہو یہ علامات اس کے ولی اللہ ہونے کی ہے۔

اللہ جل شانہ فرماتا ہے:۔ ''الذین امنوا وکانوا یتقون'' (یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے رہے) یعنی جن کا ایمان اللہ تعالیٰ کی توحید، حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور قرآن حکیم کی حقانیت پر اتنا مستحکم ہوتا ہے کہ کوئی ابلیسی وسوسہ اندازی اور کوئی مصیبت اسے متزلزل نہیں کرسکتی اور ان کا ظاہر و باطن تقویٰ کے نور سے جگمگا رہا ہوتا ہے۔ ان تمام اعمال و اخلاق سے ان کا دامن یکسر مبراء ہوتا ہے جو ان کے خالق کو ناپسند ہیں۔ شرک جلی شرک خفی، اخفی، حسد، کینہ، غرور و تکبر اور ہواء و ہوس، غرضیکہ تمام اخلاق ذمیمہ سے پاک ہوتے ہیں۔ (ضیاء القرآن ص ۳۱۵ ج ۲)

یہی تقویٰ کا وہ بلند مقام ہے جہاں انسان پہنچتا ہے تو اسے خلعت ولایت سے مشرف کیا جاتا ہے اور اس پیکر عجز و نیاز کو سربلندی عطا کی جاتی ہے جسے دنیا رشک بھری نظروں سے دیکھتی ہے۔

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ مرتبہ ولایت پر فائز ہونے کے اسباب کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مرتبہ ولایت کے حصول کی یہی صورت ہے کہ بالواسطہ یا بلاواسطہ آئینۂ دل پر آفتاب رسالت کے انوار کا انعکاس ہونے لگے۔ یعنی اُمت کے افراد کو یہ درجہ ولایت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے فیض صحبت سے حاصل ہوسکتا ہے۔ پھر یہ فیض صحبت صحابہ کرام کو بلاواسطہ حاصل تھا اس وجہ سے ان کا درجہ ولایت تمام اُمت کے اولیاء واقطاب سے بالاتر ہے۔ بعد کے لوگوں کو یہی فیض ایک واسطہ یا چند واسطوں سے حاصل ہوتا ہے اور یہ نعمت انہیں کو بخش دی جاتی ہے جو بارگاہ رسالت میں یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نائبین یعنی اولیاء اُمت کی صحبت میں بکثرت حاضر رہیں۔ یعنی یہی نسخہ ہے درجہ ولایت حاصل کرنے کے جو

تین اجزاء سے مرکب ہے: (۱) کسی ولی اللہ کی صحبت (۲) اللہ کی اطاعت۔ اور (۳) ذکر اللہ کی کثرت مسنون طریقہ پر، کیونکہ کثرت ذکر آئینہ قلب کو جلا بخشتی ہے تو وہ نور ولایت کے انعکاس کے قابل بن جاتا ہے۔ حدیث شریف میں ارشاد ہے:

''ہر چیز کیلئے صیقل اور صفائی کا کوئی طریقہ ہوتا ہے، قلب کی صیقل ذکر اللہ جل شانہ سے ہوتی ہے۔'' (از معارف القرآن وضیاء القرآن)

بزرگوں کے ساتھ تعلق و محبت مفید ہے

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ ایک شخص نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو ایک قوم سے محبت کرتا ہے لیکن عمل اور تقویٰ میں ان کے برابر نہیں۔ فرمایا ہر شخص کی سنگت اس کے ساتھ ہوگی جس سے وہ محبت کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اولیاء اللہؒ کی محبت و صُحبت انسان کے لئے حصول ولایت کا ذریعہ ہے۔ اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت زرین رضی اللہ عنہ، کی روایت سے نقل کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زرینؓ سے فرمایا کہ میں تمہیں دین کا ایسا اُصول بتلاتا ہوں جس سے تم دنیا و آخرت میں فلاح و کامیابی حاصل کر سکتے ہو۔ وہ یہ ہے کہ اہل ذکر کی مجلس و صحبت کو لازم پکڑو اور جب بھی تنہائی میں جاؤ تو جتنا زیادہ ہو سکے اللہ جل شانہ کے ذکر سے اپنی زبان کو حرکت دو، جس سے محبت کرو اللہ کیلئے کرو۔ جس سے نفرت کرو اللہ کیلئے کرو۔ مگر یہ صحبت و مجالست انہی لوگوں کی مفید ہے جو خود ولی اللہ متبع سنت ہو۔ (از معارف القرآن وضیاء القرآن ملتقطاً)

حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ سورۂ رعد کی آیت: جنت عدن یدخلونها ومن صلح من آبائهم وازواجهم وذریٰتهم کے تحت لکھتے ہیں: '' فهذه الاية تدل على ان

اللہ تعالی یعطی درجات الکاملین من لم یبلغ درجتهم ولم یعمل مثل اعمالهم من ابائهم و ازواجهم وذریاتهم تطییبا لقلوبهم و تعظیما لشانهم بشرط ایمانهم." (تفسیر مظہری صفحہ ۲۳۳ جلد ۵ مطبعہ رشیدیہ کوئٹہ)

یعنی اللہ تعالی اپنے مقبول بندوں کے والدین، ان کی بیویوں، اوران کی اولاد کو بشرطیکہ وہ ایمان کی صفت سے متصف ہو'ان کاملین کے درجات اور مقامات پر فائز فرما دیتے ہیں۔ اگر چہ وہ اپنے اعمال کے لحاظ سے ان درجات ومقامات کے اہل نہ ہو۔ اور یہ عنایت محض اپنے مقبول بندوں کے دلوں کو خوش کرنے کیلئے فرمائی جاتی ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب اس آیت کے زیر بحث ارقام فرماتے ہیں۔کہ اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کیساتھ تعلق خواہ نسب وقرابت کا ہو یا دوستی کا، وہ آخرت میں بھی بشرط ایمان نفع دے گا۔ (معارف القرآن ص ۱۸۸۔ ج ۵)

اللہ تعالیٰ نے اولیاء اللہ کو بڑی شان عطا فرمائی ہے

اللہ جل شانہ کی جس طرح قدرت کی انتہا نہیں۔ اسی طرح اس کے فضل وکرم جود وسخا کی بھی حد نہیں۔اس نے اپنے مقبول بندوں کو بڑی عزت وکرامت عطا فرمائی ہے۔اگر چہ وہ بندے ہر آن، ہر لحظہ اور ہر گھڑی خود بھی اپنے خالق و مالک وحدہ لا شریک لہ اور لیس کمثلہ شیء کے محتاج ہیں۔

حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر میں آیت: ام حسبت ان اصحاب الکهف والرقیم کانوا من ایاتنا عجبا کے تحت لکھتے ہیں:۔ والحجة السادسة لا شک ان المتولی للافعال هو الروح لا البدن ۔اس میں شک نہیں کہ افعال کے متولی خاص روح ہے بدن نہیں۔ پھر آگے فرماتے ہیں : ولهذا قال علی بن ابی طالب

کرم الله وجهه والله ما قلعت باب خيبر بقوة جسدانية ولكن بقوة ربانية وذالک الخ........ یعنی: اسلئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں نے خیبر کا دروازہ جسمانی قوت سے نہیں اکھاڑا بلکہ ربانی قوت سے اُکھاڑا تھا۔اور اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ اس وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نظر عالم اجساد سے منقطع ہوچکی تھی۔اور ملکی قوتوں نے حضرت علی کو عالم کبریا کے نور سے چمکا دیا تھا۔جسکی وجہ سے ان کی روح قوی ہوکر ارواح ملکیہ کے جواہر سے مشابہ ہوگئی تھی۔اور اس میں عالم قدس و عظمت کے انوار چمکنے لگے تھے۔جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ انہیں وہ قدرت حاصل ہوگئی جو ان کے غیر کو حاصل نہ تھی پھر لکھتے ہیں:

وكذالک العبد اذا واظب على الطاعات بلغ المقام الذی يقول الله كنت له سمعاً و بصراً فاذا صار نور جلال الله سمعاً له سمع القريب والبعيد و اذا صار ذالک النور بصراً له رأى القريب والبعيد و اذا صار ذٰلک النور يدا له قدر على التصريف فى الصعب والسهل والبعيد والقريب، (تفسیر کبیر ص۱۹۱ج۲۱)

اور اسی طرح جب کوئی بندہ نیکیوں پر ہمیشگی اختیار کرتا ہے تو اس مقام تک پہنچ جاتا ہے جس کے متعلق اللہ جل شانہ نے كنت له سمعاً و بصراً فرمایا ہے،جب اللہ تعالیٰ کی جلال کا نور اس کی سمع ہوجاتا ہے تو وہ دور و نزدیک آوازوں کو سُن لیتا ہے اور جب یہی نور اس کی بصر ہوگیا تو وہ دور و نزدیک کی چیزیں دیکھ لیتا ہے اور یہی نور جلال جب اس کا ہاتھ ہوگیا تو یہ بندہ مشکل و آسان دور و قریب کی چیزوں پر تصرف کرنے پر قادر ہوجاتا ہے۔

حضرت علامہ محمود الوسی حنفیؒ سورۂ بقرہ کے آغاز میں حروف مقطعات کی تحقیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

فلا یعرفه بعد رسول الله صلی الله علیه وسلم الا الاولیاء الورثة فهم یعرفونه من تلک الحضرة وقد تنطق لهم الحروف عما فیها کما کانت تنطق لمن سبح بکفه الحصیٰ الخ (روح المعانی جلد اول ص۹۴)

یعنی ان حروف کا صحیح مفہوم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں اور ان کے بعد صرف اولیاء کاملین جانتے ہیں اور ان کو یہ علم بارگاہ رسالت سے عطا ہوتا ہے۔ بعض اوقات یہ حروف خود اپنے اسرار کو اولیاء کرام سے بیان کر دیتے ہیں جیسے کہ یہ حروف اس پاک ذات سے گویا ہوتے تھے جس کی ہتھیلی میں کنکریوں نے اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کی تھی۔

حضرت علامہ اسمٰعیل حقی حنفیؒ سورۃ یونس میں آلـم پر بحث کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: ''فعلمُ هذه الحروف بلوازمها وحقائقها مفوض فی الحقیقة الی الله والرسول وکمل الورثة''۔ یعنی ان حروف کا علم ان کے لوازمات اور حقائق کے ساتھ درحقیقت اللہ تعالیٰ، اس کے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء کرام کاملین کو تفویض کیا گیا ہے۔ (روح البیان ص۴، ج۴)

اس ماسبق سے اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی شان معلوم ہوتی ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو فیوض و برکات اور انوار و تجلیات سے عالم کو منور و مستفیض کرتے رہتے ہیں۔ یہ امر بھی مسلم ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے یہ نیک بندے فنافی الرسول اور فنافی اللہ ہو جاتے ہیں تو پھر ان کی کیفیت یہ ہوتی ہے:

''مردان خدا، خدا نباشد لیکن ز خدا جدا نباشد''۔

کرامت ولی کامل

ولی کامل حضرت سید احمد کبیر رفاعیؒ اولیاء کے سردار ایک مشہور ہستی ہیں سب سے زیادہ نادر اور مشہور کرامت آپ کی یہ ہے کہ جب آپ ۵۵۵ھ کو زیارت بیت اللہ شریف چلے گئے تو سرکار رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مقدس کی زیارت کیلئے بھی حاضر ہوئے۔ گنبد خضراء کے قریب پہنچ کر آپ نے بآواز بلند کہا: " السلام عليك يا جدى "۔ فوراً روضۂ اطہر صلی اللہ علیہ وسلم سے ندا آئی: " وعليك السلام يا ولدى "۔ اس نداء مبارک کو سن کر آپ پر وجد طاری ہوگیا، آپ کے علاوہ جتنے آدمی وہاں موجود تھے سب نے یہ آواز سنی۔ تھوڑی دیر کے بعد بحالت گریہ آپ نے یہ دو شعر پڑھے:

ع

في حالة البعد روحي كنت ارسلها — تقبل الارض عني و هي نائبتي

وهذه دولة الاشباح قد حضرت — فامدد يمينک کی تحظی بها شفتي

یعنی: " جدائی (دوری) کی حالت میں تو اپنی روح کو (روضہ اطہر پر) بھیجتا تھا۔ تا کہ میری طرف سے آپ کی آستانہ بوسی کا شرف حاصل کرے اور جب کہ یہ دولت دیدار (آج) مجھے اصالۃً حاصل ہے تو آپ اپنا مبارک ہاتھ دیجئے کہ میں بوسہ دے کر عزت حاصل کروں۔"

اسی وقت قبر مطہر صلی اللہ علیہ وسلم سے دست مبارک نکلا اور آپ نے اس کو بوسہ دیا۔ اس وقت روضہ مقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر تقریباً ۹۰ ہزار عاشقان جمال محمدی صلی اللہ علیہ وسلم

CamScanner

ومشتاقان روضہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا مجمع تھا جنہوں نے اس واقعہ کو دیکھا اور سردار کائنات فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کی زیارت سے مشرف ہوئیں۔انہیں میں حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی شیخ عبد القادر جیلانی نور اللہ مرقدہٗ ، شیخ عدی بن مُسافر الامویؒ اور حضرت شیخ عبدالرزاق حیسنی واسطیؒ جیسے جلیل القدر بزرگ بھی تھے۔اس واقعہ کو اس کثرت سے علماء کرام نے بیان فرمایا ہے کہ اس میں غلطی کا احتمال نہیں ہے۔

(بنیان المشید ص ۲۱ ، وفی نسخۃ اُخریٰ ص ۳۵)

اسی طرح اس واقعہ کو حضرت علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے الحاوی للفتاوی جلد دوئم ص ۲۶۱ میں بھی لکھا ہے اور جامع کرامت الاولیاء جلد اول ص ۴۹۴ وقلائد الجواہر ص ۸۴ میں بھی۔اور حضرت علامہ زکریاؒ صاحب مہاجر مدنی نے فضائل حج میں بھی ذکر کیا ہے۔

حضرت علامہ عبدالرحمٰن صفوریؒ نے فصل ارکان الحج میں یہ واقعہ نقل کرکے مزید یہ تحریر فرمایا ہے: '' فلا انکار فی ذالک فان انکار ذالک یؤدی الیٰ سوء الخاتمة والعیاذ باللہ '' باللّٰہ''

(نزہۃ المجالس ص ۱۹۹ فی فصل ارکان حج)

یعنی اس واقعہ کی حقیقت پر کوئی انکار نہیں کیونکہ اس سے انکار کرنا سوء خاتمہ کا موجب ہوتا ہے۔یہی علامہ احمد کبیر رفائی اپنی کتاب بُرہان المؤید جو فن تصوف کی نہایت مفید اور بہترین کتاب ہے' میں فرماتے ہیں:۔

''بزرگو! جب دل درست ہو جاتا ہے تو وحی کیلئے منزل بن جاتی ہے جیسے انبیاء علیہم السلام کے قلوب اور کبھی اسرار و انوار اور فرشتوں کا گہوارہ بن جاتا ہے جیسے اولیاء اللہ کے قلوب اور جب بگڑتا ہے تو تاریکیوں اور شیطانوں کا گھر بن جاتا ہے۔جب دل درست ہو جاتا ہے تو آدمی کو آگے پیچھے سے خبردار کر دیتا ہے اور وہ باتیں بتلا دیتا ہے جو کسی اور ذریعہ سے معلوم نہیں

ہو سکتی۔ الخ
(بنیان المشید ترجمہ بُرہان المؤید ص۱۹۵)

اور دوسری جگہ فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں وہ تمام معجزات جمع فرمادئے جو انبیاء و مرسلین میں متفرقاً موجود تھے اور آپ کے معجزات کے نمونے آپ کی امت کے اولیاء کرام میں بھی جاری ہیں جو بظاہر اولیاء کی کرامات ہیں اور حقیقت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دائمی معجزات ہیں۔ کیونکہ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اللہ جل شانہ نے مخلوق کی ہدایت کے لئے آپ کے معجزات کے نمونے اولیاء اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ظاہر فرمائے جن کو دیکھ کر لوگ قیاس کرلیں کہ جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے والے اس شان کے ہیں تو حضور سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم خود کیسے ہونگے؟ اور اس طرح قیامت تک آپ کی رسالت پر حجت قائم ہوتی رہے۔
(بنیان المشید ترجمہ بُرہان المؤید ص۱۸۱،۱۸۲)

صاحب مبارک رحمہ اللہ کا اسم محضہ اور ابتدائی تعلیم

صاحب مبارکؒ کی ولادت باسعادت میانجی خیل میں ہوئی ۔ صاحب مبارکؒ کا اصل نام محمد عمر شاہؒ اور والد کا نام محمد کلیم شاہ تھا۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۱۱۰ سال تھی۔ اس لحاظ سے تاریخ ولادت ۱۲۳۹ ہجری بمطابق ۱۸۱۹ء بنتی ہے۔

صاحب مبارکؒ کے آباء واجداد میانجی خیل کے ایک گاؤں علاقہ خٹک میں رہتے تھے، صاحب مبارکؒ ابھی چھوٹے تھے کہ والد صاحب کا انتقال ہو گیا۔ تو ابتداء سے آپ کی تربیت وپرورش آپ کے چچا علیم شاہ نے کی۔ ایسا کہا جاتا ہے کہ آپؒ کی ولادت سے قبل آپ کے چچا کے گھرانے کی مالی حالت بہت خراب تھی۔ جب صاحب مبارکؒ پیدا ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے وسعت وفراخی عطا فرمائی۔

حصول تعلیم

صاحب مبارکؒ نے ابتدائی تعلیم قاضی صاحب میانجی خیل سے شروع کی۔اس زمانے میں آج کل کی طرح دینی مدارس کا انتظام نہ تھا۔جنہیں علم کا شوق ہوتا تھا وہ اساتذہ کی تلاش میں گھومتے پھرتے تھے اور سالہا سال تک ان کی خدمت کرتے رہتے تھے اور مسجدوں میں قیام کرتے تھے۔صاحب مبارکؒ نے جب قاضی صاحب سے قرآن مجید اور ابتدائی کتابیں پڑھ لیں تو اس کے بعد ضلع بنوں کے ایک گاؤں ''حسنی'' میں ایک عالم معروف بہ (حسنو مُلا) سے علم حاصل کیا۔اس کے بعد آپ کے چچا نے بسلسلہ امامت کربوغہ بھیج دیا صاحب مبارکؒ اس وقت طالبعلم تھے۔کربوغہ سے علم حاصل کرنے کیلئے ایک گاؤں درشئی جو کربوغہ سے مشرق کی طرف واقع ہے،اس میں ایک عالم جو درشئی مُلا صاحب سے مشہور تھے،روزانہ صاحب مبارکؒ صبح نماز کے بعد جاتے اور ان سے تعلیم حاصل کرتے۔اور پھر ظہر کے بعد واپس آتے تھے۔چند سال ان کے پاس جاتے رہے اور تعلیم حاصل کرتے رہے ۔پھر اس کے بعد مزید حصول علم کیلئے کئی سفر کیے۔تقریباً ۳۷ بار سوات پیدل گئے اور باقی علوم کی تکمیل سوات صاحب سے کی اور تیرہ سال سوات صاحبؒ کی خدمت میں گزارے اور وہاں سند حدیث حاصل کی۔اپنے استاد صاحب کے لنگر کیلئے کمر پر لکڑی لاتے تھے۔ انہی خدمات وتکالیف کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے صاحب مبارکؒ کو علم ظاہری و باطنی عطا فرمایا۔ آپؒ کو دیگر علوم کی طرح علم اصول وفقہ میں خوب مہارت حاصل تھی۔

صاحب مبارک کے بچپن کے حالات

صاحب مبارک قدس سرہ میں بچپن ہی سے صلاحیت وسعادت مندی اور زہد وتقویٰ کے

آثار ہویدا تھے۔ بقول شیخ سعدیؒ

بالائے سرش ز ہوش مندی می تافت ستارۂ بلندی

آپ کو بچپن ہی سے علماء و مشائخ سے محبت تھی لوگ سوات صاحبؒ آتے جاتے، اوران کے حالات بیان کرتے صاحب مبارک سنتے۔ لہٰذا بچپن ہی سے آپ کو سوات صاحب سے دلی محبت تھی ایک دفعہ گاؤں میانجی خیل کے پہاڑی سلسلہ پر صاحب مبارک شکار کیلئے گئے تھے کہ اچانک میاں گان صاحبان کا قافلہ صاحب مبارکؒ کے پاس سے گزرا۔ صاحبؒ نے پوچھا کہ لوگو! کہاں جارہے ہو۔ انہوں نے کہا کہ سوات صاحبؒ جارہے ہیں۔ صاحبؒ نے کہا کہ مجھے بھی ساتھ لے جاؤ۔ وہ انکار میں بولے کہ آپ بہت چھوٹے ہیں لمبا سفر ہے۔ اس وقت سواری کا بھی کوئی انتظام نہیں تھا لیکن صاحب مبارکؒ نے اپنے دل میں پکا ارادہ کیا کہ میں ضرور جاؤں گا۔

صاحب مبارکؒ ان کے پیچھے خفیہ طور پر روانہ ہوئے۔ جب قافلہ ظاہر ہوتا تو صاحبؒ ان سے چھپ جاتے، تاکہ قافلہ والے ان کو نہ دیکھ سکیں۔ چلتے چلتے جس جگہ قافلہ والوں نے رات گزارنی تھی اس جگہ صاحب مبارک بھی پہنچ گئے۔ جب انہوں نے دیکھا تو مجبوراً اپنے ساتھ لے کر حفاظت کا ذمہ لیا، کیونکہ صاحب مبارکؒ ابھی چھوٹے تھے۔ صاحب نے ساتھیوں کیساتھ تمام سفر پیدل کیا اور اف تک بھی نہ کی۔ آخر کار سوات پہنچ گئے۔ میاں گان صاحبان خود تو سیدو شریف کے دربار میں داخل ہوئے اور آپ کو باہر دروازے پر چھوڑ دیا۔

سوات صاحب کو کشف کے ذریعے آپ کا آنا معلوم ہو گیا تھا جب ان کے ساتھ مصافحہ کیا تو سوات صاحبؒ نے پوچھا کہ آپ لوگوں کے ہمراہ جو لڑکا تھا وہ کدھر گیا؟ میاں گان صاحبان شرمندہ ہو کر بولے کہ لڑکا باہر دروازے پر کھڑا ہے۔ سوات صاحب نے فرمایا کہ

ان کو جلدی لے آؤ جب لڑکا حاضر کیا گیا تو سوات صاحب نے بچے کو گلے لگا کر آپ کے ساتھ بہت پیار کیا۔

آپ کی پاؤں میں چپلی نہیں تھی کپڑے بھی خراب تھے سوات صاحب نے ایک خادم بھیجا کہ آپ کے واسطے کپڑے اور چپلی لائیں۔ کپڑے اور چپلی لاتے ہی سوات صاحب نے خود اپنے دست مبارک سے پہنائے۔ جب میاں گان صاحبان نے واپسی کی تیاری کی تو سوات صاحب نے فرمایا کہ اس لڑکے کو پیدل نہ چھوڑو کیونکہ یہ تمام سرحد کے گلاب کا پھول ہے۔ اس پھول کو ایک دن تم ضرور دیکھوگے۔

صاحب مبارکؒ کی شرافت کی یہ حد تھی کہ بچپن میں نہ لڑکوں کیساتھ جھگڑتے اور نہ کسی کو گالیاں دیتے اور گھرانے کے سب سے زیادہ فرمان بردار تھے۔

صاحب مبارکؒ کے بچپن کی کرامات

جو اللہ کے نیک و مقبول بندے ہوتے ہیں اس پر اللہ جل شانہ کی خاص عنایت و کرامات کے انوار ہوتے ہیں۔ صاحب مبارکؒ سے بچپن ہی کے زمانے میں کرامت کا صدور ہوتا تھا۔ چنانچہ عبدالحکیم صاحب فرماتے ہیں کہ ہم نے گل آبا صاحبؒ کے زبان سے دو واقعے سنے تھے ویسے تو کافی واقعات تھے مگر ایک واقعہ یہ تھا:۔

''کہ صاحب مبارکؒ طیب کی دادی سے ایام بچپن میں سبق پڑھتے تھے ایک مرغ دوران سبق اذان دیتا تھا۔ جس کی وجہ سے سبق میں خلل پڑتا تھا ایک دن صاحب مبارکؒ نے فرمایا:۔ کہ

''اللہ تعالیٰ تجھے گونگا کرے، تم نے تو ہمیں سبق سے نکال دیا۔'' طیب کی دادی کہتی تھی

کہ اس کے بعد اس مرغ نے کبھی اذان نہیں دی حتیٰ کہ ہم نے اسے ذبح کیا۔ اور دوسرا واقعہ یہ تھا کہ:۔

’’ایک دفعہ ہمارے چولھے میں گھی سے بھرا ہوا گھڑا رکھا ہوا تھا غلطی سے صاحب مبارکؒ کا پاؤں ٹکرایا تو گر پڑا اور الٹا ہو کر گھی بہہ گیا۔ صاحب مبارکؒ بہت زیادہ غمگین اور متحیر ہوئے کہ یہ کیا ہوا۔ طیب کی دادی کہتی ہے کہ جب ہم نے گھڑے کو سیدھا کیا تو وہ پہلے کی طرح گھی سے بھرا ہوا تھا۔ حالانکہ چولھے میں کافی گھی بہہ گیا تھا۔ (واہ۔ واہ سبحان اللہ... کاتب) طیب کی دادی کہتی ہے کہ ہم نے صاحبؒ کی یہ دو کرامتیں ایامِ صبا (بچپن) ہی میں دیکھی ہیں۔

صاحب مبارکؒ کا شجرۂ نسب

صاحب مُبارکؒ فرماتے تھے کہ ہمارے آباؤ اجداد دراصل بُخارا سے تشریف لائے تھے اور اصلی سید تھے چونکہ ہمارے بزرگوں کے زمانے میں ہنگامے ہوتے تھے جسکی وجہ سے ہمارا شجرۂ نسب اور دیگر کتابیں جل گئیں۔ جب انگریز اس علاقے پر قابض ہوئے تو انہوں نے ہمارے خاندان والوں کو قریش کے نام سے کاغذات میں درج کیا۔ صاحب مبارکؒ کے جدامجد کا نام سرفراز تھا جو کہ بلخ بُخارا سے مرشد کی تلاش میں تشریف لائے تھے۔ ان کے ساتھ تین بیٹے جن میں ایک کا نام علی اصغر، دوسرے کا نام شیخ حاضر اور تیسرے کا نام شیخ فیروز تھا۔ وہ گھومتے پھرتے رہے حتیٰ کہ حاجی بہادر کوہاٹی کو پسند کر کے ان سے بیعت ہوئے۔ سرفراز صاحب نے تحصیل ہنگو علاقہ بنگش گاؤں بلیامین میں قیام فرمایا وہاں ایک پہاڑ پر عبادت کرتے تھے حتیٰ کہ وصال پا کر وہیں دفن کیے گئے مزار مُبارک بلیامین میں ’’شہید بلیامین‘‘ یا ’’نیکہ صاحب بلیامین‘‘ سے مشہور ہیں۔

ان کے بیٹوں میں سے ایک مکہ مکرمہ چلے گئے۔ جن کے متعلق کچھ معلومات فراہم نہیں۔ دوسرے بھیرہ خوشاب (پنجاب) چلے گئے۔ ان کی اولاد وہاں ہے۔ شیخ علی اصغر صاحب، میاں جی صاحب (جو کہ حاجی بہادر کوہاٹیؒ کے خلیفہ تھے) کے ساتھ تعلق ومحبت کی بناء پر میانجی خیل علاقہ خٹک تحصیل ہنگو تشریف لائے۔ چنانچہ شیخ علی اصغر ایک درویش، صوفی مزاج انسان تھے، لوگوں سے علیحدگی پسند کرتے تھے۔ انہوں نے اپنے اہل وعیال کے ساتھ پہاڑی میں قیام کرکے گھر آباد کیا جو کہ اب گیدڑ ٹھپر (*) کے نام سے مشہور ہے۔ وہاں ریاضت وعبادت میں مشغول رہتے تھے۔

رفتہ رفتہ لوگ ان کے عقیدت مند ہوگئے۔ کافی لوگوں نے ان کو اپنے ساتھ رہنے کی تمنا وخواہش ظاہر کی، لیکن آخر کار کربوغے والوں کی کافی کوشش اور اصرار کے بعد شیخ علی اصغر صاحبؒ کربوغہ تشریف لے گئے۔

(*) شیخ علی اصغر صاحب کی وجہ شہرت گیدڑ ٹیکہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ان کی پہاڑی رہائش گاہ پر قیام کے دوران ان کی بچی چھابے بناتی تھیں۔ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ شام کو نامکمل چھابہ رکھ کر سو جاتی تھیں، صبح اُٹھتے ہی یہ دیکھ کر افسردہ ہوجاتی تھیں کیونکہ چھابے کا نامکمل حصہ کوئی چیز رات کے وقت کاٹ کر کھا جاتا تھا۔ آخر کار اس نے اپنے والد بزرگوار شیخ علی اصغرؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ اس نامعلوم موذی کیلئے بددُعا کریں۔ شیخ صاحبؒ نے اس موذی کی ہلاکت کیلئے بددعا کی۔ صبح کیا دیکھتے ہیں کہ چھابے کے پاس ایک گیدڑ مرا ہوا پڑا ہے، پھر اس واقعہ کے بعد شیخ علی اصغر گیدڑ ٹیکہؒ سے مشہور ہوگئے۔

وہاں کے لوگوں نے ان کو رہنے کیلئے مکان دیا (جہاں پر اب ان کا روضہ مبارک ہے) اور ذریعہ معاش کیلئے زمین بھی دی۔لیکن زمین قبول نہ کی،البتہ وہاں زندگی گزارتے رہے۔شیخ علی اصغر صاحبؒ کے بیٹے فقیر خان نے میانجی خیل میں شادی کی اور وہیں قیام پذیر ہوئے۔ آخر کار شیخ علی اصغر صاحبؒ کے دن پورے ہوتے ہوتے وصال پر منتج ہوئے۔

شیخ علی اصغر صاحبؒ کربوغہ میں جنوب کی طرف پہاڑی کے قریب دفن کئے گئے۔

فقیر خان کو اللہ تعالیٰ نے ایک فرزند ارجمند عطا فرمایا جس کا نام فتح خان تھا۔فتح خان کے ایک فرزند کا نام سید خان تھا۔اللہ تعالیٰ نے سید خان کو تین فرزند عطا فرمائے:۔(۱) علیم شاہ (۲) کلیم شاہ (۳) اللہ داد خان ۔صاحب مبارک کے والد کلیم شاہ صاحب نے گنڈیری کے فتح خان کاریگر کی خالہ کے ساتھ نکاح کیا۔اس سے اللہ تعالیٰ نے ایک لڑکا محمد عمر شاہ صاحب اور ایک لڑکی مسماۃ زر بخت بی بی عطا کی۔کلیم شاہ صاحب نے اپنی بیٹی مسماۃ زر بخت بی بی کا نکاح اپنے بھتیجے شرف دین سے کیا۔جن سے چار بیٹے پیدا ہوئے جن کے نام حسب ذیل ہیں

(۱) صالحین۔

(۲) رحم دین۔

(۳) عزت خان۔

(۴) رسول دین۔

صاحب مبارکؒ کے نکاح واولاد

صاحب مبارکؒ نے حدیث: ” تزوجوا توالدوا تناسلوا فانی مباہ بکم الامم یوم القیمۃ “(☆) کے مطابق عمل پیرا ہو کر یکے بعد دیگرے پانچ شادیاں کی تھیں۔پہلی زوجہ: جوکہ صاحبؒ نے اپنے خاندان میں یعنی چچا علیم شاہ صاحب کی بیٹی کے ساتھ نکاح کیا۔ان سے

CamScanner

جو کہ صاحب مبارکؒ کے بڑے اور لاڈلے فرزند تھے۔ دوسرے کا نام صاحبزادہ فضل حق صاحبؒ معروف بہ گل آبا صاحبؒ۔ اور دو لڑکیاں تھیں، ایک مسماۃ بی بی نورہ، جس کا نکاح چچازاد بھائی شرف دین کے فرزند رحم دین سے کیا دوسری لڑکی بی بی حوا کا نکاح کربوغہ کے ''حیات خان'' کے ساتھ کیا صاحبزادہ عبدالحق اور فضل حق صاحبؒ کی والدہ ماجدہ صاحب مبارک کے ساتھ کئی دفعہ سوات صاحب کی زیارت کیلئے بھی چلی گئی تھیں۔ چنانچہ سوات بابا جیؒ انکے حق میں زیادہ دعائیں کرتے تھے۔ ان دعاؤں کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس اہلیہ کو دو (۲) فرزندار جمند عطا فرمائے جو کہ دونوں بڑے ولی اللہ تھے۔ دوسری زوجہ: جو کہ حیات خان کربوغہ خرم والے کی بہن تھی۔ اس سے صاحب مبارکؒ کے ایک فرزند صاحبزادہ عبدالرحمان صاحب اور ایک بیٹی مسماۃ زلیخا بی بی، جو کہ صاحب مبارکؒ کی ماذونہ، بڑی نیک سیرت اور صالحہ عورت تھی، پیدا ہوئی۔ تیسری زوجہ: ماذونہ بی بی جو کہ میانجی خیل میاں صاحب شیر علی کی بہن تھی، اس سے صاحب مبارکؒ کو اللہ تعالیٰ نے پانچ لڑکے

(☆) قدجاء هذا الحديث بطرق والفاظ مختلفة وفي تفسير ابن كثير ص ۳۲۳ ج ۵ النسخة الملونة مكتبة الصفا مالفظه وقد جاء في السنن من غير وجه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال تزوجوا توالدوا تناسلوا الحديث وفي نسخة بيروت قال تزوجوا الولود تناسلوا الحديث ص ۲۷۷ ج ۳ وفي تلخيص الحبير روى عن النبي صلى الله عليه وسلم انه قال تناكحوا تكثروا اباهي بكم ص ۱۱۵ ج ۳ حديث تناكحوا تناسلوا اباهي بكم يوم القيمة ص ۷۰ تميز الطيب من الخبيث، حديث تناكحوا تناسلوا اباهي بكم يوم القيمة جاء معناه عن جماعة من الصحابة الخ ص ۱۷۸ المقاصد الحسنة للسخاوى وص ۳۱۸ ج ۱ كشف الخفاء، ذكره الشافعي بلاغا عن ابن عمر ؓ بلفظ تناكحوا تكاثروا فاني اباهي بكم الامم ص ۹۱ ج ۹ فتح الباري وانظر مسند الفردوس ص ۵۰ ج ۲ وسنن الكبرىٰ ص ۷۸ ج ۲ والكامل في ضعفاء الرجال ص ۱۳۶ ج ٦ والصحيحة للالباني

اور چار لڑکیاں عطا فرمائیں:۔

(۱) صاحبزادہ عبدالرحیم عرف پیین آبا صاحب (۲) عبدالحلیم عرف قاضی صاحب (۳) صاحبزادہ عبدالجلیل صاحب (۴) محمد یعقوب صاحب اور (۵) محمد رفیق صاحب۔لڑکیوں کے نام: (۱) حسن بی بی جو کہ ماذونہ گل آبا صاحب ہے (۲) زینب بی بی (۳) بی بی فاطمہ جس کا نکاح عمر خان میانجی خیل سے ہوا (۴) بی بی پستہ۔

چوتھی زوجہ: جو کہ کربوغہ خٹو کلے عاقل خان ومحمد خان کی بہن تھی۔ان سے صرف ایک فرزند صاحبزادہ عصام الدین صاحب پیدا ہوئے ۔وہ شیر خوار بچے تھے کہ ماں کا سایہ سر سے اُٹھ گیا پھر ان کی پرورش ماذونہ بی بی نے کی۔اس کی وفات کے بعد صاحب مبارکؒ نے پانچویں شادی کی۔

پانچویں زوجہ: جو کہ احمد گل کربوغہ گاؤں پٹ بازار والے کی بیٹی تھی۔اس سے صاحب مبارکؒ کو چار لڑکے اور تین لڑکیاں اللہ تعالیٰ نے عنایت فرمائے: (۱) صاحبزادہ عبدالخالق صاحب (۲) صاحبزادہ عبدالمالک صاحب (۳) صاحبزادہ فضل منان صاحب (۴) صاحبزادہ عبدالرزاق صاحب،لڑکیوں میں:۔(۱) آسیہ بی بی (۲) مرحومہ بی بی اور (۳) خدیجہ بی بی۔

شجرہ نسب درجہ ذیل ہے جو کہ بڑی سوچ سمجھ اور تحقیق کے بعد قارئین کی خدمت میں پیش کیا گیا ہے۔

نقشہ شجرہ نسب صاحب مبارکؒ واولاد صاحب مبارک

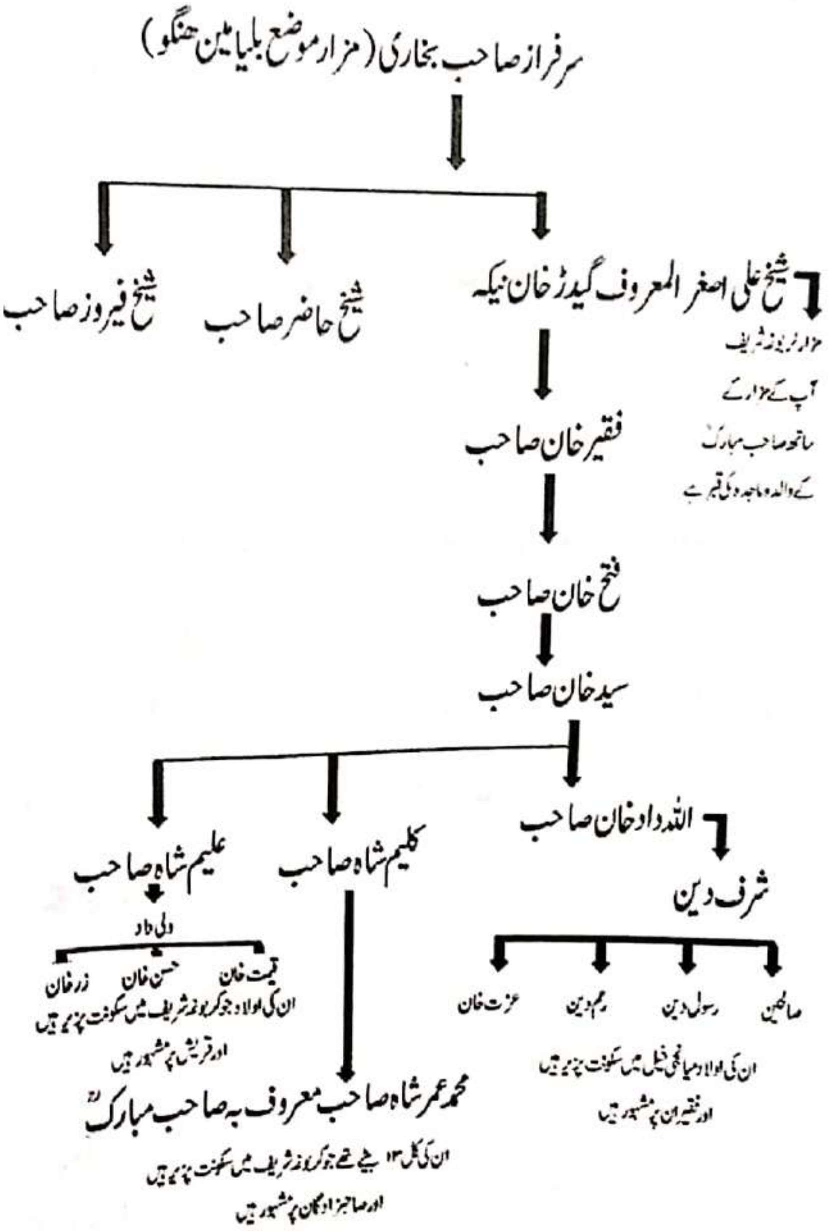

صاحب مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادگان

(۱) حضرت علامہ عبدالحق ۔(۲) حضرت علامہ عصام الدین ۔(۳) عبدالرحیم ۔

(۴) حضرت علامہ فضل حق ۔(۵) حضرت علامہ عبدالحلیم ۔(۶) عبدالرحمٰن ۔

(۷) عبدالخالق ۔(۸) حضرت علامہ عبدالمالک ۔(۹) محمد رفیق ۔(۱۰) حضرت علامہ

عبدالجلیل ۔(۱۱) حضرت علامہ فضل منان ۔(۱۲) عبدالرزاق ۔(۱۳) محمد یعقوب ۔

صاحب مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادگان کے اولاد

(۱) عبدالحق صاحب کے اولاد

(۱) حاجی نورالحق ۔(۲) مفتی محمد یحییٰ ۔(۳) محمد زکریا ۔(۴) مصباح الدین ۔(۵) صاحب دین ۔

(۲) عصام الدین صاحب کے اولاد

(۱) سراج الدین ۔(۲) حافظ نجم الدین ۔(۳) حافظ شمس الدین ۔(۴) آفتاب الدین ۔

(۵) معراج الدین ۔(۶) محی الدین ۔(۷) مفتاح الدین ۔

(۳) فضل حق صاحب (عرف گل آبا) کے اولاد

(۱) حافظ برہان الدین۔ (۲) عماد الدین۔ (۳) حاجی سلطان محمد۔ (۴) خادم محمد۔

(۵) غیاث الدین۔

(۴) عبد الرحیم صاحب کے اولاد

(۱) فضل کریم۔ (۲) محمد شریف۔ (۳) محمد صدیق۔ (۴) محمد شہید۔ (۵) عبد المنان۔
(۶) محمد آمین۔ (۷) محمد شفیق۔

(۵) عبد الحلیم صاحب کے اولاد

(۱) عبد الرشید۔ (۲) محمد اسحاق۔ (۳) محمد یوسف۔ (۴) محمد الیاس۔

(۶) عبد الرحمان صاحب کے اولاد

(۱) حاجی عبد الحکیم۔ (۲) حاجی عبد السلام۔ (۳) عبد القدیم۔

(۷) عبد الخالق صاحب کے اولاد

(۱) محمد ایوب۔ (۲) عبد القیوم۔

(۸) عبد المالک صاحب کے اولاد

(۱) محمد سعید۔ (۲) محمد جمیل۔ (۳) محمد کریم۔

(۹) عبدالجلیل صاحب کے اولاد

(۱) نصر اللہ جان۔ (۲) روح الامین۔ (۳) عبدالبصیر۔ (۴) حبیب الرحمان۔

(۱۰) فضل منان صاحب کے اولاد

(۱) محمد یونس۔ (۲) محمد ادریس۔ (۳) عبدالقدوس۔ (۴) شمس القدوس۔ (۵) معیار الحق۔ (۶) ضیاء الحق۔ (۷) محمد انور۔

(۱۱) عبدالرزاق صاحب کے اولاد

(۱) محمد اسرائیل۔ (۲) محمد اسماعیل۔

(۱۲) محمد یعقوب صاحب کے اولاد

(۱) فضل الرحمان۔ (۲) عرفان الدین۔

(۱۳) محمد رفیق صاحب

(کوئی بیٹا نہیں تھا البتہ بیٹی تھی)

صاحب مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی طریقت

صاحب مبارکؒ بسلسلہ امامت گاؤں ''انگی'' کربوغہ آئے تھے، پھر کچھ مدت کیلئے مسجد

گڑ زوال میں قیام پذیر رہے۔ جب صاحبؒ کو طریقت کا شوق پیدا ہوا تو انہوں نے زیادہ علم و فیض سوات بابا جی صاحبؒ (عبدالغفور صاحب) سے حاصل کیا۔ صاحب مبارکؒ کو لُطف خداوندی اور مناسبت طبعی کی وجہ سے علوم باطنیہ میں بھی بہت جلد کمال حاصل ہو گیا۔ اپنی خداداد قابلیت اور ذکاوت کی وجہ سے طریقت اور سلوک و معرفت کے مدارج عالیہ طے کر لئے۔ قادریہ و نقشبندیہ کے تمام اسباق سوات بابا جیؒ صاحب سے مکمل کئے تھے۔ جب عبدالغفور صاحبؒ سوات قریب الوصال ہو گئے۔ اس وقت تیراہ ملا صاحب یعنی ولی اللہ صاحب ان کے ہاں حاضر تھے۔ لہٰذا تیراہ ملا صاحب کو وصیت کی کہ میری طرف سے آپ کر بوغے صاحب کو اجازت دیدیں۔ لہٰذا سوات صاحبؒ کی وفات کے بعد ولی اللہ صاحب نے صاحب مبارکؒ کو خلافت سے نوازا۔

صاحب مبارکؒ ذکر واذکار عبادت و ریاضت میں مشغول رہے۔ زہد و تقویٰ اور پارسائی کی عوام و خواص میں شہرت ہو گئی۔ آپؒ کے اخلاق و عادات اخلاق محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ تھے۔ آپ علم شریعت و طریقت کے جامع تھے۔ عجز و انکساری کے پیکر تھے۔ عوام و خواص آپ پر دعا کے واسطے ٹوٹ پڑے۔ لنگر کا سلسلہ جاری کیا۔ صاحب مبارکؒ جس جگہ ہوتے لنگر کا بندوبست کرتے تھے۔ مہمانوں کی خدمت بنفسِ نفیس کرتے تھے۔ آپ کے لنگر میں ہر وقت کثیر تعداد میں لوگ خصوصاً بڑے بڑے علماء کرام و طلباء موجود رہتے۔

مہمان روزانہ تین چار سو سے کم نہ ہوتے تھے۔ کبھی کبھی یہ تعداد ہزار تک پہنچ جاتی تھی۔ سب کو بلا تکلف کھانا ملتا تھا۔ جتنا مال صاحب مبارکؒ کے پاس آتا تھا۔ خدا کی راہ میں خرچ کرتے تھے، اپنے پاس جمع نہ کرتے تھے۔ حتیٰ کہ اپنی اولاد کو دس کنال تک زمین بھی نہ چھوڑی اصلی معنوں میں فقیر تھے۔ انہیں فقر کی خلعت حقیقتاً پہنائی گئی تھی۔

صاحب مبارکؒ کا شجرۂ طریقت

شیخنا ومولانا وحبیبنا وشفیعنا وکریمنا وسیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

شیخنا ومولانا حضرت علی مُرتضیٰ کرم اللہ وجہہ

شیخنا ومولانا حسن بصری صاحب رحمۃ اللہ علیہ

شیخنا حضرت مولانا حبیب عجمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

شیخنا حضرت مولانا داؤد طائی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

شیخنا حضرت مولانا معروف کرخی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

شیخنا حضرت مولانا سری سقطی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

شیخنا حضرت مولانا جنید بغدادی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

شیخنا حضرت مولانا ابوبکر شبلی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

شیخنا حضرت مولانا عبدالعزیز تمیمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

شیخنا حضرت مولانا عبدالواحد تمیمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

شیخنا حضرت مولانا ابوالفرح طرطوسی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

شیخنا حضرت مولانا ابوالحسن ہنکاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ

شیخنا حضرت مولانا ابوسعید مخزومی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

شیخنا حضرت مولانا عبدالقادر صاحب غوث الاعظم جیلانی قدس اللہ سرہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

شیخنا حضرت مولانا شاہ دولہ گجراتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

شیخنا حضرت مولانا شاہ منور الہ آبادی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

شیخنا حضرت مولانا شاہ عالم دہلوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

CS CamScanner

شیخنا حضرت مولانا شیخ احمد ملتانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

شیخنا حضرت مولانا جنید پشاوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ

شیخنا حضرت مولانا محمد صدیق بشونٹری صاحب رحمۃ اللہ علیہ

شیخنا حضرت مولانا حافظ محمد عمر زئی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

شیخنا حضرت مولانا محمد شعیب تورڈھیری صاحب رحمۃ اللہ علیہ

شیخنا حضرت مولانا عبد الغفور سواتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

شیخنا حضرت مولانا ولی اللہ تیراہ اورکزئی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

شیخنا حضرت مولانا محمد عمر شاہ صاحب المعروف بہ صاحب مبارک کربوغہ رحمۃ اللہ علیہ

صاحب مبارکؒ کی خوراک ولباس

صاحب مبارک لباس وطعام میں سادگی پسند فرماتے تھے۔آپ اکثر ہی صائم الدھر، قائم اللیل رہتے تھے۔عبادات ومجاہدات مزاج بن گئے تھے۔آپ منکسر المز اج تھے ،سادہ کھانا اور سادہ لباس پسند فرماتے تھے۔ بلکہ صوفیوں کا لباس زیب تن فرماتے تھے۔کھدر (خمتہ) کا کپڑا جو ہاتھوں سے بنا ہوتا تھا،وہ پہنتے تھے۔صاحب مبارکؒ ایام شباب میں صبح غوشت ،(پشتو زبان میں ایک فصل کا نام ہے)،شام کو ساگ جوار کی روٹی کے ساتھ کھاتے تھے۔حالانکہ لنگر میں قسما قسم کے لذیذ اور نفیس کھانے موجود ہوتے ۔روزانہ گائے اور بکریاں ذبح ہوتی تھیں جو طالبان حق ،ذاکرین ومجاہدین اور مہمانوں کو کھلاتے تھے۔

جب صاحب مبارک رحمۃ اللہ علیہ ضعیف وکمزور ہوگئے تو مکلّف روٹی کھاتے ، البتہ مشتبہ اشیاء سے زیادہ اجتناب فرماتے ۔مرغی کو تین دن باندھنے اور پاک خوراک دینے کے بعد ذبح کر کے کھا لیتے تھے۔

سبب قیام کربوغہ شریف

صاحب مبارکؒ چونکہ کربوغہ میں بسلسلۂ امامت وحصول تعلیم آئے تھے۔کافی وقت یہاں گزارا تھا لوگ آپ کے زیادہ عقیدت مند بن گئے تھے۔جب صاحبؒ نے خلعت خلافت پہن لی تو آپ کے اوصاف حسنہ و اخلاق حمیدہ میں اور اضافہ ہوگیا۔اس وقت صاحب مبارکؒ کا ارادہ اپنے آبائی وطن میانجی خیل کو ہوا،یا صاحبؒ نے ''جوار غنڈی'' علاقہ بنگش جانے کا ارادہ کرلیا۔کیونکہ وہاں جاری پانی تھے لیکن کربوغہ کے لوگوں نے آپ کو اپنے ہاں اصرار ومنت کیساتھ کربوغہ میں ٹھہرایا اور کربوغہ کے معتبرین تیراہ صاحبؒ کے پاس چلے گئے،لہٰذا تیراہ صاحبؒ کی تعمیل حکم سے صاحب مبارکؒ کربوغہ میں قیام پذیر ہوئے۔

قوم نے صاحبؒ کو رہائش ومسجد کیلئے جگہ بھی دی۔صاحب مبارکؒ نے کربوغہ شریف ضلع ہنگو تحصیل ٹل خیبر پختونخوا میں خانقاہ قائم کی۔ابھی تک آپ کے اہل خاندان یہاں رہتے ہیں۔کربوغہ شریف دوآبہ سے جنوب کی طرف نو کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔علاقہ خٹک کا ایک مشہور اور سرسبز گاؤں ہے۔یہاں کے آڑو زیادہ مشہور ہیں۔صاحب مبارکؒ مجسمۂ علم وعمل تھے اللہ تعالیٰ نے حسن صورت وسیرت وحسن عقیدہ وحسن اخلاق سے نوازا تھا اور درجات عالیہ عنایت فرمائے تھے۔علاقہ کے تمام لوگ بالخصوص اور علاقے سے باہر کے لوگ بالعموم آپؒ کو مثل والد بزرگوار سمجھتے تھے۔یہ سب اقوام آپؒ کے حکم کے تابع تھے،جس بات پر آپؒ ناراض ہوتے وہ کبھی نہیں کرتے تھے۔یہی وجہ تھی کہ لوگ پرسکون اور خوشحال زندگی بسر کرتے تھے۔

صاحب مبارکؒ شریعت وطریقت اور حقیقت وتصوف وسلوک،ذکر واذکار،فکر ومراقبہ اور مسلمانوں کی خدمت میں ہروقت مشغول رہتے۔صاحبؒ کی توجہ کاملہ اس حد تک

کمال کو پہنچ چکی تھی کہ جو بھی طالب مولیٰ آتا آپ کی توجہ سے قید ماسواء اللہ سے آزاد ہو جاتا۔ چند روز میں سیر باطنی مکمل کر کے فنا فی اللہ اور بقاء باللہ کے مقامات حاصل کر لیتا۔ آپؒ اس شخص کو بہت پسند فرماتے۔ جو تزکیہ نفس، طلب علم اور طریقت و سلوک حاصل کرنے کیلئے آتا۔

صاحب مبارکؒ کا امر بالمعروف و نہی عن المنکر و اصلاحی کاروائیاں

صاحب مبارکؒ تمام عمر امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں مصروف رہے۔ صاحبؒ کی مہر پر یہ الفاظ درج تھے:۔ " الداعی بحق اللہ با لخیر مُلا صاحب کربوغہ "
دوسری مہر جو ۱۳۴۷ میں صاحبؒ نے بنایا تھا اس کے الفاظ یہ تھے۔ **لاالہ الا اللہ الملک الحق المبین محمد رسول اللہ صادق الوعد الامین** اور درمیان میں **اللہ حیی** درج تھا۔

قال اللہ تعالیٰ: کنتم خیرامۃ اخرجت للناس تامرون باالمعروف و تنھون عن المنکر ،،. کے مطابق عمل پیرا تھے اور نہی عن المنکر کے باب میں بمطابق حدیث:۔ "من رای منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ "کے درجہ اول پر فائز تھے۔ نماز، روزہ کی پابندی کراتے تھے۔ اس واسطے ہر گاؤں میں محتسب مقرر فرما رکھے تھے۔ جو کوئی پابندی نماز و روزہ میں سُستی کرتا، تو اُسے درے لگاتے تھے اور اس سے بھی سخت سزا دیتے۔ اور یہ حکم ہر خاص و عام کیلئے جاری تھا کہ "بے نمازیوں، جواریوں، سودخوروں اور ناجائز کام کرنیوالوں کو سزا دو،، یعنی ان کو ہرگز معاف نہ کرو۔ صاحب مبارکؒ نے اپنے دور میں ناجائز اشیاء بند کی تھیں۔ ڈھول، باجہ، بانسری وغیرہ کوئی نہیں بجا سکتا تھا۔ حُقے کا پینا (یعنی تمباکو نوشی) بالکل منع تھی۔ داڑھی منڈوانا اور کٹوانا دونوں منع تھے۔ ہر قسم کی نشہ آور چیزیں، کھانے یا پینے والوں کو سخت سزا دیتے مثلاً افیون، چرس، بھنگ۔ تمباکو سے سخت منع فرماتے۔ اور ان چیزوں کی خرید و فروخت اور

کاشت کرنے سے بھی سخت منع فرماتے تھے۔

ضلع کرک میں صاحب مبارکؒ نے تمباکو کے ایک باغ کے تمام پودے جڑ (بیخ) سے اکھڑوادیئے تھے۔ تمام لوگ آپؒ کے خوف اور دبدبہ کی وجہ سے بہت ڈرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ گردونواح کے تمام علاقوں میں ناجائز افعال وکاروبار بند تھے۔

صاحب مبارکؒ ہر قسم کے خلافِ شریعت کام کرنے والوں اور بدعتیوں کو سخت سزادیتے تھے وہ لوگ توبہ کر لیتے یا وطن چھوڑ کر کہیں دور چلے جاتے۔ صاحب مبارکؒ اصلاح معاشرہ کی تمام کاروائیاں محض اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے کرتے تھے۔ اس لئے یہ تمام خرابیاں ختم ہوگئیں اور اسکا نام ونشان باقی نہ رہا جس کام میں اللہ جل شانہ کے رضا کا خیال رکھا جائے اللہ تعالیٰ جل شانہ اُس نیک بندے کی مدد کرتا ہے۔

شاذونادر کسی فرد پر چوری یا سودخوری وغیرہ جرموں کا شُبہ ہوجاتا تو ثبوت ملنے پر اس کو سزادی جاتی۔ اسی طرح اور بہت بُرے ناروا، خلاف شریعت کاموں پر پابندی تھی۔ مثلاً:۔ اگر کسی نے شادی شُدہ عورت اغوا کی۔ آپؒ اس کو جبراً واپس کرواتے۔ آپؒ کے زیر اثر علاقوں میں زانی آپؒ کے ڈر سے روپوش ہوجاتا اور جلاوطنی اختیار کر لیتا۔ حتیٰ کہ بہت سے ایسے بدعمل اور بدکردار لوگ آپؒ کی وفات کے بعد اپنے اپنے علاقوں کو واپس آگئے۔

جبراً واپس کرائے گئے اغواشدہ عورتوں کی تعداد عبدالجلیل صاحب نے پچیس سے زیادہ بیان فرمائی ہے۔ اگرچہ اس میں صاحب مبارکؒ کو بہت مشکلات پیش آئی لیکن آپ دین کی خاطر کوئی پرواہ نہ کرتے تھے۔ اسی طرح منکوحہ عورت اغواء کرنے والے کو کوئی شخص پناہ نہیں دیتا تھا اور اگر کسی کے گھر میں ثابت ہوتا (پایا جاتا) تو ان کے ساتھ ایک مصلحانہ کارروائی کرتے تھے البتہ اگر صاحب مبارکؒ اُس شخص پر قابو نہ پاسکتے تو اس کے حق میں بددعا کرتے.

کہا جاتا ہے کہ زمان خان گرگری والا ایک بارسوخ شخص جو کہ انگریزوں کا خاصا منظور نظر تھا اس نے ایک منکوحہ عورت اغوا کرنے والے کو پناہ دی تھی ۔ جب صاحب کو معلوم ہوا تو منبر پر کھڑے ہو کر وعظ و نصیحت کے بعد بد دعا کی اور اپنے دست ہائے مبارک اللہ جل شانہ کے دربار میں اُٹھاتے ہوئے یہ الفاظ کہے کہ:۔

''یا اللہ تعالیٰ میں آپ سے زمان خان و مجرموں کی موت بندوق سے چاہتا ہوں۔ تین بار یہی بد دعا کی اور لوگوں نے ہر دفعہ بد دعا کرنے پر آمین (باآواز بلند) کہی''۔

ابھی ہفتہ پورا بھی نہیں ہوا تھا کہ زمان خان بمعہ منکوحہ عورت اور اغواء کرنے والا آدمی تینوں کو پہاڑ میں اپنے مدعیان نے مار ڈالا۔ اور اُن سب کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔

صاحب مبارکؒ کے اعلان کے مطابق کوئی ان افراد کا جنازہ نہیں پڑھ سکتا تھا۔ چندروز تک اسی جگہ پڑے رہے آخر کار کافی منت سماجت کے بعد صاحبؒ نے جنازہ کی اجازت دی اور قلیل تعداد میں لوگوں نے نماز جنازہ ادا کی پھر وہ دفن کر دیئے گئے۔ بعض دفعہ ایسا بھی ہوا کہ اغواء کرنے والا آدمی فوت ہو جاتا تو صاحبؒ ان کو برائے عبرت عام مقبرے سے علیحدہ دفن کرتے یعنی سیاسۃً۔ حق پرستی کی یہ شان تھی کہ اگر کسی مسئلہ میں خطا واقع ہوئی تو اطلاع پاتے ہی دوسرے جمعۃ المبارک کے بیان میں رجوع فرماتے اور غلطی کا بالتصریح اقرار فرمالیا کرتے ۔ صاحب مُبارکؒ ہر قسم کے بدعتیوں سے مقابلہ کرتے اس میں اپنے پرائے، امیر و فقیر کا کوئی لحاظ نہیں کرتے تھے، بلکہ آپؒ کی ہیبت اور خوف سے ڈرتے رہتے تھے۔ اگر کوئی خلاف شرع کام کرتا، تو بروز جمعہ برسر منبر ارشاد فرماتے:۔ کہ

''فلاں آدمی نے خلاف شریعت کام کیا ہے۔ اس سے ہر قسم کے معاملات اور لین دین، اس سے ملنا جلنا،، اٹھنا بیٹھنا، خدمت کرنا اور دوستانہ تعلقات ترک کر دیں۔''

صاحب مبارکؒ کے ارشاد کے مطابق تمام گاؤں والے قطع تعلق کر دیتے، حتیٰ کہ اس کے گھر کے افراد بھی اس سے اجتناب کرتے۔ اس مجرم کی زندگی تنگ ہو جاتی اور مجبوراً تائب ہو جاتا۔

صاحب مبارکؒ کی دینی خدمات

صاحب مبارکؒ بڑے پابند شریعت شخص تھے۔ آپ طلباء کو خود درس دینے کو اگر چہ فارغ نہ تھے کیونکہ زیادہ مشاغل میں مصروف رہتے تھے ہر وقت دربار میں لوگ موجود ہوتے تھے جو آپ سے علم روحانی حاصل کرتے لیکن دینی علوم اور درس و تدریس کے باقاعدہ انتظام کیلئے بہت بڑے بڑے علماء کرام آپ کے ہاں موجود تھے۔ علمائے کرام کی نہایت قدر و احترام کرتے اور اپنی اولاد کو بھی یہی سبق دیتے، صاحب کی سرپرستی میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری تھا۔ مختلف ممالک کے سینکڑوں طلبا درس سے مستفیض ہوتے تھے۔ ان علماء کرام میں نوی ملا صاحب کر بوغہ اور ملیز وملا صاحب جیسے نامور علماء کرام بھی شامل تھے ملیز وملا صاحب پہلے نوی ملا صاحب سے سبق پڑھتے تھے اور اس کے بعد دیگر طلباء کرام کو درس دیتے تھے۔ صاحب مبارکؒ کی تمام اولاد نے ان سے ہی علم حاصل کیا۔

علاوہ ازیں صاحب مبارکؒ نے عورتوں کیلئے بھی درس کا انتظام کیا تھا چنانچہ کُرم ایجنسی مخی زئی بنگش نظیر کلے میں ایک نیک صالحہ عورت مسماۃ حافظ بی بی جو کہ پیدائشی اندھی تھی لیکن بڑی فاضلہ تھی۔ صاحب مبارکؒ نے اپنے بڑے فرزند عبدالحق صاحب سے اس کا نکاح کیا۔ تاکہ اس سے ہمارے خاندان کے بچے دینی تعلیم حاصل کر سکے۔ چنانچہ تمام لڑکے اور لڑکیاں اسی سے قرآن مجید، نظم اور فقہ کی کتابیں پڑھتے تھے۔

CS CamScanner

گل آبا صاحبؒ نے ایام بچپن میں قرآن مجید اسی عورت سے حفظ کیا تھا اور فضل حق صاحبؒ کو گل آبا صاحب کا عُرف اسی نے رکھا تھا۔ عبدالجلیلؒ فرماتے ہیں کہ:

''میں نے خود اُن سے سُنا ہے کہ وہ فرماتی تھی کہ ہمارے استاد مولوی سید حسن پیر آف مخی زی بڑے عالم فاضل تھے۔ وہ جب طلباء کو درس دیتے تو میں بھی سُن رہی ہوتی تو صرف ایک دفعہ سماع سے (یعنی سننے سے) اللہ جل شانہ نے میرے سینے میں علوم محفوظ کر رکھے۔''

لہٰذا اسی نیک سیرت بی بیؒ کو اللہ تعالیٰ نے علم تفسیر و علم قرأت اور نظم میں خصوصی برتری عطا فرمائی تھی۔ بڑے بڑے علمائے وقت اُن سے علم قرأت و علم تفسیر کے مسائل میں رُجوع فرماتے تھے۔ صاحب مبارکؒ کے خاندان کی خواتین اور لڑکوں نے اس سے علم حاصل کیا۔ وہ اتنی خداداد صلاحیت اور بصیرت رکھتی تھی کہ روپے پر اُنگلی پھیر کر یا سونگھنے سے معلوم کرتی کہ یہ روپیہ صحیح ہے یا کھوٹا (خراب)۔ یہ عبدالرحمٰن بادشاہ کا روپیہ ہے یا شیر علی خان کا ہے۔

طلباء اور لوگوں کی تعداد زیادہ ہونے پر صاحب مبارکؒ نے ایک بڑی عالی شان مسجد کا سنگ بنیاد رکھ دیا یہ مسجد پہلے لکڑی کی بنی ہوئی تھی۔ دوبارہ صاحبؒ نے پختہ بنانے کا ارادہ فرمایا کہتے ہیں کہ اس وقت صاحب مبارکؒ کے بڑے صاحبزادے عبدالحق صاحب نے آپ سے کہا کہ ہم لوگ فقیر آدمی ہیں، ہمارے پاس اتنا خرچہ کہاں سے آئیگا؟ کیوں اپنے آپ کو تکلیف میں ڈالتے ہیں۔ صاحب مبارکؒ کچھ عرصہ کے بعد اپنے بیٹے عبدالحق صاحب کو باہر لے گئے دونوں باپ، بیٹا جا رہے تھے کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد صاحب مبارکؒ نے ایک پتھر اُٹھا کر اپنے بیٹے عبدالحق صاحب کے ہاتھ میں دے دیا جب بیٹے نے دیکھا تو وہ سونا بن گیا تھا، صاحب مبارکؒ نے اپنے بیٹے کو فرمایا کہ آپ ہمارے ساتھ مسجد کے آباد کرنے میں متفق ہو جائے اللہ جل جلالہ کا تعاون ہمارے ساتھ شامل حال ہوگا۔ چنانچہ عبدالحق کو تسلی

ہوئی صاحب مبارکؒ نے چند دنوں کے بعد پُختہ بنانے کا کام شُروع کیا۔

مسجد کوشروع کرنے کے بعد اللہ تعالی کے فضل وکرم سے کسی چیز کی کمی محسوس نہ ہوئی اس مسجد کیلئے خشت یعنی پکی اینٹ چھپری نریاب اور میانجی خیل سے لاتے تھے۔ کربوغہ کے لوگوں نے مسجد آباد کرانے میں کافی خدمت کی۔ باہر سے بھی لوگ مسجد کے کام کیلئے آتے تھے سنگ مرمر بمبئی سے صمد خان صاحب ماموزی قوم والے نے بھیجے تھے۔ جو صاحب مبارکؒ کے بہت عقیدت مند تھے۔ اس مسجد پر کافی رقم خرچ ہوئی۔ لیکن اللہ تعالی جل شانہ اپنے فضل وکرم سے عطیات عنایت فرماتے۔ کوئی ایک چیز لاتا تو کوئی دوسری چیز۔ حتیٰ کہ ایک عالی شان مسجد تیار ہوئی۔ اس مسجد کے تین بڑے دروازے ہیں۔ درمیانی دروازے کے اُوپر چھوٹا سا سبز پتھر نظر آتا ہے جو کہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے مزار سے ایک فقیر بطور تحفہ لایا تھا۔ اور صاحب مبارکؒ نے مسجد میں تبرکاً لگا دیا۔ وہ پتھر اب بھی موجود ہے۔ اس مسجد کا سنگ بنیاد ۱۳۱۶ھ میں رکھ دیا گیا اور ۱۳۲۱ھ بمطابق ۱۹۰۰ء میں مکمل ہوئی۔ صاحب مبارکؒ نے مسجد کیلئے پانی کا خوب بندوبست کیا۔ جنوب کی طرف پہاڑ کے دامن میں چشمہ سے پکے نالے کا انتظام فرمایا۔ اس مسجد میں دو بڑے تالاب اور غُسل خانوں کا انتظام کیا گیا ہے۔ مسجد کے تکمیل پر فضل حق معروف بہ گُل آباؒ نے چند اشعار لکھے ہیں۔ جو مسجد کی درمیانی دیوار میں سنگ مرمر پر مرقوم ہیں: اشعار ملاحظہ ہو ؎

سپاس مرصمدی راکہ فضل تام نمود — کہ ختم مسجد جامع بصد نظام نمود
بصرف سیم وزر خویش مرشد آفاق — جناب صاحب کربوغہ اہتمام نمود
بہ سعی کاریگر ہوشمند نیک اخلاق — کہ پاس خاطر صاحبؒ بہر مقام نمود

بنام خوانندش عبد المجید بے ادبی است — ولی اشارتی صاحبؒ بدین کلام نمود

بوقت نیک بتاریخ سیزدہ صد سال — چو یک و بیست زیادہ کنی تمام نمود

سمندخان پس از عرصہ دوازدہ سال — برائے صحن زمرمر چہ فیض عام نمود

سکون پذیر بہ بمبئی ز قوم ماموزی است — جہاں ز خوئی خوشش دائما سلام نمود

مراد فضل حق از نظم فخر نام نبود — و لے بطمع دعائے علی الدوام نمود

مسجد کے متصل ایک کتب خانہ بھی بنایا گیا ہے۔کتب خانے پر اُس وقت کافی خرچہ ہوا تھا۔اسمیں کافی کتابوں کے علاوہ بڑی نایاب کتب موجود ہیں جن کو دیکھنے کے لئے علمائے کرام تشریف لاتے ہیں۔اس میں قلمی نسخہ ''تبیان الحقائق'' وغیرہ بھی موجود ہیں۔اس کے علاوہ ایک قلمی نسخہ ''زیادات'' جو کہ فقہی کتاب ہے،اس وقت زیادہ نایاب تھی۔''زیادات'' کا صرف ایک نسخہ اُس زمانے میں اسلامیہ کالج پشاور میں موجود تھا لیکن اس نسخہ کو لینے کی اجازت کسی کو نہ تھی۔

صاحب مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے اس نسخہ کی نقل حاصل کرنے کیلئے وزیر اعلی صاحبزادہ عبدالقیوم ''ٹوپی والا'' سے اجازت لی اور اس غرض کیلئے نوہ ملا صاحب اور ایک فرزندار جمند صاحبزادہ عصام الدین صاحب بھیجے۔ان دونوں نے بیالیس دن میں اس نسخے کی مکمل نقل حاصل کر لی،نوہ ملا صاحبؒ عبارت پڑھتے اور عصام الدین صاحب لکھتے تھے۔وہ بہت خوش نویس تھے،اور اس طرح یہ قلمی نسخہ اپنی کتب خانے میں لے آئے۔''کتاب الزیادات'' امام محمد صاحب کی تصنیف ہے،دو جلدوں پر مشتمل ہے۔نسخہ منقول عنہ قلمی ۲۶۳ ہجری میں لکھی ہوئی تھی۔

اس نسخے کی نقل انہوں نے ۱۳۴۶ھ میں حاصل کی۔کہا جاتا ہے کہ یہ کتاب اور

اس طرح دیگر بڑی بڑی کتابیں ایک فاضل عالم غلام جیلانی صاحب کی ملکیت تھی جب ان کا انتقال ہوا تو اس کی اولاد نے اسلامیہ کالج پشاور کو وقف کر دیں۔ صاحب مبارکؒ کو جس دینی کتاب کی ضرورت محسوس ہوتی تو ہر ممکن کوشش سے اس کو حاصل کرتے حتیٰ کہ اولاد کیلئے دینی کتابوں کا بڑا ذخیرہ جمع کیا۔ گل آبا صاحبؒ نے مدح ملا صاحب کربوغہ اور تاریخِ تعمیر کتب خانہ کے متعلق لکھا ہے: ؎

مقتدائے خاص وعام و ملجاء پیر و جوان
مسند آرائی شریعت والدم غوث زمان
کرد تعمیر کتب خانہ بفضل کردگار
اندریں ایام میموں گشت فارغ زیں مکان
فضل حق تاریخ ختمش چوں زطبع خویش خواست
گفت اے درویش فارغ شو زشغل ایں جہان

(۱۳۳۷ھ)

اس طرح دینی کارناموں کی وجہ سے صاحب مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا فیض اور زیادہ ہوگیا۔ ہر طرف سے لوگ جوق در جوق آپ کے سلسلہ طریقت میں بیعت ہونے لگے۔ صاحب مبارکؒ کا حلقۂ بیعت بہت وسیع تھا۔ آپ کے متعلقین کا سلسلہ ضلع کوہاٹ، ضلع کرک، بنوں، جنوبی وشمالی وزیرستان، کرم ایجنسی، اورکزی ایجنسی، دیر، ملاکنڈ، ڈیرہ اسماعیل خان، لکی مروت، میانوالی اور افغانستان تک پھیلا ہوا ہے۔ دور دراز علاقوں کے لوگ استفتاء کیلئے آتے تھے اور پھر شرعی تحقیق کے بعد وہ محققانہ جواب سے مشرف ہوتے تھے۔ اور اب بھی اللہ جل شانہ کے فضل وکرم سے یہ سلسلہ جاری ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ کیلئے بھی جاری

CS CamScanner

رہیگا۔

ناجائز شہادت کے متعلق صاحب مبارکؒ کی مُصلحانہ کارروائی

صاحب مبارکؒ کا یہ معمول تھا کہ جس شخص نے دوسرے آدمی کے خلاف ناجائز شہادت دی تو اس کا منہ کالا کر کے گدھے پر بیٹھاتے تھے تو وہ اس طرح تائب ہو جاتے کہ دوبارہ ہرگز ناجائز شہادت نہ دیتے تھے۔ صاحب مبارکؒ کی اس مصلحانہ کروائی سے لوگ زیادہ سے زیادہ عبرت حاصل کرتے تھے۔

قرآن مجید کی بے حرمتی پر ایک ہندو کی جلاوطنی

صاحبزادہ عبدالجلیل صاحبؒ فرماتے ہیں:۔کہ

''موضع سروزی علاقہ بنگش میں ایک ہندو دکاندار رہتا تھا۔ وہاں اس کا بڑا اچھا کاروبار تھا اس نے خطا سے یا قصداً ایک آدمی کو قرآن مجید کے ورق مبارک میں تمبا کو دے دیا تھا صاحب مبارکؒ کو اس علاقہ کے علماء کے ذریعہ سے اطلاع موصول ہوئی اور صاحب مبارکؒ کو خبر ملتے ہی کافی صدمہ پہنچا اور غمگین ہوئے۔ آپ نے فوراً اعلان کیا کہ اس ہندو سے خرید وفروخت، لین دین ترک کر دیا جائے اور ساتھ ہی یہ اعلان بھی کیا کہ اس کو ضلع ہنگو سے جلاوطن کیا جائے اس نے قرآن مجید کی بے حرمتی کی ہے۔ اگر کسی آدمی نے اس ہندو کو ضلع ہنگو میں رہنے کیلئے جگہ دی یا اس سے خرید وفروخت کی تو میں اس کے ساتھ مصلحانہ کاروائی کروں گا۔ صاحب مبارکؒ کی آواز تمام گرد ونواح علاقوں تک پہنچ گئی۔ وہاں کے لوگوں نے اس سے لین دین کے تعلقات ترک کر دیئے یہاں تک کہ کوئی ہندو کے قریب بھی نہ جا سکتا تھا اور نہ کوئی آدمی ہنگو تحصیل میں اس کو اپنے ساتھ رکھنے کی جرأت کر سکتا تھا۔ آخر کار وہ مجبور ہو کر گاؤں سروزی سے جلاوطن ہوا۔ علاقہ غیر میں کسی خفیہ جگہ زندگی بسر کرتا رہا۔ چند سال گذرنے کے بعد

صاحب مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے "محمد رفیق صاحب" وفات ہوئے۔ اس ہندو کو کسی نے مشورہ دیا کہ پشتون قوم میں یہ رواج ہے کہ اگر کوئی اُن کے قریبی رشتہ دار کے قبر میں لیٹے تو اگر چہ اس نے زیادہ جرم بھی کیا ہو تو پھر بھی معاف کر دیتے ہیں۔ لہٰذا تم کربوغہ جاؤ اور اس طرح کرو تو صاحب مبارک رحمۃ اللہ علیہ تم کو معاف کر دیں گے۔ ہندو یہ مشورہ پسند کر کے خوشی خوشی کسی ذریعہ سے کربوغہ پہنچا۔ اور اسی طرح قبر میں لیٹ گیا۔ جب صاحب مبارکؒ نے نماز جنازہ ادا کی تو صاحب مبارکؒ نے فرمایا: آؤ ہم محمد رفیق کی قبر دیکھ لیں۔ جب صاحب مبارکؒ وہاں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ قبر میں ہندو لیٹا ہوا ہے، صاحب مبارکؒ نے دریافت کیا: یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا "صاحبؒ! یہ تو وہ ہندو دکاندار ہے جس نے قرآن مجید کے ورق میں کسی آدمی کو تمبا کو دیا تھا، آپ سے معافی چاہتا ہے۔" صاحب مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے جذبات میں آ کر زور دار الفاظ میں فرمایا: "اس پر اسی جگہ خاک ڈالو، محمد رفیق کیلئے دوسری قبر کھودیں۔" بعض جذباتی خادموں نے خاک ڈالنا شروع کی۔ آخر کار خادموں میں سے کسی نے ہندو کو ہاتھ سے پکڑ کر قبر سے نکالا اور ساتھ یہ بھی کہا کہ بھاگو! صاحب مبارک رحمۃ اللہ علیہ تمہیں زندہ دفن کرتے ہیں تم معافی کے خیال میں ہو، یہاں سے بھاگ جاؤ۔

وہ ہندو اپنے نفس پر خائف ہو کر کربوغہ سے روانہ ہوا۔ آخر کار اس نے مجبور ہو کر ہنگو تحصیل سے نکل کر دوسری جگہ خفیہ دکان کھولی۔ یعنی آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دینی حمیت اور غیرت کی وجہ سے اس ہندو کو معاف نہیں کیا کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کے کلام مبارک کی بے حرمتی کی تھی تا کہ آئندہ کیلئے کوئی دوسرا ہندو اس طرح کا کام نہ کر سکے۔ صاحب مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا ہر فیصلہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے اور عوام کو عبرت کیلئے ہوتا تھا۔

ترناؤ عیسیٰ خیل میں ہندو محلّہ و بازار کو جلانا

CS CamScanner

ایک دفعہ صاحب مبارکؒ حج کے لئے جا رہے تھے لیکن کراچی سے حکومت نے واپس کیا کیونکہ اس وقت راستہ غیر محفوظ تھا۔ حج کی ادائیگی کے لئے امن طریق شرط ہے۔ لہٰذا صاحب مبارکؒ براستہ میانوالی واپس ہوئے۔ صاحبؒ کے ساتھ اس وقت اٹھارہ یا بیس خصوصی خلفاء تھے، ان میں ایک قاضی لطیف اللہ عیسیٰ خیل والے بھی تھے۔ رمضان المبارک کی آمد آمد تھی۔ صاحبؒ کا معمول یہ تھا کہ رمضان کے ابتدائی دنوں میں ختم قرآن پاک تراویح میں ادا کرتے تھے۔ قاضی صاحب نے عرض کیا کہ اس سال ختم قرآن مجید یہاں کرائیں۔

چنانچہ صاحب مبارکؒ نے عیسیٰ خیل میں قیام کیا۔ صاحب مبارکؒ نے ادھر اپنے لنگر کا انتظام شروع کیا۔ اتفاقاً اسی وقت وہاں کے قریب ہی ہندوؤں نے موسیقی شروع کردی (یہ ہندوؤں کی رسم ہے) صاحب مبارکؒ نے ہندوؤں کو بعض افراد بھیجے کہ اس کو فی الحال ترک کر دیں۔ ہم ختم قرآن پاک کرتے ہیں۔ اُنہوں نے جواب بھیجا کہ یہ ہمارا مذہبی شعار ہے، اس کو ہم ضرور کریں گے'' یہ (صاحب مبارکؒ) علاقہ خٹک کا ایک فقیر ہے اپنا کام کرے ہمارے ساتھ ان کا کیا تعلق ہے؟ بلکہ کچھ تمسخر واستہزاء بھی کیا۔''

جب ان افراد نے صاحب مبارکؒ کے پاس واپس آکر حالت بیان کی۔ صاحب مبارکؒ نے ہاتھ اُٹھا کر بددعا دی کہ اللہ تعالیٰ ان کو آگ لگا دے۔ تو دن کے دوسرے پہر (نصف نہار) اتفاقاً ہندوؤں کے محلے میں آگ لگ گئی۔ بعض یہ بھی کہتے کہ صاحب مبارکؒ کے خصوصی متعلقین نے ان کے بازار ومحلّہ کو آگ لگا دی۔ بہرحال آگ لگ گئی۔ خدائے پاک کا کرنا تھا کہ اس دن تیز ہوا بھی چل رہی تھی۔ ہندوؤں کا سارا بازار ومحلّہ جل گیا۔

صاحب مبارکؒ بمعہٗ خصوصی افراد براستہ چاپری (چھچالی) روانہ ہوئے۔ سیدھے سید وشریف سوات پہنچے۔ ترناؤ عیسیٰ خیل کے ہندوؤں نے حکومت کو رپورٹ دی۔ کہ ''کربوغہ

CS CamScanner

والے فقیر نے ہمارا سارا بازار و محلّہ جلا دیا۔'' صاحب مبارکؒ سوات میں چند دن قیام کرنے کے بعد وہاں سے روانہ ہوئے حکومت کو بذریعہ سی آئی ڈی اطلاع ملی۔ آخر کار صاحب مبارکؒ واپسی پر کوہاٹ میں گرفتار کئے گئے۔

صاحب مبارکؒ نے حکومت سے کچھ معذوری ورمضان کی وجہ سے تاریخ طلب کی کہ میں عید الفطر کے بعد انشاء اللہ عدالت میں حاضر ہو جاؤں گا۔ حکومت سے صاحب مبارکؒ کو اجازت ملی تو پھر کر بوغہ تشریف لے آئے۔ اس کے بعد تمام لوگوں کو معلوم ہوا کہ عید الفطر کے بعد کوہاٹ میں فلاں تاریخ کو صاحبؒ کی پیشی ہے۔ لہٰذا تاریخ حاضری پر صاحب مبارکؒ کے عقیدت مند کثیر تعداد میں بنوں، وزیرستان اور خٹک سے آئے ہوئے تھے۔ یہ کثیر التعداد ہجوم کوہاٹ کچہری میں داخل ہو گیا۔ صاحب مبارکؒ بھی حسب وعدہ حاضر ہوئے۔ حکومت کے دیگر حکام کے علاوہ لاٹ (انگریزوں کے گورنر) بھی کوہاٹ آئے تھے۔ لاٹ نے صاحب مبارکؒ کو مخاطب ہو کر کہا کہ '' حکومت ہماری ہے۔ اس میں آپ کیوں مداخلت کرتے ہیں۔ کسی کے بازار و محلّہ کو جلاتے ہیں۔ ہمارے سکولوں کو اپنے علاقے میں نہیں چھوڑتے۔ جو کوئی بھی ہماری نوکری کرتا ہے۔ آپ اس سے تعلقات ترک کر دیتے ہیں۔ لہٰذا آپ آئندہ کیلئے ان کاموں سے باز آجائیں۔ ورنہ میں آپ کو جلاوطن کر دونگا۔،،

صاحب مبارکؒ چپ چاپ خاموش بیٹھے ذکر الٰہی میں مشغول تھے کہ اچانک صاحب مبارکؒ نے سر مبارک اُٹھا کر انگریز کو فرمایا: کہ '' میں ان کاموں کو برائے تعزیر سیاسۃً کرتا ہوں تاکہ لوگ بُرائیوں سے باز آجائیں اور اپنے خالق حقیقی کی طرف رجوع کریں اور اسکے تابع ہو جائیں ویکون الدین للہ بس میری یہی طاقت ہے۔ اگر میری اتنی طاقت ہوتی، کہ تمہاری حکومت کا تختہ اُلٹ سکتا، تو اُلٹ دیتا لیکن میں جس طریقے سے ہو سکے، خلق خُدا کی اصلاح

کرتا رہوں گا اور مرتے دم تک اس کام میں کوشش صرف کرتا رہوں گا۔ اگر تمہاری مرضی نہ ہو تو میں وطن سے ہجرت کر کے چلا جاؤنگا لیکن یہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر و دین کے کام کو ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔''

اس واقعہ کیلئے صاحبزادہ عبدالقیوم وزیراعلیٰ (ٹوپی والا) بھی حاضر ہوئے تھے۔ وزیراعلیٰ نے لاٹ کو علیحدہ کر کے کہا کہ کربوغہ کے صاحب مبارکؒ ایسے فقیر ہیں کہ جن کے بیشمار متعلقین ہیں۔ باہر کچہری اسکے متعلقین سے بھری ہوئی ہے قدم رکھنے کی جگہ نہیں۔ صاحب مبارکؒ کے جلاوطن ہونے یا ان کو سزا دینے میں عظیم فتنہ وفساد کا خطرہ ہے۔ ان کو بہر حال بلا سزا چھوڑنا مناسب ہے، دونوں نے مشورہ کیا کہ البتہ کچھ عطیہ دیدیا جائے اگر قبول کرلے تو ہمارے لئے بہت مفید ثابت ہوگا۔ لہٰذا اُنہوں نے صاحب مبارکؒ کو مخاطب ہو کر کہا کہ ہم آپ کے بڑے صاحبزادے عبدالحق صاحب کو گھر پر کچہری دیں گے کہ جو کوئی جرم کرے اس کو آپ چھ مہینے قید اور پچاس روپے جرمانہ بھی کر سکتے ہیں۔ یہ عطیہ آپ کو ہمیشہ کیلئے ہماری طرف سے ہوگا۔ اگر قبول فرمائیں تو ہم بڑے خوش ہوں گے۔ لیکن صاحب مبارکؒ مردِ حق نے انکار کر دیا اور فرمایا:۔ کہ ''یہ بادشاہوں کا کام ہے۔ میں ایک فقیر آدمی ہوں۔'' اور یہ بھی فرمایا کہ اگر میں یہ قبول کروں تو انگریزوں کے ماتحت رہوں گا۔ میرے رشد و ہدایت میں فرق آجائے گا۔ میرے لئے خدا کی طاقت ''واللہ فی عون العبد ما کان العبد فی عونہ'' کافی ہے۔ (یعنی اللہ تعالیٰ انسان کی مدد کرتا ہے۔ جب تک آدمی اللہ کے دین کی خدمت میں مشغول ہو)۔ جب صاحب مبارکؒ نے یہ فرمایا تو انگریز اور وزیراعلیٰ حیران رہ گئے اور صاحب مبارکؒ بری ہو کر واپس لوٹے۔

الحاصل صاحب مبارکؒ کا ہندو کے لئے بددعا کرنا یا آپ کے متعلقین کا آگ

لگا دینا کسی ذاتی رنجش کے باعث نہ تھا بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ صاحب مبارکؒ اللہ جل شانہ کے مقبول بندے تھے آپ قرآن مجید یا دین اسلام کی معمولی توہین اور بے حرمتی کو بھی برداشت نہ کر سکتے تھے۔ خصوصاً جب ہندوؤں نے قرآن کے متعلق استہزاء و تمسخر کیا لہٰذا صاحب مبارکؒ کی زبان سے ان کے حق میں بددُعا کیوں نہ نکلتی۔ یا صاحب مبارکؒ کے متعلقین کیوں بازار کو نہ جلاتے ؟ کیونکہ اس وقت اسلام اور کفر کا مقابلہ تھا۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ اپنی نصرت کے مظاہرے کرتے رہے۔

صاحب مبارکؒ کو بادشاہی تحائف سے محبت نہ تھی

صاحب مبارکؒ کو دنیاوی تکلفات اور سامان تعیش سے نفرت تھی۔ طبیعت میں شرم وحیاء بہت غالب تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ تقریب خداوندی میں آپ کو وہ مرتبہ عطاء کیا گیا تھا، جو بہت سے اولیاء اللہ کو میسر نہ ہوگا۔

عبدالجلیل صاحب بیان فرماتے ہیں کہ:۔

''ایک دفعہ کابل کے بادشاہ نادر خان نے صاحب مبارکؒ کو ایک چغہ جو اُوپر سے نیچے تک مُطلّی بہ سیم وزر تھا، یعنی ایک شاہانہ تحفہ بدست ایک آدمی مسمیٰ سوڑاوزیر بھیج دیا۔ اور ساتھ ہی ایک مکتوب بھی دیا تھا۔ جب صاحب مبارکؒ نے اس شاہی تحفے کو کھولنے کا ارادہ کیا، تو اس وقت صاحب مبارکؒ کی تمام اولاد بھی جمع ہوئی تھی۔ ہر ایک اس کا منتظر تھا اور یہ تمنا تھی کہ صاحبؒ یہ شاہانہ تحفہ کس کو دیں گے؟ آپؒ نے کھول کر پہلے خود پہنا پھر کچھ دیر کے بعد فرمایا کہ:

''ہم فقیروں کو شاہی تحائف سے کوئی نسبت نہیں۔''

صاحب مبارکؒ نے اپنے ایک چرواہے مسمٰی ''مرغانو شیخ'' کو بلا کر اس کو خود پہنایا
۔اس شیخ کا قد ذرا چھوٹا تھا اور چغہ بڑا تھا۔ پھر صاحب مبارک نے خود شیخ (خادم) کے کمر پر
مزری کیساتھ باندھا لیکن وہ پھر بھی لمبا تھا ان سے ایسے ہی لٹک رہا تھا۔ یعنی ایک شاہی تحفہ نہ
خود پہنا اور نہ اولاد کو پہنایا بلکہ ایک مسافر چرواہے کے حوالے کر دیا۔
اس واقعہ کو اس لئے درج کیا گیا تا کہ حرص میں گرفتار مسلمان اس سے عبرت حاصل
کریں اور خاکساری وفقیری اور اللہ تعالیٰ کی رضا اپنائیں۔

صاحب مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا لنگر میں خود خدمت کرنا

صاحب مبارکؒ کے لنگر میں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے خادموں کی کوئی کمی نہ تھی ہر
وقت طالبین حق کی کافی تعداد موجود ہوتی تھی لیکن اس کے باوجود صاحب مبارک رحمۃ اللہ
علیہ خود ہی خدمت میں مشغول رہتے تھے۔ اس کی وجہ صرف غایت تواضع وانکساری اور اللہ
تعالیٰ کی رضا کی طلب تھی اور بمطابق قول شاعر عمل پیرا تھے۔ ؎

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد
ہر کہ خود را دید او محروم شد

اور ایک وجہ یہ بھی تھی کہ:

''ایک دفعہ صاحب مبارک رحمۃ اللہ علیہ اپنے علاقے سے باہر سفر پر تھے۔ اسوقت
صاحبؒ کے آستانے میں طلباء کی کافی تعداد موجود تھی طلباء کو خادموں نے ٹھنڈی وسوکھی روٹی
کھلائی تھی۔ مولانا نجیب اللہ محمد خواجوی صاحب بیان فرماتے تھے کہ میں بھی ان طالب علموں
میں شامل تھا۔ جب صاحب مبارکؒ گھر تشریف لائے۔ صاحب مبارک رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ

تعالیٰ نے بطور الہام آگاہ فرمایا تھا تو صاحب مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے بلا کر فرمایا کہ مولانا نجیب اللہ ! میں دوبارہ سفر پر نہیں جاؤں گا اور طلباء اور مہمانوں کو روٹی وغیرہ اپنے ہاتھ سے دیا کروں گا مجھے کسی ذریعے سے معلوم ہوا ہے کہ تم (طلباء) کو خادموں نے سوکھی روٹی کھلائی ہے۔ مولانا نجیب اللہ صاحب کہتے تھے کہ اس کے بعد صاحب مبارک رحمۃ اللہ علیہ بنفسِ نفیس مہمانوں کی خدمت کیا کرتے تھے اور اولاد کو بھی اس کی تلقین کرتے تھے۔'' اسی روز اور اسی وجہ سے صاحب مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد بہر حال لنگر کی خدمت خود ہی کرتے ہیں۔

صاحب مبارکؒ کے دینی غیرت کا ایک واقعہ

صاحبزادہ عبدالجلیل صاحب فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ سخت گرمی (ہاڑ کے موسم) میں رمضان المبارک کا مہینہ آیا، عصر کی اذان ہو چکی تھی۔ نماز سے پہلے ایک آدمی نے صاحب مبارک رحمۃ اللہ علیہ کو اطلاع دی کہ منکوٹ سے ایک آدمی نے منکوحہ عورت اغواء کی ہے۔ جو کل صبح کربوغہ کے راستے سے علاقہ غیر کی طرف جائیں گے۔ صاحب مبارکؒ یہ سنتے ہی آگ بگولہ ہوئے اور لوگوں کو بلا کر معمول سے پہلے نماز عصر ادا کی۔ اس کے بعد صاحب مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے سبز رومال سے اپنی کمر باندھ لی۔ اور موقع پر موجود اپنے بیٹوں اور دیگر خصوصی افراد کو فرمایا کہ تم سب میرے پیچھے آئیں۔ صاحب مبارک مردِ مجاہد نے رات بھر عبادت میں گذاری تھی، دن بھر روزہ رکھا تھا حالت ضعف کے علاوہ بدن میں علالت بھی موجود تھی لیکن ان تمام تکالیف کے ساتھ ساتھ جب یہ خلاف شرع بات سنی تو جذبہ جہاد کی وجہ سے اپنی جگہ ٹھہرنا کب برداشت کر سکتے تھے؟ لہٰذا فوراً صاحب مبارک رحمۃ اللہ علیہ سب سے آگے پیدل روانہ ہوئے۔ پھر کافی دیر کے بعد صاحبؒ کے بعض صاحبزادوں نے بھی روآنہ ہونے کی تیاریاں شروع کیں۔ اس وقت صاحب مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان

میں سات گھوڑے موجود تھے۔صاحب مبارکؒ کی اولاد ان پر سوار ہوکر روانہ ہوئی۔ جب آپ کے پاس پہنچ گئے تو بڑے صاحبزادے عبدالحق صاحب نے صاحب مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے نرم لہجے میں کہا کہ آپ خود نہ جائیں، گرمی کا موسم ہے، آپ کو تکلیف ہے ہمیں حکم فرمائیں۔صاحب مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فرزند کی باتیں سن کر فرمایا:

''میں خود اس لئے جاتا ہوں کہ شاید تم سے سستی ہو جائے۔''

بیٹے نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بالکل سستی نہ ہوگی۔

صاحب مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے زوردار الفاظ میں فرمایا کہ اگر تم سچ مچ میری اولاد ہو، تو ان دونوں کو جس جگہ پاؤ ٹکڑے ٹکڑے کر دو، میں زندہ ہوں اور میری زندگی میں اس پلید آدمی نے یہ جرأت کیسے کی؟ کہ منکوحہ عورت کو اغواء کیا اور پھر کربوغہ کے راستے علاقہ غیر چلے گئے۔میرے بچو! تم اس طرح کرو جیسے میں حکم دیتا ہوں۔پھر میں جانوں اور فرنگی حکومت۔(اس زمانے میں انگریزوں کی حکومت تھی) اُن کو ہر حالت میں میرے پاس پہنچاؤ، جاؤ! بہ امان خدا۔

صاحب مبارکؒ یہ تاکید اور وصیت کر کے خود ہی بمعہ بعض افراد کربوغہ کی طرف واپس ہو گئے۔آپؒ کی اولاد آگے روانہ ہوئی۔رات کو ڈول وراغہ(ایک جگہ کا نام ہے) کو پہنچے لیکن مجرم آگے نکل گیا تھا اس کو راتوں رات کسی ذریعہ سے اطلاع ملی تھی کہ تمہارے پیچھے صاحب مبارکؒ کی اولاد کمر باندھے ہوئے ہیں اور وہ تمہیں پکڑنے کی ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں۔لہٰذا ملزم کو یہ معلوم ہوتے ہی بمقام آدھ میلہ علاقہ خوئیداد خیل میں عورت کو چھوڑ کر خود علاقہ غیر ''تیراہ'' کی طرف اندھیری رات میں روانہ ہوا۔ادھر عورت نے ڈر کے مارے ایک گھر میں امان طلب کی اور وہاں پر رات گذاری۔

دوسرے دن جب صاحبزادے وہاں پہنچے تو معلومات کرنے پر پتہ چلا کہ ملزم راتوں رات کہیں بھاگ چکا ہے اور عورت یہاں چھوڑی ہے۔ لہٰذا اس گھر والوں نے عورت کو (بہ عہد جان بخشی) صاحبزادگان کے سپرد کردیا۔ اس کے بعد صاحبزادگان عورت کو اسی دن کربوغہ واپس لے آئے اور صاحب مبارکؒ کے حوالے کردی۔ آپؒ بہت خوش ہوئے اور اپنی اولاد کو سینے سے لگا کر شاباش دی۔

صاحبزادہ عبدالجلیل صاحب فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد معلوم نہیں کہ صاحب مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے اس عورت کو کس کے حوالے کیا۔

جب کبھی بھی حکومت کو مشکلات پیش آتی تو صاحب مبارکؒ کے مشورے اور سہارے پر حل نکالتے. (عجب خان آفریدی کا واقعہ)

صاحب مبارک رحمۃ اللہ علیہ انگریزوں کے سخت مخالف تھے جیسا کہ تاریخ کے صفحات اور انگریز کے اعترافات خود گواہ ہیں۔ صاحب مبارک کی طبیعت کا انہیں علم تھا۔ لیکن بعض اوقات صاحب مبارکؒ اگر حکومت کا ساتھ دیتے تو اس میں محض اپنے مسلم بھائیوں کی خیرخواہی مدنظر ہوتی۔ چنانچہ عجب خان آفریدی ایک غیرت منداور مشہور جوان تھے۔ ہر ایک نے شاید اس کا نام سنا ہوگا۔ وہ حکومت کی بڑی مخالفت کرتے تھے بلکہ کئی بار عجب خان نے انگریزوں کے خلاف لڑائی چڑھائی بھی کی۔ ایک دفعہ عجب خان نے 'مس ایلس' کو کوہاٹ چھاؤنی سے اغواء کیا اور 'ایلس' کی ماں کو قتل کیا۔ انگریز 'مس ایلس' کے اغوا ہونے پر کافی پریشان تھے حکومت کو پتہ چلا کہ ''مس ایلس'' علاقہ آفریدی میں ہے۔ انگریزوں نے قوم آفریدی کو دھمکی دی: کہ

''اگر عجب خان آفریدی نے ''مس ایلس'' کو بخیر وعافیت واپس نہ کیا تو حکومت 'قومِ

آفریدی' کو تباہ کر دے گی۔"

انگریزوں نے یہ اعلان جاری کیا کہ جس راستے عجب خان آفریدی علاقہ آفریدی چلا گیا ہو، جس جگہ رات بسر کی ہو، جس جگہ اس نے قیام کیا ہو اور جس جگہ وہ مقیم ہو۔ اس سب علاقے پر بمباری کریں گے۔ قوم آفریدی کے معتبرین ومعززین نے عجب خان آفریدی کو بٹھا کر مشورہ کیا کہ آپ پر اور زمین تنگ ہوگئی تھی۔ کہ آپ نے حکومت سے چوری کی۔ اور مال ومتاع کی بجائے آپ نے عورت کو اغوا کیا لہٰذا یہ عورت حکومت کو واپس کر دو ہم آفریدی قوم تمہارے ساتھ کسی قسم کی امداد نہیں کریں گے اور نہ کر سکتے ہیں۔

آخر کار عجب خان سمجھ گیا کہ یہاں پر ٹھہرنا میرے لئے ٹھیک نہیں ایسا نہ ہو کہ میرے ساتھ قوم بھی ذلیل وخوار ہو جائے۔ وہاں سے روانہ ہو کر سیدھا قوم "ماموزی" اخونزادہ صاحب محمود (تیراہ اورکزئی) کے پاس چلا گیا اور اُن کے زیرِ سایہ رہنے لگا۔ صاحبزادہ صاحب محمود تمام قبائل کا بادشاہ تھا۔ وہ جو فرمان جاری کرتا قبائل اسے بسر وچشم قبول کرتے۔

حکومت کو کسی ذریعہ سے پتہ چلا کہ عجب خان نے تیراہ میں "امان" طلب کی ہے۔ انگریزوں نے شہر پشاور میں ایک عظیم الشان کانفرنس منعقد کی۔ اس میں آفیسران حکومت کے علاوہ بڑی بڑی ریاستوں کے نوابوں، خان خوانین، ٹیری وغزنی خیل کے سرکردہ لوگ اور کوہاٹ کے اعلیٰ افسران نے بھی شرکت کی، لارڈ سٹیج پر کھڑے ہوئے اور تقریر شروع کی، تقریر میں سب سے پہلے یہی الفاظ کہے:

"اگر مس ایلس واپس نہ کی گئی تو یاد رکھو، میں سب پر گولی چلاؤں گا۔ اگر تم حاضرین کانفرنس 'ایلس' کی واپسی کی کوئی صورت نکال سکتے ہو، تو تمہیں اجازت ہے۔ ورنہ پھر تمہارا کوئی عذر قابل قبول نہ ہوگا۔"

اُن بڑے بڑے معتبرین ومعززین نے لارڈ کو یہ مشورہ دیا کہ آپ لوگ ان پر تشدد کی راہ اختیار نہ کریں، تیراہ کا بادشاہ اخونزادہ محمود صاحب، صاحب مبارک رحمۃ اللہ علیہ (کربوغہ شریف) کے پکے مرید اور خاص متعلقین میں سے ہیں۔ پیرو مرید کے درمیان بڑی محبت وپیار کا رشتہ ہوتا ہے۔ لہٰذا ہم کربوغہ صاحبؒ سے درخواست کریں گے۔ اُمید ہے کہ کام ہو جائیگا اور ساتھ یہ بھی کہہ دیں گے کہ ہمارے ساتھ اپنے صاحبزادوں کو بھیج دیں کیونکہ کربوغہ صاحبان کے علاوہ محمود صاحب کیساتھ اس بات کے متعلق کوئی گفتگو نہیں کرسکتا۔

اس سے پہلے ایک جرگہ بقیادت میاں گل بادشاہ صاحب (والی سوات سیدو شریف) تیراہ کے محمود صاحب کے پاس گیا تھا لیکن مس ایلس واپس نہ کی گئی۔

لارڈ کو اُن کا مشورہ پسند آیا۔ پشاور سے ایک کثیر التعداد وفد کی صورت میں جن میں نواب صاحب شادخان ٹیروی وجہانگیر ڈپٹی غزنی خیل مروت اور سکندر شاہ میاں صاحب بھی شامل تھے۔ دوآبہ سے گھوڑوں پر سوار ہوکر کربوغہ شریف آپہنچے۔ جمعہ کا دن تھا صاحب مبارکؒ کے لنگر میں ان تمام معززین نے کھانا کھایا۔ صاحب مبارکؒ کا فقیرانہ دربار جو حقیقت میں شاہانہ دربار سے اعلیٰ تھا۔ جب اُنہوں نے دیکھا تو پہلے آپس میں مشورہ کیا کہ صاحب مبارکؒ کے ساتھ نواب صاحب شادخان بات چیت کریں گے۔ صاحب مبارکؒ کی تمام اولاد کو جمع کیا گیا۔ صاحب مبارکؒ خود بھی موجود تھے۔

نواب صاحب شادخان نے کھڑے ہوکر کہا کہ دراصل واقعے کا پس منظر یوں ہے کہ "عجب خان آفریدی نے مِس ایلس کو اغوا کیا ہے۔ اگر انگریزوں کی تمام حکومت ختم ہو جاتی تو وہ اتنے پریشان نہ ہوتے جیسا کہ وہ اس واقعہ سے پریشان ہے۔ لہٰذا سرحد کے تمام رہنماؤں کو لارڈ (گورنر) نے پشاور آنے کو کہا تھا۔ جس میں، میں بھی موجود تھا۔ لارڈ (گورنر

مس ایلس'' کو) نے زوردار الفاظ میں کہا کہ ''آپ سب رہنما یہ کوشش کریں کہ عجب خان ''مس ایلس'' واپس کردیں ورنہ بصورت دیگر میں تمام تیراہ پر بمباری کروں گا۔'' اور ساتھ ہی ہمیں یہ کہا کہ آپ سب لوگ اس لئے بلائے گئے ہیں کہ اگر ہم نے بمباری کو عملی جامہ پہنایا تو پھر آپ کی کوئی عذر قبول نہ ہوگی۔'' لہٰذا ہم سب نے لارڈ ماؤنٹ بٹن کو یہ مشورہ دیا کہ ہم سب کربوغہ صاحب کے پاس چلے جائیں گے۔ان کے سہارے اور مدد سے یہ کام ہو جائے گا۔لہٰذا ہم تمام جرگہ صاحب مبارک کی خدمت میں مؤدبانہ گذارش کریں گے کہ صاحب مبارک ''مس ایلس'' کی بازیابی میں کوشش کریں اور اگر صاحب مبارک نے اس کام میں دلچسپی نہ لی تو عظیم فساد برپا ہو جائے گا اور تیراہ میں ہمارے مسلمان بھائیوں اور صاحب مبارک کے متعلقین کو نقصان پہنچ جائیگا۔''

اس مشورہ کے بعد ہم تمام جرگہ جناب کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ہیں اور آپ کو سارے واقعات بیان کئے اور ساتھ ہی مؤدبانہ گذارش کرتے ہیں کہ صاحب مبارک ہمارے ساتھ اپنے بڑے صاحبزادے عبدالحق صاحب اور صاحبزادہ عبدالرحیم صاحب دونوں کو بھیج دیں تاکہ مس ایلس کی واپسی میں ہمیں کوئی دشواری پیش نہ آئے۔ صاحب مبارکؒ نے محض مسلمان قوم کی خاطر عموماً اور خصوصاً اپنے پیر خانے تیراہ صاحب کی آبرو کو، مدنظر رکھ کر اس وفد (جرگہ) کو تسلی دی کہ ان شاء اللہ تعالیٰ میں اپنے دو فرزند صبح تمہارے ساتھ بھیج دوں گا۔جب یہ بات طے ہوئی تو وفد نے صاحب مبارک رحمہ اللہ سے خصوصی دعا کرانے کی التجاء کی۔صاحب مبارک رحمہ اللہ نے انہیں دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا۔جہانگیر خان، شادخان، سکندر شاہ میاں صاحب وغیرہ نے صاحب مبارک رحمہ اللہ کے ساتھ رات گذاری۔ صاحب مبارک رحمہ اللہ نے اپنے بڑے بیٹے صاحبزادہ عبدالحق

صاحب کو فرمایا:

''سب سے پہلے تیراہ صاحب کے فرزند محمود صاحب کو میری طرف سے دعا و سلام عرض کرو۔ اور اس کے بعد یہ کہو کہ میں انگریز کا خادم نہیں ہوں بلکہ اپنے مسلمان بھائیوں کا خیر خواہ ہوں لیکن مس ایلس کی عدم واپسی پر عظیم فساد اور خون خرابہ کا بے حد خطرہ ہے۔ اور ساتھ ہی کچھ نصیحت بھی کی کہ وہ وہاں پہنچ کر اس کو بیان کریں۔''

لہٰذا صبح صاحب مبارکؒ کے دونوں فرزندان اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر بمع اپنے خصوصی خدام جیسے تمیس شیخ کربوغہ والا اس وفد کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ بمقام ''شناوڑی'' جس پر تیراہ کو جانے کا راستہ ہے وہاں تقریباً 53 انگریز ان کے استقبال کیلئے کھڑے تھے۔ حکومت کے افسران اعلیٰ کے علاوہ لارڈ (گورنر) بھی بذات خود موجود تھا تمام کے تمام ادب و احترام کے ساتھ صاحبزادگان صاحبان سے مل گئے۔

تمیس شیخ صاحب کا بیان ہے کہ:۔

''لارڈ نے عبدالحق صاحب کے گھوڑے کی گردن کے بال پکڑے ہوئے تھے اور خود پیدل چل رہا تھا اور عبدالحق صاحب کو بار بار کہہ رہا تھا کہ ''صاحبزادہ صاحب کوشش کرو، زیادہ کوشش کرو کہ 'مس ایلس' صحیح سلامت واپس آجائے۔''

الغرض صاحب مبارکؒ کی اولاد بمعہ خُدام اور تین نوابان صاحبان، جہانگیر ڈپٹی، شادخان اور سکندر شاہ صاحب بذریعہ گھوڑوں شناوڑی سے روانہ ہو کر بمقام ماموزی تیراہ پہنچ کر محمود صاحب سے ملے۔ صاحبزادہ عبدالحق صاحب نے محمود صاحب کو علیحدگی میں صاحب مبارکؒ کی طرف سے سلام و دعا عرض کرنے کے بعد کہا کہ ہم فقیر لوگ ہیں، حکومت کے ساتھ مقابلہ کرنے کی ہم میں طاقت نہیں ہے۔ اور اگر ہم ضد کریں تو اس میں ہمارا سراسر

نقصان ہے فائدہ کچھ بھی نہیں۔اور ساتھ ہی یہ آیت کریمہ بھی تلاوت کی:۔

" ان الملوک اذا دخلوا قریۃً افسدوھا و جعلوا اعزۃ اھلھا اذلۃ و کذٰلک یفعلون "ط (ترجمہ) اس میں شک نہیں کہ بادشاہ جب داخل ہوتے ہیں کسی بستی میں تو اسے برباد کردیتے ہیں اور بنا دیتے ہیں وہاں کے معزز شہریوں کو ذلیل، اور یہی ان کا دستور ہے۔

لہٰذا اس بناء پر ہم آپ کو مشورہ دیتے ہیں کہ "ایلس" کو واپس کردیں پہلے تو محمود صاحب گرم تھے۔ کچھ بھی نہیں مانتے تھے۔لیکن عبدالحق صاحب کے کافی وعظ ونصیحت کرنے کے بعد محمود صاحب کی توجہ مبذول ہوئی اور عبدالحق صاحب کی رائے کو پسند کیا۔محمود صاحب نے مِس ایلس کی واپسی پر چند شرائط پیش کیں۔عبدالحق صاحب نے شادخان وجہانگیر ڈپٹی اور سکندرشاہ میاں کے ساتھ محمود صاحب کی جائز شرائط کے متعلق گفتگو کی۔جو حکومت کی طرف سے مجاز تھے۔انہوں نے یہ شرائط قبول کیں اور "مِس ایلس" اس وفد کے ساتھ واپس ہوئی۔الغرض:

صاحب مبارکؒ کے لاڈلے فرزند کی برکت سے حکومت کی یہ مشکل حل ہوئی۔اور تمام تیراہ کے مسلمانوں کو ایک عظیم فتنہ وفساد سے بچالیا گیا۔(بزرگوںؒ کی دُعائیں اور مساعی اللہ جل جلالہ کے دربار میں قبول ہوتی ہیں۔)

صاحب مبارکؒ کا ایک اور عجیب واقعہ

صاحب مبارکؒ کے شیخ حضرت ولی اللہ عرف تیراہ صاحب کی وفات کو بارہ سال گذر چکے تھے کہ صاحب مبارکؒ نے ایک دفعہ خواب دیکھا کہ "تیراہ صاحب مجھے فرمارہے ہیں کہ پانی میرے نزدیک پہنچ گیا ہے آپ میرا بندوبست کریں"۔

یہ خواب صاحب مبارکؒ نے مسلسل تین رات دیکھا۔ تیسری بار دیکھنے کے بعد صاحب مبارکؒ کو معلوم ہوا کہ یہ اضغاث احلام میں سے نہیں بلکہ صحیح خواب ہے۔ صاحب مبارکؒ صبح ہوتے ہی فوراً تیراہ روانہ ہوئے۔ ماموزئی سامے پہنچ کر تیراہ صاحبؒ کے تمام خاندان کو جمع کر کے فرمایا کہ میں نے اس طرح مسلسل تین رات خواب دیکھا ہے۔ تیراہ صاحب مبارکؒ کی اولاد نے صاحب مبارکؒ کو کہا کہ آپ کی صداقت پر ہمیں یقین ہے۔ جس طرح آپ کی مرضی ہو ویسا ہی کریں ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ چنانچہ صاحب مبارکؒ کے حکم پر کاریگروں نے تیراہ صاحبؒ کی قبر کو کھودنا شروع کیا جب قبر سے مٹی اور پتھر وغیرہ ہٹائے گئے تو تیراہ صاحبؒ کی لاش مبارک ظاہر ہوئی اور پانی ان کے صندوق کے قریب پہنچ چکا تھا۔ تیراہ صاحبؒ کا جسد پاک نکال کر کاریگروں نے قبر کی پختگی شروع کی تاکہ پانی کا راستہ بند ہو جائے۔ جسد پاک کو تیراہ صاحبؒ کی خصوصی خلوت میں رکھ کر صاحب مبارکؒ نے فرمایا کہ میں اس کے ساتھ اکیلا دن رات رہوں گا میرے ساتھ کوئی بھی نہ ہوگا۔

صاحب مبارکؒ فرماتے تھے کہ تیراہ صاحبؒ کی لاش کو دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ابھی ابھی تازہ تابوت میں رکھی گئی ہے یعنی لاش میں ذرا بھر فرق بھی نہیں آیا تھا۔ صاحب مبارکؒ یہ بھی فرماتے تھے کہ میں لاش کے پاس بیٹھا ذکر و فکر میں مشغول تھا۔ جب کافی وقت گذرا تو تیراہ صاحب نے اپنا سر مبارک کفن سے نکال کر میرے ساتھ گفتگو شروع کی۔ مجھے تیراہ صاحبؒ نے تین باتیں بتائیں۔ صاحبزادہ عبدالجلیل صاحب فرماتے ہیں کہ:۔

''دو باتیں صاحب مبارکؒ نے کسی کو نہیں بتلائی تھیں۔ منجملہ ان میں سے ایک بات یہ تھی کہ تیراہ صاحبؒ نے صاحب مبارکؒ کو فرمایا کہ میں نے آپکو دو طریقے یعنی قادریہ ونقشبندیہ کی خلافت زندگی میں دی تھی۔ لہٰذا اب سہروردیہ و چشتیہ میں آپ کو اجازت وخلافت دیتا

ہوں۔یعنی آپ میری طرف سے ان دونوں طریقوں میں بھی مُجاز ہیں۔صاحبؒ فرماتے تھے
اس کے بعد گفتگو بند ہوئی۔،،

جب صبح ہوئی تو قبر کی پختگی مکمل ہو چکی تھی۔تیراہ صاحبؒ کی جسد اقدس اپنی جگہ پر رکھ کر قبر بنادی گئی۔پھر صاحب مبارکؒ وہاں سے فارغ ہو کر اپنے وطن کر بوغہ تشریف لائے۔

اس بارے میں بڑے بڑے علماء کرام کے ساتھ صاحبؒ نے گفتگو کی کہ تیراہ صاحبؒ نے میرے ساتھ اس طرح یہ گفتگو کی ہے اور سہروردیہ، چشتیہ کی اجازت بھی مجھے دی ہے۔اس کے متعلق علماء کرام نے کتابیں مطالعہ کیں۔کافی مطالعہ کے بعد علماء کرام اس نتیجے پر پہنچے کہ صاحب مبارکؒ کو عرض کیا کہ واقعی اولیاء اللہ بطور کرامت بعد از وفات بھی باتیں کر سکتے ہیں اور طریقت کے بارے میں علماء کرام نے صاحبؒ سے کہا کہ بغیر شک وشبہ یہ دونوں طریقے آپ کیلئے خاص نوعیت کے ہیں۔البتہ ان دونوں طریقوں کی اجازت آپؒ کسی اور کو نہیں دے سکتے کیونکہ یہ بات بعد الموت سے تعلق رکھتی ہے۔

نوٹ

تعجب اس بات کی ہے کہ تیراہ صاحب نے صاحب مبارکؒ کو ان دو طریقوں میں اجازت فرمائی۔اور اس میں تیراہ صاحبؒ کی یہ کرامت تھی کہ انہوں نے بعد از وفات صاحب مبارکؒ سے گفتگو کی اور اس میں کوئی بُعد نہیں، اور نہ ہونا چاہیئے کیونکہ اللہ جل شانہ، بڑا مہربان ہے نیک بندوں پر۔حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ قرۃ العینین میں تحریر فرماتے ہیں:۔

عن یحیٰ بن ایوب الخزاعی قال سمعت من یذکر عمر بن الخطاب انہ ذھب الیٰ قبر شابٍ فناداہ یا فلان و لمن خاف مقام ربہ جنتٰن فاجابہ الفتی من داخل القبر یا عمرؓ قد اعطانیھا ربی فی الجنۃ مرتین و القصۃ بطولہ معز و لا

بن عساکر ۱۲

(قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین صفحہ ۹۷و۹۸ وانظر تاریخ دمشق لابن عساکر ص ۳۰۷ ج ۴۸ وتفسیر ابن کثیر ص ۲۷۹ ج ۲ من غیر ذکر قدح فی السند)

ترجمہ:۔ یحیٰ بن ایوب خزاعیؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت فاروق اعظم نے ایک نوجوان کی قبر پر جا کر فرمایا کہ جو شخص اپنی زندگی میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہا تو اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ اس کو جنت میں دو باغ دے گا۔(ولمن خاف مقام ربہ جنتان. سورۃ رحمان :۴٦)اس نوجوان نے اپنی قبر سے جواب دیا:۔

''اے فاروق اعظمؓ مجھے تو پروردگار نے ایسے باغ دومرتبہ عنایت فرمائے ہیں۔''اس دراز قصے کو حافظ ابن عساکرؒ نے بھی بیان فرمایا ہے ۔(کرامات صحابہؓ مؤلفہ اشرف علی تھانویؒ ص ۳۰،۳۱)

حضرت مولانا اشرف علی صاحبؒ تھانوی حضرت ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ص نمبر ۹۱ پر لکھتے ہیں۔

ترجمہ: ''حضرت ربعی بن حراش کہتے ہیں کہ ہم چار بھائی تھے اور ہمارے بڑے بھائی حضرت ربیعؓ پکے نمازی اور بڑے روزہ دار تھے۔سردیوں گرمیوں میں بھی وہ نوافل پڑھتے اور روزے رکھتے تھے جب ان کا انتقال ہوا تو ہم سب ان کے آس پاس اکٹھے تھے اور ہم ان کے لئے کفن کا کپڑا لینے آدمی بھی بھیج چکے تھے کہ ایک مرتبہ انہوں نے اپنے منہ سے کپڑا اٹھا کر کہا''السلام علیکم'' ہم لوگ جو عبسی قوم سے تعلق رکھتے ہیں جواب دیا:۔وعلیکم السلام برادران عبس۔''کیا موت کے بعد بھی تم بات چیت کر سکتے ہو؟''

حضرت ربیعؒ نے جواب دیا:''ہاں۔!تم سے جدا ہو کر جب میں پروردگار عالم سے ملا تو میں نے اسے غضبناک نہیں دیکھا۔ اس نے مجھ پر رحمتوں کے بادل برسا کر جنت کی

CamScanner

خوشبوئیں، جنت کی روزی جنت کے لباس اور دبیز ریشمی کپڑے مرحمت فرمائے۔ سنو! حضرت ابوالقاسم رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری نماز پڑھانے کیلئے منتظر ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ بس اور دیر مت لگاؤ جلدی کرو۔'' پھر اس کے بعد وہ اس طرح ہو گئے جیسے کسی طشت میں ایک کنکری گر جائے یعنی تھوڑی دیر کے لئے ان کی زبان نے حرکت کی۔ اور پھر وہ بالکل خاموش اور بے جان ہو گئے اور پھر ان کے کفن دفن کا انتظام کیا گیا۔ یہ قصہ جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو سنایا گیا تو آپؓ نے فرمایا: ''ہاں مجھے یاد ہے۔ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میری اُمت میں ایسے آدمی بھی ہیں جو مرنے کے بعد گفتگو کرتے ہیں۔'' اس واقعہ کو حلیہ میں بھی بیان کیا گیا ہے۔ ۱۲

(ملاحظہ ہو ''کرامات صحابہؓ'' ص ۸۷، ۸۸ مؤلفہ اشرف علی تھانویؒ بحوالہ "الرحمۃ المھداۃ" مطبوعہ ''فاروقی'' دہلی ص ۳۰۳)

''کرامت ۹: حضرت زید بن خارجہ بن زید ابن ابی زبیر انصاری خزرجیؓ '' نمبر ۹۴ پر لکھتے ہیں جس کا ترجمہ درج ذیل ہے:۔

''حافظ حدیث ابن حجرؒ نے تہذیب التہذیب میں لکھا ہے کہ زید بن خارجہ وہ شخصیت ہیں۔ جنہوں نے مرنے کے بعد بھی گفتگو کی۔ اس کو ابن سعد، ابن ابی حاتم، امام ترمذی، یعقوب ابن سفیان، بغوی، طبری اور ابو نعیم وغیرہ نے بیان کیا ہے: زید بن خارجہ نے خلافت سوم میں داعی اجل کو لبیک کہا۔''

تہذیب التہذیب کی حاشیہ پر لکھا ہوا ہے کہ اس قصہ کی سند حضرت نعمان بن بشیر نے اس طرح بیان کی: کہ

''زید بن خارجہؓ کے انتقال کے بعد ان کی نماز جنازہ پڑھانے کیلئے خلیفہ سوم حضرت عثمانؓ کی تشریف آوری کا انتظار تھا۔ میں نے کہا: لاؤ! اتنی دیر میں دو رکعت نفل پڑھ لیتا ہوں۔ ادھر میں

نماز میں لگا رہا۔ اور ادھر زید بن خارجہؓ نے اپنے منہ پر سے کپڑا ہٹا کر کہا: "**السلام علیکم یا اهل البیت!**" سب لوگوں سے ان کی گفتگو ہو رہی تھی۔ اور میں سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ پڑھ رہا تھا۔ زید بن خارجہؓ نے دوران گفتگو میں کہا: "لوگو! بالکل خاموش ہو جاؤ۔ سنو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث شریف میں فرمایا ہے:۔ سب سے پہلے سچے حضرت ابو بکر صدیقؓ تھے جو جسمانی طور پر تو دُبلے پتلے تھے مگر اللہ تعالیٰ کے احکام کے اجراء میں بڑے طاقتور اور قوت والے تھے۔ اور اس کے بعد حضرت عمر فاروقؓ سب سے زیادہ سچے تھے۔ وہ جس طرح مضبوط بدن کے مالک تھے اسی طرح احکام خداوندی کے اجراء میں بھی بڑے سخت اور بہت کھرے تھے۔ اور اب حضرت عثمان بن عفانؓ جن کی خلافت کے دو برس بیت گئے ہیں اور چار سال باقی ہیں، یہ بھی سچ اور صداقت کا مجسمہ ہے۔ ان کے دور خلافت میں تمام معاملات اور اشیائے محفوظ پر فتنوں کا دباؤ ہے اور اُریس کے کنوئیں کو تو تم لوگ جانتے ہی ہو۔ جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگوٹھی حضرت عثمانؓ کے ہاتھ سے گر گئی تھی اور اسی دن سے فتنہ وفساد کے دروازے کھل گئے تھے۔ اور اے عبداللہ بن رواحہ! تم پر خُدا جل شانہ کی سلامتی ہو۔ کیا تم کو خارجہ اور سعد کے حالات معلوم نہیں۔ اس کے بعد وہ بالکل خاموش ہو گئے۔ میں تو نماز سے فارغ ہو کر یہ تمام باتیں سُن ہی رہا تھا، کہ حضرت عثمانؓ نے تشریف لا کر نماز جنازہ پڑھا دی۔"

اس واقعہ کو کئی طریقوں سے حضرت نعمان بن بشیرؓ اور دوسرے حضرات نے بیان فرمایا ہے۔ تفصیل کیلئے دیکھو "تهذیب التهذیب" جلد سوم ص ۴۱۰ تا ص ۴۱۳، کرامت صحابہ صفحہ ۹۰ تا ۹۲۔

حافظ ابن حجر تقریب التهذیب میں ص ۱۳۴ پر لکھتے ہیں: "**زید بن خارجة بن**

زهیر الانصاری الحزرجی صحابی بدری توفی فی خلافة عثمان وهو الذی تکلم بعد موته ." ۱۲ منه

وفی حاشیته وفی جامع الاصول ممن تکلم بعد موته عمیر بن جندب بن جهینة کذا فی القاموس ص ۱۳۴ .

(مطبوعہ المنشی نولکشور پریس لکھنو دہلی جس پر حاشیہ تعقیب التقریب مولوی امیر علی نے لکھا ہے)۔

(ترجمہ) زید بن خارجہؓ ایک صحابی ہے جو جنگِ بدر میں بھی شریک تھا۔ حضرت عثمانؓ کی خلافت میں فوت ہوا تھا۔ اس نے موت کے بعد باتیں کی تھیں اور حاشیہ پر لکھا ہے کہ جنہوں نے موت کے بعد باتیں کی ہیں ان میں سے عمیر بن جندبؓ بھی شامل ہے۔

صاحب مبارکؒ کے مخالف شریعت لوگوں کیساتھ مناظرے

صاحب مبارکؒ کو اللہ تعالیٰ نے دین کا ایسا جذبہ اور ولولہ عطا فرمایا تھا کہ جس جگہ احکام شریعت کے خلاف کام ہو رہا تھا۔ صاحب مبارکؒ مطلع ہونے پر فوراً اس کے خاتمے کیلئے روانہ ہوتے۔ ہدایت الی المطلوب اللہ تعالیٰ کا کام ہے لیکن صاحبؒ ہر لحاظ سے خواہ نصیحۃً ہو یا مناظرۃً اس کے اصلاح میں مشغول تھے اور اس میں آپ کو اپنے اور بیگانے کا کچھ خیال نہ تھا۔ بہت سے لوگ آپ کے ماذون وخلیفہ بھی تھے۔ لیکن جب انہوں نے خلاف دین کام کیا تو صاحب مبارکؒ ان کے اصلاح میں مشغول ہو جاتے تھے مثلاً ملا امزلہ وغیرہ کے ساتھ صاحب مبارکؒ نے حرمت مصاہرہ کے متعلق بحث ومناظرہ کیا ہے اور علاقہ مروت میں ایک آدمی جو ''فقیر'' کے نام سے مشہور تھا۔ وہ اپنے علاقے میں خلاف شریعت کام کرتا تھا۔

منجملہ ان میں سے یہ تھا کہ وہ عورتوں اور مردوں کے درمیان اختلاط کرتا تھا۔ ان کے مریدوں کے ساتھ لاٹھیاں اور کافی سامان جنگ کا بندوبست تھا۔ کوئی آدمی ہدایت

و نصیحت تو در کنار ان کے قریب ہی نہ جا سکتا تھا۔ صاحب مبارکؒ کو اطلاع مل گئی۔ صاحب ؒ نے خود ہی وہاں جا کر ان لوگوں کو نصیحت و ہدایت کی۔ اور اس فقیر کے متعلق اعلان کیا کہ اس ضال و مضل سے ترک موالات کرو۔ چنانچہ صاحبؒ کی آواز کے بعد اس علاقے میں اس کا اثر و غلبہ جاتا رہا۔ اور لوگ اس کے دامن ضلالت سے بچ گئے۔

اس وقت انگریزوں کی حکومت تھی۔ انگریز ہر طرح سے ہر مسلمانوں کے خلاف تحریک چلا رہے تھے۔ چنانچہ مرزا غلام احمد قادیان میں جھوٹے نبی ہونے کا مدعی بن گیا۔ بعض بد بخت لوگ اس کے تابع ہوئے رفتہ رفتہ یہ فتنہ خٹک ٹیری تک پہنچا۔

ٹیری نواب صاحب عبدالغفور کے ساتھ ایک تحصیلدار تھا وہ مرزائی ہوگیا۔ اس کی تبلیغ کی وجہ سے ٹیری، لاچی وغیرہ علاقوں اور ضلع بنوں میں مرزائیت پھیل گئی۔ صاحب مبارکؒ کو اطلاع ملی۔ صاحب مبارکؒ کا یہ معمول تھا، کہ جس جگہ جاتے تھے، لنگر کا سامان مثلاً آٹا اور جانور وغیرہ اپنے ساتھ اونٹوں پر لادتے تھے۔ اگر چہ جس جگہ صاحب مبارکؒ کا ارادہ ہوتا تھا وہاں کے لوگ صاحب مبارکؒ کے لنگر کے انتظامات کا ذمہ بصد خوشی و رضا قبول کر لینے کو تیار ہوتے۔ چنانچہ حسب معمول کئی اونٹوں پر کتابیں وغیرہ لادی گئیں۔ صاحب مبارکؒ کے ساتھ کافی لوگوں کے علاوہ اپنے لاڈلے فرزند عبدالحق صاحب اور نوہ ملا صاحب بھی تھے۔ صاحبؒ گھر سے روانہ ہو کر بمقام ٹیری پہنچ گئے۔ وہاں کے لوگ اور نواب صاحب خود ہی صاحب مبارکؒ کے استقبال کیلئے نکلے تھے۔ مصافحہ اور ملنے کے بعد نواب صاحب نے صاحب مبارکؒ سے عرض کی کہ آپ ٹیری تشریف لائے ہیں اور ساتھ ہی لنگر کا انتظام بھی کیا ہے۔ یعنی نواب صاحب، صاحب مبارکؒ کا انتہائی مخلص تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ میں ٹیری میں موجود ہوں تو کیونکر آپ کی خدمت نہ ہو؟ عبدالحق صاحب نے جواب دیا کہ:

CamScanner

''ہمارا ارادہ آگے جانے کا تھا اس لئے ہم نے اپنی ضرورت کی چیزیں ساتھ لئے ہیں۔''

الغرض صاحب مبارکؒ مرزائیوں کے ساتھ تین روز تک بحث ومباحثہ اور مناظرہ میں لگے رہے۔ آخر کار مرزائیوں کو شکست فاش دی۔ اس بناء پر بہت سے لوگ مرزائیت سے تائب ہوئے لیکن بعض بد بخت اپنے عقیدے پر ڈٹے رہے۔ مناظرہ میں کامیابی کے بعد صاحب مبارکؒ بمقام لاچی تشریف لے گئے۔ وہاں ایک مرزائی جس کا نام شریف تھا، صاحب مبارکؒ نے بذریعہ ایک شخص اس کو اطلاع دی لیکن وہ باہر نہ نکلا۔ آخر کار پتہ چلا کہ وہ دوسرے علیحدہ مکان میں رہتا ہے۔ صاحبزادہ عبدالحق صاحب اور نوہ ملا صاحب اس کے مکان میں داخل ہوئے۔ اور اس کے ساتھ مرزائیت کے بطلان پر بحث ومناظرہ کیا اور اس کو خوب شکست دی۔ لیکن وہ بد بخت اپنے غلط عقیدے پر جمار ہا۔

یہاں سے فارغ ہو کر صاحب مبارکؒ علاقہ بنوں کے مرزائیوں کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچ کر صاحب مبارکؒ نے بنوں کے تمام گرد ونواح میں لوگوں کو مرزائیت سے اجتناب کی ترغیب دی۔ اور اس کے علاوہ مرزائیوں پر کفر کا فتویٰ صادر فرمایا۔

صاحب مبارکؒ کے جانے سے پہلے کسی نے بھی مرزائیوں پر کفر کا فتویٰ نہیں دیا تھا ''الاشاذاً ونادراً۔'' حقیقت میں ان پر فتویٰ کفر لگانا بہت سی وجوہات سے مشکل تھا۔ لہٰذا ضلع کوہاٹ وبنوں وکرک میں جو مرزائیت کا زہر وسم پھیل چکا تھا مرزائیت کوئی جگہ نہ بنا سکی اور رہی سہی کا بھی خاتمہ ہونے لگا۔ اور صاحب مبارکؒ کی برکت ہے کہ ابھی تک ان علاقوں میں مرزائیت کا نام ونشان بھی باقی نہ رہا۔ یہ حقیقت ہے کہ جب بھی خداوند تعالیٰ کا نیک بندہ دین کی خاطر گھر بار چھوڑ کر کسی مہم پر جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندے کی مدد کرتا ہے۔

یہاں سے فارغ ہو کر صاحب مبارکؒ ڈیرہ تشریف لے گئے۔ وہاں کے صاحبزادگان

کے ساتھ پانچ مسائل پر بحث و مباحثہ کیا۔ جب بحث نے طول پکڑا تو صاحب مبارکؒ نے راولپنڈی وغیرہ مواضع سے اچھے اور دانا علماء بلائے اور ان کو دونوں فریقوں نے اختیار دیا۔ (یعنی وہ ثالث مقرر ہوئے) انہوں نے صاحب مبارکؒ کے مسائل کو صحت و جواز کی سند عطاء کی۔ کرم ایجنسی کے مشہور مجاہد سرور خان المعروف چھکی جس نے شیعوں کے ساتھ علاقائی معاملوں پر کئی جھگڑے کئے تھے۔ چھکی، صاحب مبارکؒ کے بہت فرمانبردار تھے۔ صاحب مبارکؒ اس کے ساتھ کافی اعانت و امداد کرتے تھے۔ صاحب مبارکؒ کی اعانت کی وجہ سے چھکی نے کامیابی حاصل کر کے شیعوں سے سارے علاقے وصول کئے۔ اور جنگ آزادی میں صاحب مبارکؒ نے انگریزوں کے خلاف کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کیا بلکہ اپنے متعلقین کو یہ ہدایت کرتے تھے کہ انگریز سامراج کی نوکریاں مت کرو۔ اور ان سے ترک موالات کرو۔ انگریز کو اپنے وطن سے نکالو۔ صاحب مبارکؒ کے متعلقین میں سے جنہوں نے انگریز کے خلاف جنگ آزادی میں نمایاں کردار ادا کیا تھا اُن میں ملا پیوندہ قوم مسعود (شہزادہ وزیرستان) کا نام روز روشن کی طرح عیاں ہے۔

الغرض آپؒ ہر مخالف دین گروہ کے سامنے ڈٹے رہے۔ باطل کسی روپ میں اور ملک کے کسی کونے میں اگر سر اُٹھاتا تو صاحب مبارکؒ کا ڈنڈا اس کی کھوپڑی پر پٹاخ پٹاخ برسنے لگتا اور مخالف لوگوں کی کوششوں کو زیر و زبر کر دیتا تھا۔ اور اس کے ارادوں اور ہمتوں کو خاک میں ملا دیتا تھا۔

الحاصل یہ مرد مجاہد دین اسلام کی مخالف طاقتوں سے لڑا۔ مرتدین کے سامنے سینہ سپر ہوا۔ اور سب کو بتائید الٰہی جل جلالہ شکست فاش سے دوچار کیا۔ ان شاء اللہ آئندہ نسلیں آپ سے سبق حاصل کریں گی، دین اسلام کی خاطر ہر قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کریں گی۔ اور حق و

باطل کے معرکوں میں حق کی طرفداری کریں گی۔ اور اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہوگی۔

شیعہ لوگوں سے سنی عورتوں کی واپسی

صاحب مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا کارنامہ

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے　　بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

صاحب مبارکؒ کے دور سے قبل سنی اور شیعہ لوگوں کے درمیان نکاح کے رشتے ہو چکے تھے۔ بعض علاقوں میں دونوں طرف سے تبادلے بھی ہوئے تھے۔ صاحب مبارکؒ کے دل میں اسلامی غیرت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ دوسری طرف صاحب مبارکؒ کا ابتدائی دور تھا اور اسوقت اسلام دشمن (انگریزوں) کی حکومت تھی۔ ادھر صاحب مبارکؒ کا جذبہ غیرت د جہاد یہ بات کبھی گوارا نہیں کرسکتا تھا کہ ایک سنی عورت شیعہ کے نکاح میں ہو۔ صاحب مبارکؒ سنی اور شیعہ کے درمیان نکاح کے بالکل قائل نہ تھے۔ ادھر رشتہ ازدواج کا منقطع کرنا کوئی آسان کام نہ تھا کیونکہ بعض رشتوں سے توالد وتناسل کا سلسلہ بھی بن چکا تھا۔ اس مرد مجاہد کو مذکورہ بالا وجہ سے گویا پہاڑ سے مقابلہ کرنا تھا لیکن آپؒ شیعوں سے سنی عورتوں کی واپسی کے لئے "للہ" کمر بستہ ہوگئے۔ اگر چہ آپ کو کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن آپؒ نے ایمان ودین کی محبت میں ان مصیبتوں کو خوشی ومسرت سے لبیک کہا اور بالآخر کامیاب رہے۔

صاحبزادہ عبدالجلیل صاحب کے بیان کے مطابق صاحب مبارکؒ نے تقریباً پچاس عورتوں کو بلکہ اس سے بھی زیادہ واپس کی ہیں۔ نمونہ کے طور پر چند مثالیں پیش خدمت ہیں:

[۱]......... تحصیل ہنگو بمقام کوٹکی پایان میں ایک سنی شخص نے بوجہ افلاس موضع شاہو کے شیعہ کو ایک جوان لڑکی کا رشتہ دیا تھا۔ اور عورت کی شیعہ لوگوں کے گھر رخصتی بھی ہو چکی تھی۔ صاحب مبارکؒ مرد مجاہد کو جب اس واقعہ کا پتہ چلا تو فوراً موضع شاہو تشریف لے گئے

اور اس عورت کو شیعوں سے واپس کر کے کوٹکی پایان میں سنی لوگوں کے حوالے کیا۔ اور خود صاحب مبارکؒ نے ناراضگی کی حالت میں رات بمقام ''ہکلو'' گذاری۔ سنی لوگوں کو جب صاحب مبارکؒ کی اس ناراضگی کا پتہ چلا تو وہ تائب ہوئے اور آئندہ شیعوں میں رشتہ کرنے سے گریز کیا۔

[۲]............ حاجی سر بلند خان ولد زمان خان چھپری بانڈہ کربوغہ فرماتے ہیں: ''میں نے اپنے چچا صاحبان غنی شاہ و میاں شاہ سے سنا ہے (کیونکہ یہ دونوں اکثر صاحب مبارکؒ کے ساتھ موجود رہتے تھے) وہ فرماتے ہیں کہ ایک سنیہ عورت ہنگو کے خان صاحب کے گھر خدمت کرتی تھی اس کو شیعہ لوگ خفیہ طور پر کلایا (جگہ کا نام ہے) اغواء کر کے لے گئے۔ ہنگو کے کریم خان و باز گل خان وغیرہ نے صاحب مبارکؒ کربوغہ کو استغاثہ کیا۔ صاحب مبارکؒ کربوغہ سے بمع اسی (۸۰) افراد ہنگو روانہ ہوئے اور علاقے کے لوگوں کو اس واقعہ کے متعلق آگاہ کیا۔ چنانچہ صاحب مبارکؒ نے خان کریم خان کی مسجد میں پانچ دن قیام فرمایا۔ آپؒ کی وجہ سے وہاں پر کثیر تعداد میں لوگ جمع ہوئے تھے۔ آپؒ نے اس معاملہ کو حل کرنے کی حکومت سے درخواست کی کہ شیعہ لوگوں سے سنی عورت واپس کی جائے۔ ورنہ بصورت دیگر ہم سب کلایا پر حملہ کرنے کیلئے کمر بستہ کھڑے ہیں۔

اے سی صاحب نے جب درخواست پڑھی تو فوراً حکومت اور شیعوں کے افراد کو کلایا گاؤں بھیج دیئے۔ دوسرے دن چڑھتے ہی سنی عورت برآمد کر کے خان کریم خان کے حوالے کر دی گئی۔

[۳]............ صوبیدار میجر زیور لہ خان ساکن ورستہ قوم ملاخیل تپہ کوتی خیل بیان کرتے ہیں کہ ہکلو میں ایک آدمی جس کا نام بازی قوم ملاخیل تھا۔ اس نے اپنی بیٹی کا رشتہ شیعہ لوگوں سے

کردیا تھا۔ وہ عورت بھی صاحب مبارکؒ نے واپس کرادی۔ واپسی کے بعد ملاخیل کے ایک سنی شخص اکرم فقیر کے ساتھ نکاح کیا اور اس عورت کے والد کو صاحب مبارکؒ نے بددعا دی کہ تجھے پاگل کتا کاٹے، تجھ پر خدا کی زمین تنگ تھی؟ سنی کیا کم تھے؟ کہ شیعوں کو رشتہ دیا۔ چنانچہ چند دنوں کے بعد اللہ تعالیٰ کی شان دیکھو۔ کہ اس کو ہنگو میں دیوانے کتے نے کاٹا اس وجہ سے وہ ہلاک ہوا اور صاحب مبارکؒ کے فرمان پر لوگوں نے ایک علیحدہ جگہ میں دفن کیا۔

[۴]..........صاحبزادہ عبدالجلیل صاحب فرماتے ہیں کہ: صاحب مبارکؒ قوم علی خیل کی طرف امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے سلسلہ میں تشریف لے گئے۔ وہاں کے لوگوں نے شیعہ فرقے سے کافی رشتے کیے تھے۔ چنانچہ صاحب مبارکؒ کے ساتھ کافی لوگ گئے تھے اس وقت صاحب مبارکؒ کے ساتھ نوہ ملا صاحب اور فرزند عبدالحق صاحب بھی موجود تھے۔ نوہ استاذ صاحب بیان فرماتے تھے کہ صاحب مبارکؒ نے بائیس (۲۲) سنی عورتیں شیعوں سے جبراً واپس کی صرف ایک سُنی عورت شیعوں کے سید کے رشتہ میں تھی۔

شیعہ فرقے کے لوگوں نے کہا کہ ہمارے سید سے عورت واپس نہ ہوگی کیونکہ یہ اس کی بے عزتی ہے ہم اسے برداشت نہیں کرسکتے حتیٰ کہ شیعہ کے مسلح افراد سید کے گھر داخل ہوئے اور کہنے لگے کہ جس کسی نے بھی یہاں آنے کی جرأت کی تو ہم اسے قتل کردینگے۔ نوہ ملا صاحب، صاحب مبارکؒ کی بہادری بیان کرتے ہوئے فرماتے تھے کہ میں اور عبدالحق صاحب دونوں صاحب مبارکؒ کے پاس گئے آپ اس وقت چارپائی پر بیٹھے ہوئے تھے ہم نے عرض کی کہ صاحب بس اتنا کافی ہے اس سید سے عورت واپس کرنے پر بہت فتنہ وفساد ہونے کا خطرہ ہے۔ جب صاحب نے یہ سنا تو ہم سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ ہم سے پوچھ لیں کہ جس جگہ تمہاری جان کو خطرہ تھا وہاں سے تم واپس ہوگئے تو میں اللہ تعالیٰ کو کیا

جواب دونگا۔ صاحب مبارکؒ نے اپنے آدمیوں کو آواز دی کہ تمام لوگ سید کے گھر پر چڑھ جائیں۔ لہٰذا صاحب مبارکؒ کے فرمان پر تمام لوگ دیواروں پر سے کودنے لگے شیعوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے رعب و ہیبت ڈال دی انہوں نے اوپر سے آواز دی اور کہا کہ ہم عورت واپس دیتے ہیں۔ لہٰذا اس سید سے بھی سنی عورت واپس کی گئی یعنی قوم علی خیل میں صاحب مبارکؒ نے شیعوں سے تیئس (۲۳) عورتیں واپس کیں۔

[۵].....ایک اور ایمان افروز واقعہ سنیئے: صاحبزادہ عبدالجلیل صاحب وعبدالحکیم صاحب فرماتے ہیں کہ: ہم نے احمد شیخ ومضا نور شیخ سے یہ واقعہ بار بار سنا ہے کہ صاحب مبارکؒ سوات سے آرہے تھے۔ رات بمقام ''ورستہ'' گزاری۔ اسی رات صاحب مبارکؒ کو پتہ چلا کہ صبح شیعہ لوگ سنی گھرانے سے عورت کی ڈولی لے جا رہے ہیں۔ اس خبر سے صاحب مبارکؒ کو دلی صدمہ پہنچا اور ساری رات اس سوچ وفکر میں گزاری۔ جب صبح ہوئی تو خادموں کو مطلع کیا کہ لاٹھیاں تیار کرلو۔ کچھ دیر کے بعد صاحب مبارکؒ وہاں سے روانہ ہوئے تو سڑک کے قریب بارات ڈولی لے کر جا رہی تھی ڈولی کے ساتھ کافی افراد تھے۔ آپؒ آگے بڑھے اور خود اونٹ کی نکیل [مہار] پکڑ کر بارات والوں سے مخاطب ہو کر فرمایا ''یہ عورت کہاں لے جا رہے ہو''؟ وہ کہنے لگے کہ اس شادی پر ہمارے سات سو روپے خرچ ہوئے ہیں صاحب مبارکؒ نے کہا کہ یہ کام مذہب کے لحاظ سے منع ہے یہ تم نہیں لے جا سکتے ان کا خیال تھا کہ شاید ایک مولوی جرمانہ وصول کرنے کیلئے یہ کام کر رہا ہے۔ تو کچھ رقم بطور جرمانہ صاحب مبارکؒ کے سامنے کر دی صاحب مبارکؒ نے کہا کہ یہ ہمارا مذہبی معاملہ ہے یہ جرمانوں کا کام نہیں اس کو ضرور واپس کریں گے۔ صاحب مبارکؒ کے ساتھ بھی کافی تعداد میں آدمی موجود تھے۔ کافی چھیڑ چھاڑ کے بعد یہ فیصلہ ہوا کہ شیعوں نے جتنا روپیہ دیا ہوا ہے وہ آپ ادا کریں

CamScanner

گے۔ چنانچہ صاحب مبارکؒ نے اپنے خزانچی مولوی صاحب کوٹکی کربوغہ یعنی حاجی عبدالحمید کے والد صاحب کو آواز دی کہ سات سو(۷۰۰) روپے ان لوگوں کو دیدیں۔لہٰذا اس نے شیعوں کو یہ رقم دیدی۔صاحب مبارکؒ نے وہ عورت شیعوں سے واپس کر کے ایک سنی شخص کے حوالے کر دی۔ یہ ہے اہل اللہ کی غیرت کا مظاہرہ۔صاحب مبارکؒ علامہ اقبال کے اس شعر کا مصداق تھے۔

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

اس واقعہ پر شیعوں نے (اے سی) صاحب کو اطلاع دی کہ ہمارے ساتھ کربوغہ کے ملا صاحب نے یہ برتاؤ کیا کہ ہم سے شادی شدہ عورت واپس کی انہوں نے ڈپٹی کمیشنر کو مطلع کیا۔ڈپٹی کمیشنر نے کہا کہ کربوغہ کے ملا صاحب اس علاقے کے باشاہ ہیں اس کو مذہبی معاملوں میں کچھ نہ کہا جائے ورنہ بڑا فساد برپا ہو جائے گا۔

اس کے علاوہ علاقہ کُرم ایجنسی کے شیعوں سے بھی صاحب مبارکؒ نے سنی عورتیں واپس کیں اور آئندہ کیلئے ایسا کرنے سے منع کیا۔

واقعہ مذکورہ کے متعلق سرور شاعر کوہاٹ جنگل خیل والے نے بھی اپنے اشعار میں تصریح کی ہے:

دسوات دباغ بلبله کربوغه مه شه بے تانه
قربان پیره قربانه

دسوات د باغ بلبله دتیراه صاحب چراغه
سینه د هر غلطو ستا حملے په سیخو داغه

ګلشن سا تے له زاغه

چمن د محمد رسول اکرم لره باغبا نه

قربان پیره قربا نه

اول په کربوغے کښ به مرغئی مړیدے له تندے

هرچا لیدے څر ګندے

کنډول سره ګړے ډکیدو وبه بے خوانده

اوس اوترے په ژرنده

نن ستا په برکت شوله جاری ویله روانه

قربان پیره قربانه

ډمانو د سرا په هر طرف وهل ډولونه

سر کښ لتا نه وونه

یو څو ورځے چه تا ورپسے کړو پورته لاسونه

تباه په مرکی شونه

د هرکو ځیچکانو سره لاړل له دنیا نه

قربان پیره قربانه

یوه ورځے په صحرا کښ ډولئی وړله شیعه ګانو

له کوره د سنیا نو

صاحب د کربوغے مولا په راوستو یارانو

وی نیسی اے شیخانو

په سرو جامو کښې ناوے ئے واپس کړه له زمانه

قربان پیره قربانه

په خوا چه کومے ښځې وے شیعه ؤ واده کړے

سنیا نو وے ور کړے

تا واخستے واپس نزدے کیدو ورباندے مړې

شه رحمت د ستا په جړې

شاګرد د حیدرې ئی ننګیا لے ئے پهلوانه

قربان پیره قربانه

قادیان کښې قادیانی اوکړه دعویٰ د نبوت

معروف په ضلالت

یو څو کسو ختهکو بے تحقیق و دریافت

قبول کړو دجالیت

چا تهٔ کړے په خبر ددین زیور مرد میدانه

قربان پیره قربانه

دحق معلومولو ځائے تیرې د مقرر کړو

نوتهس د ورله ورکړو

ثبوت په قادیانی باندے تا حکم د کفر کړو

باطل دین دے کسکر کړو

خانان د تیری سم شول سر گل ستون نه شو د گناه نه

قربان پیره قربا نه

شریف د لاچی وانوشت هر گز له شرارته

که ډیر شو ملامته

شیخانو مولوی کفر کښ ډوب شولو سر ښکته

گرزیږی بے عزته

دا درے ابوجهلان وانوشتل له میرزا نه

قربان پیره قربا نه

دستا په حکم گرځی خپل پردی ورځنے لرے

گفتیء دی زور آورے

په کور کښ ښځی لو نرے ورسره نکړی خبرے

دارنگ نه دی کافرے

آوازد کرامت د اورسید تر هندوستانه

قربان پیره قربا نه

سنګیړ پیر دے سنګیړ کښ په سینګونو د کتاب

تا کړو کباب کباب

حرام د کړو دلیل سره نسوار او هم رباب

حیران د کړو پنجاب

دج

جمعي لمونځ هلته نه وو شو حاري ستا په ميړا نه

قربان پيره قربانه

صفت به د تام نشي که م سل زره دهان شي

هر يو کښ زر زبان شي

کل به ستا له وصف او شجاعته عاجزان شي

نو د يوے ژبے څه توان شي

سرور کامله نه ځي بے نوا ستا له درګاه نه

قربان پيره قربانه

گل آبا صاحبؒ نے صاحب مبارکؒ کے متعلق فارسی زبان میں چند اشعار لکھے ہیں جو کہ اُنؒ کی قبر کے کتبے پر بھی مرقوم ہیں، ملاحظہ ہو۔

آن مرشد زمان کہ جہانش عیال بود — درعصرخویش اختر برج کمال بود

زہ سرور گروہ وفا پیشہ گان دہر — درعلم و زہد ورع وصفا بے مثال بود

ہر صبح و شام لیل و نہارش لسان ذکر — گویان بہ ذوق وشوق ونظیر بلال بود

دائم بہ احتیاط و عزیمت قیام داشت — مسمار باب شرع عفیف الخیال بود

صاحب مبارک است لقب پیش خاص وعام — نامش بہ روزگار عمر شاہ محال بود

در پنجم جمادی الثانی پس از ہزار — سہ صدو چہل ونہ شدہ باحق وصال بود

اے فضل حق بنام صمد خان دعا بگوئے — جنت نصیب باد ہمینم سوال بود

رحمت گل شاعر کربوغہ والے نے بھی صاحب مبارک کے متعلق چند اشعار بنائے ہیں: ملاحظہ ہو.

رب د جنتی کړه کربوغې پیره کامله

غوث د زمانې وې بادشاهي دِ وه عادله

☆ رب د جنتی کړه طریقه دغوثیت

کفر که اسلام وو وا ړه تا ته رعیت

سوات صاحب د د ر ه خدائی د رکړئی وو قوت

هغه شيء تا نه پریښو چه کار ئې وو باطله

رب د جنتی کړه کربوغې پیره کامله

غوث د زمانې وې بادشاهي دِ وه عادله

☆ رب د جنتی کړه ته به سر وې په سوارو کښې

وی لکه قطب ستوری چه او خیژی وارو کښې

لعلونه نه پټیږی که ئې واچه وې ایرو کښې

نور شغله په تا باندې لوئی خدائی کړله نازله

رب د جنتی کړه کربوغې پیره کامله

غوث د زمانې وې بادشاهي دِ وه عادله

☆ رب د جنتی کړه عبادت درسره ډیر وو

لوئی لوئی کتابونه به دستا په ځائې ظاهر وو

چرته مسئلے وے کنز د کڑو راته ظاهر

تل بیانوی د اسلام چارے بیله بیله

رب د جنتی کړه کربوغے پیره کامله

غوث د زمانے وے بادشاهی دِ وه عادله

☆ رب د جنتی کړه ځامن واړه د ګلونه دی

ښکلی ئے عادت ده بادشاهانو ئے خویونه دی

څومره عقلمند دی چه مړهٔ کړیئے نفسونه دی

ستا په ځائے به اود ریږی ودانه دے ده میله

رب د جنتی کړه کربوغے پیره کامله

غوث د زمانے وے بادشاهی دِ وه عادله

صاحب مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی دینی غیرت کا ایک واقعہ

مسمیٰ گلدارا اپنے والد صاحب نیاد علی خان قوم وطی زئی گاؤں ماندرہ والا بیان کرتا ہے کہ ایک دفعہ موسم گرما کی صبح میں پستونی سے گاؤں آ رہا تھا کہ ایک جگہ ذکر (بالجہر) کی آواز سنی۔ مجھے معلوم ہوا کہ یہ کربوغہ شیخ ذکر کر رہے ہیں، میں جب آپ کے نزدیک ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ صاحب مبارکؒ گھوڑے پر سوار ہیں اور گھوڑا پسینے میں شرابور ہے، صاحبؒ کے ساتھ صرف ایک شیخ (خادم) تھا۔ میں نے آپؒ سے مصافحہ کر کے عرض کیا کہ آپ کیسے تشریف لائے ہیں؟ صاحب نے فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ شیعہ نے ایک سنی عورت کو اغواء کیا ہے۔ وہ شیعہ آدمی زرغون ملک جلاموئے والا کے ساتھ رہتا ہے اس کے بندوبست کیلئے آیا ہوں۔ نیاد علی بیان کرتا ہے کہ اس وقت میرے پاس بندوق بھی تھی۔ صاحبؒ نے کہا کہ میرے ساتھ

جاؤ۔ چنانچہ میں صاحب مبارکؒ کے ہمراہ روانہ ہوا۔ چلتے چلتے صاحب مبارکؒ کو سخت پیاس لگی۔ تو آپؒ نے ''تودہ چینہ'' کے چشمے پر پانی پیا۔ راستے میں صاحب مبارکؒ نے مجھ سے کہا کہ جیسے ہی وہ شیعہ گھر سے باہر آئے فوراً اس کو قتل کر دو۔ لہٰذا جب ہم وہاں پہنچے تو صاحب مبارکؒ نے زرغون ملک سے کہا کہ جس شیعہ نے سنیہ عورت کو اغواء کیا ہے اسے گھر سے باہر میرے پاس بھیجو۔ اس نے کہا کہ وہ میرے ہاں سے چلا گیا ہے۔ آپؒ نے نہیں مانا۔ لہٰذا اس جگہ کے رہنے والے کافی لوگوں نے صاحب مبارکؒ کو یقین دلایا کہ صاحبؒ! چند دن ہوئے ہیں کہ یہاں سے وہ خوست چلا گیا ہے۔ خوب تفتیش و تحقیق کرنے کے بعد صاحبؒ زرغون ملک کی طرف متوجہ ہو کر بولے: ''اے دین کے بے غیرت! تم نے شیعہ کو کیوں پناہ دی اور کیوں تم نے اس کو نہیں مارا؟ لہٰذا آپ کے گھر کو بطور جرمانہ جلا دوں گا۔ صاحب مبارکؒ نے شیخ (خادم) کو اشارہ کر کے حکم فرمایا۔ صاحب کے حکم پر انہوں نے گھر کو آگ لگانا شروع کی۔ لیکن دوسری طرف اس گھر والے نے قرآن مجید کو جھولی میں لے کر صاحب کے خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؒ نے فوراً شیخ کو آواز دی اور فرمایا کہ قرآن مجید کی حرمت کرو۔ آگ نہ لگاؤ۔ پھر آپ نے زرغون ملک کو کہا کہ قرآن مجید کی وجہ سے میں تمہارا گھر نہیں جلاتا لیکن صبح تم سے جرمانہ وصول کروں گا۔ جو لوگ یہاں آئیں گے ان کے لئے روٹی کا بندوبست تمہارے ذمے ہوگا لیکن چاول میں گھی ہمارے شیخ خود ڈالیں گے۔ چنانچہ صبح اس جگہ ایک سو اسی نفر مہمان صاحبؒ کی ملاقات کیلئے آ گئے ان تمام کیلئے چاول زرغون ملک نے پکائے اور مہمانوں کے لئے گھی صاحب کے خادموں نے ڈالا۔ روٹی کھانے کے بعد انہوں نے مبلغ چھ سو روپے بطور جرمانہ صاحب مبارکؒ کے سامنے لا کر رکھ دیئے۔ صاحبؒ نے ان میں سے تیس روپے لیکر شیخ کو دیئے۔ باقی رقم اس کو واپس کر کے فرمایا کہ آئندہ کے لئے اس

طرح بے غیرتی نہ کرنا، اس ملک نے اقرار کیا کہ آئندہ کیلئے ایسا غلط کام نہیں کروں گا۔ پھر صاحب مبارکؒ کو ایک شخص مسمی صمد غلجے قلندر خیل جو موضع نزاڑی میں رہتا تھا، نے آکر کہا کہ میں نے تین شیعہ ملی خیل قتل کئے ہیں اور میں قوم منڈان ووطی زئی سے خائف ہوں کہ کہیں مجھے شیعوں کی سازش پر قتل نہ کردیں۔ اب میں آپ کا ہمسایہ ہوں صاحب مبارکؒ نے ان کو شاباش دے کر فرمایا کہ اور قتل کرو اور وہاں حاضر تمام لوگوں کو کہا کہ یہ ہمارا ہمسایہ ہے اگر کسی نے اس کو اس معاملے کی بابت قتل کیا تو میں مجرم سے اتنی مقدار جرمانہ وصول کرونگا اور اتنے مکانات جلاؤ نگا یعنی اس کی خوب پختگی کی پھر اس غلجے نے وہاں چھ بکرے ذبح کئے تمام لوگوں کو روٹی کھلائی۔ اس پختگی کے بعد اس غلجے نے وہاں آرام واطمینان کے ساتھ باقی ایام زندگی گزارے۔ کسی نے ان کو صاحب مبارکؒ کی وجہ سے کچھ نہ کہا۔

صاحب مبارکؒ کے متعلق ایک انگریز کا تبصرہ

ایک کتاب ''پینل آف دی افغان فرنٹیر'' جس میں تھیوڈور لیٹن پینل ایم ڈی بی ایس سی ایف ار سی ایس کی زندگی کے واقعات درج ہیں۔ اس کتاب کا مصنف ایلس پینل باب نمبر۹ ''افغان ملا'' از ص ۱۱۸ تا ص ۱۲۵۔ صاحب مبارکؒ کے متعلق لکھتے ہیں جس کا ترجمہ مختصراً قارئین کیلئے پیش خدمت ہے۔ ترجمہ میں مطلب کو لفظی معانی پر ترجیح دی گئی ہے۔

''افغان سرحدی علاقہ میں سب سے زیادہ اثر ورسوخ رکھنے والے علماء میں سے ایک ملا کربوغہ (صاحب مبارکؒ) بھی ہیں۔ کربوغہ اس گاؤں کا نام ہے جہاں ان کا کینٹر بری (*)

(*) کنیٹر بری (Canterbury) انگلینڈ کے ایک علاقہ کا نام ہے جہاں رومیوں نے پہلا گرجا تعمیر کیا تھا اور عیسائیت کی تبلیغ واشاعت شروع کی تھی۔ کنیٹر بری برطانیہ کا سب سے قدیم اور انتہائی مقدس کلیسا ہے۔ اس کا پادری Arch Bishop of Canterbury برطانیہ کا سب سے بڑا پادری ہے اور بادشاہ یا ملکہ سے تاج پوشی کے موقع پر حلف بھی لیتا ہے۔

(دربار) ہے۔ ایک طرف تو ان کی توجہ لوگوں کی اخلاقی حالت سدھارنے میں لگی ہوتی تھی جبکہ دوسری طرف اس کے دینی مدارس (مساجد متعلقہ) انگریزوں کے خلاف تعصب کے سر گرم مراکز بن گئے تھے۔ مثلاً ایک تو وہ بہت شدت اور استقلال کے ساتھ سرحدی افغانوں میں موجود بری رسوم اور رواج کے خلاف اپنی قوت اور اثر سے کام لیتے ہیں۔ جیسا کہ افغان اپنی بیٹیوں کو سب سے زیادہ بولی دینے والے شخص کو فروخت کر دیتے ہے، تو ایسے شخص کو وطن چھوڑنے پر مجبور کر دیتے۔ تمباکو نوشی ان کے نزدیک شیطانی افعال میں سے ہے اور جب بھی وہ کسی گاؤں میں اچانک غیر متوقع طور پر پہنچ جائیں تو وہاں کے لوگ بھاگ دوڑ کر تمام چیلموں، حقوں کو کہیں چھپادیتے ہیں کیونکہ ملا صاحب نا صرف جس چیلم کو دیکھ پاتے تو اسے علی الاعلان توڑ دیتے بلکہ اس کے مالک پر بھی عتاب نازل ہوتا۔ (*) بدقسمتی سے وہ (صاحب مبارکؒ) انگریز کی نوکری

(*) صاحبزادہ عبدالجلیل صاحب فرماتے ہیں کہ انگریزوں نے قوم داوڑ کے بعض علماء کو معافی (یعنی کچھ صلہ وعطیہ) مقرر کئے تھے۔ جب صاحب مبارکؒ کو معلوم ہوا تو وہاں تشریف لے گئے۔ علماء کرام کو فرمایا کہ یہ مال جائز نہیں اور لوگوں کو خبردار کیا کہ ایسے علماء کو پیش امام نہ بنائیں جو انگریزوں کے وظیفہ خور ہو۔ صاحبؒ نے علماء کو بتایا کہ امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ کے نزدیک کوئی شخص اُس عالم سے زیادہ مبغوض نہیں جو اپنی دنیوی مفاد کی خاطر کسی ظالم سے ملنے کیلئے جائے (تفسیر مظہری ص ۱۲۳ ج ۵، روح المعانی ص ۱۳۸ ج ۱۲)۔ اور حضرت سفیان نے کہا کہ ظالموں کے نزدیک نہ ہو جاؤ، اور ابن زید نے کہا کہ ظالموں کی طرف میلان نہ کرو اور میلان کم اور زیادہ چیز (دونوں) میں واقع ہوتا ہے (تفسیر بحر محیط ص ۲۲۹ ج ۵) اور حضرت قتادہ نے فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ ظالموں سے دوستی نہ کرو اور ان کا کہنا نہ مانو اور ابن جریج نے فرمایا کہ ظالموں کی طرف کسی طرح کا بھی میلان نہ رکھو۔ ابو العالیہ نے فرمایا کہ ان کے اعمال وافعال کو پسند نہ کرو۔ (تفسیر قرطبی ص ۱۰۷ ج ۹، تفسیر معارف القرآن ص ۶۷۳ ج ۴) لہٰذا ان تمام نقول کے پیش نظر صاحب مبارکؒ کے ساتھ لنڈ وقاضی صاحب اور ہپیسے ملا صاحب متفق ہوئے اور یہ فیصلہ طے ہوا کہ اس وقت میں انگریز ظالم سے تحائف (مال، نقد) وغیرہ لینا جائز نہیں کیونکہ اس طرح تحائف لینے سے انگریز کا مقصد پورا ہوتا ہے وہ یہ کہ مسلمان انگریز کی مخالفت سے باز آئے اور انگریز اس ذریعے سے مسلمان پر اپنے غاصبانہ قبضے میں کامیاب ہو جائے اور وہ اپنا مشن اسلام اور مسلمانوں کیخلاف پورا کرے اور اس کے علاوہ ظالم کی طرف یہ بھی ایک قسم کا میلان وجھکاؤ ہے جو آیت ولا ترکنوا الی الذین ظلموا (الاٰیۃ) کے خلاف ہے۔ لہٰذا وہ علماء کرام اس کے بعد انگریز کے تحائف نہ لیتے تھے۔ پھر صاحب مبارکؒ ماما فقیر صاحب کے گاؤں تشریف لے گئے۔ اُن لوگوں نے صاحب مبارکؒ کو التجاء کی کہ ہمارے ہاں بچوں کی شرح اموات بہت زیادہ ہے اور ہمارے بچے پائیدار نہیں ہوتے۔ تو صاحب مبارکؒ نے اللہ جل جلالہ کے حضور میں دعا مانگی۔ اس کے کچھ عرصہ بعد اللہ جل شانہ نے اپنے فضل وکرم سے بچوں کی یہ عارضہ یعنی بیماری اُٹھالی اور ان کے بچے زندہ رہ کر ایک بہت بڑا مستقل گاؤں بن گیا۔ منہ

یا انگریزوں کے پیسے قبول کرنے کو مسلمانوں کیلئے بہت بڑا گناہ سمجھتے ہیں۔ اور اُن کے شیوخ اور مریدین نے ایسے شخص کے نکاح اور تجہیز و تکفین سے انکار کر دیا، جو کہ انگریزوں کی ہندوستانی فوج میں ملازم تھے یہ انکار بہت سے مواقع میں ہمارے لئے (یعنی انگریز حکومت کیلئے) اس سرحدی علاقہ میں زبردست مشکلات کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔ ان کی نظر میں کافر حکومت کے ساتھ تعاون منافقت اور سخت گمراہی تھی کافی عرصہ تک ملا کربوغہ نے بظاہر مجھے کوئی توجہ نہ دی لیکن بالآخر مجھے یہ اطلاع موصول ہوئی کہ اس کا رویہ واضح طور پر پُر عناد بنتا جا رہا ہے۔ اس لئے میں نے یہ بہتر سمجھا کہ انجیل کے مقولے ''دشمن کے ساتھ جلد از جلد تنازع ختم ہونا چاہیئے'' پر عمل کر ہی لیا جائے۔ پس میں نے ذاتی ملاقات کر کے اس کے نقطہ نظر کو بدلنے کی ٹھان لی اگست کے مہینے کا ایک سخت گرم دن تھا جبکہ میں اور میرے ساتھ ایک ہندوستانی میڈیکل اسسٹنٹ (یعنی مقامی کالا ہندوستانی ڈاکٹر) گھوڑوں پر سوار ہو کر کربوغہ روانہ ہوئے۔ تھوڑی دیر بعد ہی مسجد کے چار بلند خوشنما مینار میدان سے ابھرے ہوئے دکھائی دیئے۔ گویا یہ ہمارا اس مشہور سرحدی کینٹر بری کے کلیسا کا پہلا مشاہدہ تھا۔ اس جگہ پر ملا کربوغہ اپنا دربار سجاتے، فرمان جاری کرتے اور تکفیر کے فتوے دیتے۔ قریب پہنچنے پر ہماری ملاقات مختلف قسم کے دوسرے مسافروں سے ہوئی۔ جو حضرت کو سلام عقیدت پیش کرنے یا کسی طویل تنازعے کا فیصلہ کروانے آئے تھے۔ ہم سوچ رہے تھے کہ ہماری اس زیارت کا انجام کیا ہوگا؟ جس وقت ہم نزدیک ہوئے ہمیں مسجد کا حسین منظر دکھائی دیا۔ یہ (مسجد) واقعی بہت ہی خوبصورت اور (گویا) ایک فنکارانہ شاہکار تھی۔ مسجد میں ایک صاف و شفاف پانی کا ایک بہت ہی حسین حوض تھا۔ اس میں پانی پہاڑ کے چشمے سے آتا تھا۔ یہاں پر مؤمنین عبادت کرنے سے پہلے وضوء کرتے۔ حوض کے گرد اور مسجد کے صحن میں بہت سے طالب اور شیخ بیٹھے

ہوئے تھے۔ان کے اس سرحدی خانہ کعبہ (دربار) میں ہماری (یعنی میرے اور بنوں کے ڈاکٹر کی) آمد پر نہ چونکے (بالکل حیران نہیں ہوئے)۔ہمیں بتایا گیا کہ ملا صاحب کسی قریبی گاؤں میں تنازعہ فیصل کرنے گئے ہیں۔اوران کے بیٹے نے ہمیں مل کرساتھ لیااور برآمدے میں بیٹھالیالوگ ہمارے گھوڑوں کوان کی دیکھ بھال کے وعدے پر لے گئے اور ہماری آمد کا سبب دریافت کیا۔ہم نے انہیں بتایا کہ کس طرح ملا صاحب کی شہرت ہم تک پہنچی تھی اور ہم کتنے بےقراراور مشتاق تھے کہ ان سے ذاتی جان پہچان ہوجائے۔کچھ تأمل کے بعدان کے بڑے بیٹے نے (جوان کی غیر موجودگی میں صاحب اختیار بزرگ تھے) چائے پانی کی پیشکش کی۔یہی وہ چیز تھی جس کی تمنا ہمارے دل میں تھی۔یہ بات دراصل بہت بڑی اہمیت کی حامل تھی۔کیونکہ ہماری خاطرومدارت اور ہمارے ساتھ چائے پانی میں شریک ہونے پر ہمیں (سارے علاقے میں) ملا کربوغہ کا مہمان ہونے کا شرف حاصل ہوجاتااوراسکے نتیجے میں اگر کوئی بغض پاس کے پٹھانوں کے دلوں میں تھا تو فوراً دور ہوجاتا کیونکہ ہم معزز مہمان بن جاتے اور ہمیں قابل احترام مہمانوں کا رتبہ حاصل ہوجاتا۔اس لئے ہم نے فوراً بلا جھجک یہ پیشکش قبول کرلی۔انہوں نے خود میٹھی الائچی والی خوشبودار چائے اوربسکٹ سے ہماری تواضع کی۔پس سارے علاقے میں یہ بات مشہور ہوگئی کہ ملا صاحب کربوغہ نے بنوں کے ڈاکٹر صاحب کے ساتھ چائے میں شرکت کی ہے اور چونکہ پٹھانوں میں مہمان اور میزبان کے درمیان بہت مقدس رشتہ ہوتا ہے اس لئے ہم ملا کربوغہ کے مہمان بننے کی وجہ سے ہرقسم کی مخالفت سے محفوظ ہوگئے۔

اردگرد کے دیہات میں یہ (کرامت) بطور روایت کے مشہور تھی کہ ملا کربوغہ کے ہاں جتنا کھانا،چاول اور روٹی پکتی ہے وہ ہمیشہ سب مہمانوں اور زائرین کیلئے کافی ہوتی

ہے۔ گو سینکڑوں لوگ بلا اطلاع اور غیر متوقع طور پر شام کیوں نہ آجائیں۔ ہم نے وہاں طلباء (بھی) دیکھے۔ یہ لوگ (فارغ التحصیل ہونیکے بعد شرقاً و غرباً) پشاور سے کابل اور (شمالاً وجنوباً) سوات سے وزیرستان تک کام پر لگے ہوئے ہیں۔

صاحب مبارک رحمہ اللہ کی ایک منامی بشارت

اس میں کوئی شک نہیں کہ خواب کوئی شرعی حجت نہیں۔ البتہ اچھا خواب ہوتو وہ بشارت ہے۔ یعنی خوشخبری ہے۔ جس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے: الا ان اولیاء الله لا خوف عليهم ولا هم يحزنون. الذين امنوا و كانو يتقون. لهم البشرى فى الحيوة الدنيا وفى الاخرة لا تبديل لكلمات الله. ذالک هو الفوز العظيم.

''بشریٰ'' کے متعلق مفسرین کرام لکھتے ہیں: المراد منه الرؤيا الصالحة۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ تفسیر معارف القرآن ص ۵۵۱ جلد ۴ پر لکھتے ہیں، عبارت ملاحظہ فرمائیں:

''اور دنیا کی بشارت کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ وہ سچے خواب جو انسان خود دیکھے یا اس کے لئے کوئی دوسرا دیکھے جن میں ان کیلئے خوشخبری ہو۔[رواہ البخاری عن ابی ہریرۃؓ] اور دنیا کی دوسری بشارت یہ ہے کہ عام مسلمان بغیر کسی غرض کے اس سے محبت کریں اور اچھا سمجھے۔ اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تلك عاجل بشرى المنو من ،یعنی عام مسلمانوں کا (کسی آدمی کا) اچھا سمجھنا اور تعریف کرنا (اس) مؤمن کیلئے نقد خوش خبری ہے۔'' [مسلم، بغوی]

صاحبزادہ عبدالحکیم صاحب فرماتے ہیں کہ گل آبا صاحبؒ کیساتھ میرا اکثر اُٹھنا بیٹھنا

تھا، میں نے ان کی زبان سے یہ خواب کئی دفعہ سنا۔ وہ فرماتے کہ صاحب مبارک نے مجھ سے خواب بیان کیا۔ کہ ایک دفعہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک وسیع میدان میں بڑی نورانی مخلوق موجود ہے۔ میں نے کسی سے پوچھا کہ یہ لوگ کیوں کھڑے ہیں؟۔ اس نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام اولیائے اُمت سے اپنی اپنی کارگذاری کے متعلق پوچھ رہے ہیں۔ میں سخت گھبرا کر کانپنے لگا۔ میں گیا اور حضرت عبدالقادر جیلانی کیساتھ قریب کھڑا ہوگیا ،جس کی وجہ سے میری گھبراہٹ دور ہوئی۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود ایک ایک کا نام لیتے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں حاضر ہوتا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پوچھتے کہ آپ نے کیا کام کیا ہے؟ وہ اپنی کارگذاری بیان کرتا۔ بعض کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جواب ملتا کہ صَدَّقْتَ (تو نے سچ کہا) اور بعض کو فرماتے کہ کَذَبْتَ (تو نے جھوٹ بولا) حتیٰ کہ میری باری آئی۔ میں نہایت ادب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں حاضر ہوا، آپ علیہ السلام نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے کیا کام کیا ہے؟ میں نے نہایت عاجزی سے عرض کی کہ جتنی میرے ہاتھوں میں طاقت تھی۔ لوگوں کو برائیوں سے منع کر دیتا اور میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر میں اپنی زبان سے خوب کام لیا تو مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صَدَقْتَ (کہ تو نے سچ بولا) میں اس خوشی کے لفظ کو سنتے ہی خواب سے بیدار ہوا۔ لیکن جب صبح دیکھا تو اس ہیبت کی وجہ سے میرے ہونٹ خشک ہو کر پھٹ گئے تھے۔ یعنی منہ پک گیا تھا۔

صاحبزادہ عبدالجلیل صاحب بیان کرتے ہیں کہ واقعی یہ خواب صاحب مبارکؒ نے دیکھا تھا اور مجھے یہ بھی یاد ہے کہ جمعہ کی رات کو دیکھا تھا۔ اور جمعہ کے دن دو آدمی صاحبؒ کو ملنے آئے ،ان دونوں نے بھی صاحب مبارکؒ سے اسی طرح کے خواب بیان کئے جن سے

آپؒ کو اپنے خواب کی تصدیق حاصل ہوگئی۔اوران میں سے ایک آدمی مصنف قاب توسکین عبدالسلام مصلی نے جو بغداد سے آیا تھا' جمعہ کی نماز کے بعد صاحب مبارکؒ کو کہا کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ مجھے فرمارہے ہیں کہ تم کربوغہ ملا صاحب کے پاس جاؤ۔اس سے کہو کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کربوغہ ملا صاحب ؒ میرے دین کے لئے کافی تکلیف اُٹھارہے ہیں۔یعنی ہاتھوں اور زبان دونوں سے تھک گئے ہیں ،لہٰذا میں ان سے خوش اور راضی ہوں۔جب صاحب مبارکؒ نے یہ سنا تو خوشی سے بہت روئے اوراس دن بڑے بڑے صدقات وخیرات کئے ۔

صاحب مبارک رحمہ اللہ کے خلفاء

صاحب مبارکؒ کے مریدوں کی تعداد ہزاروں سے تجاوز تھی۔آپؒ کے اندرون ملک و بیرون ملک کثیر تعداد میں شاگرد و مرید ہیں۔بڑے جید، نیک وصالح علماء کرام ان کے متعلقین میں شامل تھے۔جن میں کفشی کلی مولوی صاحب،ترخوبی ملا صاحب،مولانا رسول شاہ عرف ڈھوڈا صاحب کوہاٹ،مولوی نجیب اللہ آف محمد خواجہ،مولانا شیر علی ضلع کرک گاؤں چج توں' مولوی عبدالحق سورانی ضلع بنوں اور حکیم قاری عالم احمد نور صاحب ہوتی مردان اور خصوصاً حاجی محمد آمین صاحب مبلغ اسلام، مداح نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ،مجاہد اعظم کا نام قابل ذکر ہے۔حاجی صاحب نے پہلے ایک بہت بڑے عالم بزرگ شخص حضرت مہربان علی شاہ بن سید حبیب شاہ بخاری مرحوم سے بیعت کی لیکن آپ کی یہ پیاس نہ بجھی۔بالآخر صاحب مبارک ؒ کربوغہ شریف کے پاس تشریف لاکر سلسلہ قادریہ میں بیعت ہوئے اور کربوغہ میں چھ سال رہ کر صاحبزادہ فضل منان صاحب سے علم نحو اور صاحبزادہ عبدالجلیل صاحب ودیگر علماء سے منطق وغیرہ فنون سیکھے۔حاجی محمد آمین صاحب حسب ارشاد کربوغہ صاحب،انگریزوں کے

خلاف جہاد میں مشغول تھے۔آپ نے صوبہ سرحد کے چیدہ چیدہ علماء وصلحاء کا ایک اجتماع بمقام المجاہد آباد منعقد کیا۔تا کہ ایک جماعت کی امامت کے زیرنگرانی امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا انتظام ہو سکے۔چنانچہ جملہ حضرات نے آپکی تجویز کو بالاتفاق منظور کیا اور مجوزہ جماعت کا نام ''جماعت ناجیہ صالحہ'' قرار پایا۔علاوہ ازیں حاجی صاحب مرحوم نے بروز جمعہ مسجد مہابت خان پشاور میں ایک عظیم الشان اجتماع سے خطاب کیا۔آپ نے لوگوں پر اعلائے کلمۃ الحق کیلئے زور دیا۔اور تقریر کے اختتام پر اپنے سر سے پگڑی اُتار کر زمین پر رکھدی اور فرمایا کہ میں نے مصمم ارادہ کیا ہے کہ جب تک پشاور پیشہ ور طوائفوں سے پاک نہیں کیا جائے گا، تاوقتیکہ پگڑی سر پر نہیں رکھوں گا۔آپ کی اسلامی غیرت وحمیت کو دیکھ کر تہکال کے ارباب عبدالغفور خان اور دوسرے معززین شہر نے پگڑی اُٹھا کر آپ کے سر پر رکھدی۔

اس کے بعد ان معززین نے وعدہ کیا کہ وہ بھی اس کار خیر میں ان کے ساتھ ہو گے آپ نے اپنے گاؤں سلیمان خیل میں جلسے جلوس منعقد کئے اور لوگوں کو جمع کیا۔خود آپ نے پشاور میں کرایہ کا مکان حاصل کر کے سکونت اختیار کی۔آپ نے پشاور شہر سے طوائفوں کے ہٹانے کیلئے یہ طریقہ اختیار کیا کہ پچاس مسلح افراد کو صبح سے عصر تک یہ ڈیوٹی دی کہ کسی آدمی کو چکلے سے گذرنے نہ دیا جائے اور اسی طرح عصر سے صبح تک دوسرے مسلح آدمیوں کی بھی ڈیوٹی مقرر کی جو بھی اس بازار میں سے گذرنے کی کوشش کرتا تو ڈیوٹی پر متعین لوگ ان پر آوازیں دیتے تھے اور ان کو غیرت وحمیتِ دینی دلا دلا کر واپس لوٹنے پر مجبور کرتے تھے۔یہ سلسلہ تقریباً دو ماہ تک جاری رہا۔جسکی وجہ سے کسبیاں تنگ آ گئیں اور مجبوراً بازار کو خالی کرنا پڑا۔آپؒ نے اس بازار کا نام اسلام آباد رکھا۔جب پاکستان کا دارالخلافہ (راولپنڈی) کا نام اسلام آباد رکھا گیا تو حکومت نے مذکورہ بازار کو حضرت حاجی صاحب مرحوم کے نام سے

منسوب کر کے ''آمین آباد'' رکھا۔ حاجی صاحبؒ کے دیگر حالات کتاب..... ''حیات محمد امین ایک نظر میں'' ملاحظہ فرمایئے۔

صاحب مبارکؒ نے علاوہ ازیں سینکڑوں خلفائے طریقت کو یہ امانت سپرد کی۔ جن میں سے چند کے اسمائے گرامی پیش کیے جاتے ہیں۔

﴿۱﴾...... صاحبزادہ عبدالحق صاحب ابن صاحب مبارکؒ جو کہ صاحب مبارکؒ کا سب سے لاڈلا فرزند تھا جو کہ بڑے فاضل عالم شخصیت صاحب مبارکؒ کے ماذون وخلیفہ تھے۔ صاحبؒ نے ان کے حق میں کہا تھا کہ یہ ہمارے تمام خاندان کے بادشاہ ہیں۔ وہ بڑے ماہر وحاذق طبیب وقت تھے۔ علم طب میں کافی کتابیں لکھی ہیں۔ ان کے تصانیف میں ضرب السنان علی دجال القادیان جو کہ مرزائیوں کی رد میں لکھی گئی ہے۔ ان کے مہر میں یہ لکھا ہوا تھا:

زِعبدالحق اندوہ وغم در قفا ست

کہ ملجائے او سید الانبیاء است

یہ فاضل عالم اپنے والد صاحب مبارکؒ سے پانچ سال قبل (یعنی ۱۳۴۴ھ) میں وصال فرما گئے۔

﴿۲﴾...... صاحبزادہ عصام الدین صاحب جو کہ بڑے فاضل عالم اور مدبر سیاست دان شخصیت تھے۔ صاحب مبارکؒ کی وفات کے بعد تمام اولاد صاحبؒ نے متفقہ طور پر ان کو صاحب مبارکؒ کا جانشین بنایا۔ وہ بہت زیادہ خوش نویس تھے۔ ''زیادات'' دو جلد مکمل قلمی ان کے ہاتھ سے لکھی ہوئی کتب خانہ صاحب مبارکؒ میں موجود ہے۔ ان کی تالیفات میں سے ایک ''سیف السالکین'' دوسری ''النقل الصحیح فی حیاۃ المسیح'' ہے۔

صاحبزادہ عصام الدین صاحبؒ نے ایک سنی عورت کو شیعہ سے واپس کیا

تھا۔آپؒ اکثر مساجد کو نگاہ میں رکھتے تھے۔جن مساجد میں کوئی خلاف شرع کام ہوتا تو اس کو آپؒ دور فرماتے اور مسجد کی تعمیر کے کام میں کوئی نقص ہوتا تو آپ اپنے خرچ سے ان کی مرمت کرتے۔آمین خان کاریگر کربوغہ والا بیان کرتا ہے کہ صاحب مبارکؒ عصام الدین صاحب کے حق میں فرماتے کہ اس میں سات (۷) بزرگوں کی طاقت ہے۔اور گل آبا صاحبؒ کے حق میں فرماتے کہ یہ میرے نام کو بھی پوشیدہ کردے گا۔یعنی اوصاف حسنہ کی وجہ سے ان کا نام بلند ہو جائے گا۔

﴿۳﴾...... مولانا محمد سعید صاحب معروف بہ ''نوہ ملا صاحب'' کربوغہ شریف جو کہ صاحب مبارکؒ کے سات (۷) سال بعد دنیائے فانی سے (۱۳۵۶ھ) میں رحلت فرما گئے۔بڑے فاضل عالم، محقق اور مدقق شخصیت تھی۔صاحب علم منقول و معقول تھے۔سرحدات و آفاق کے مفتی تھے۔صاحب کشف و کرامت و صاحب تصانیف تھے۔روزانہ کافی طلباء کو درس دینے میں مشغول رہتے۔ان کی تصانیف میں سے

[۱] وقد المشاعل فی خمس المسائل۔

[۲] مصباح الزجاجۃ۔

[۳] رسالۃ جدیدیۃ فی تعیین اوقات مغربیہ

﴿۴﴾ مولوی دین محمد ولد عبدالرزاق تختی نصرتی قوم خٹک ضلع کرک جو کہ ایک مشہور عالم دین تھے

﴿۵﴾...... مولوی محمد حسن لکی مروت جو بنوں اور سرحد کے علماء کے اُستاد تھے۔

﴿۶﴾...... مولوی عبدالغفار عرف قاضی صاحب قوم وزیر گی زمانی خیل شاخ آخوند خیل مزار مبارک خدری محمد خیل ایف آر وزیر بنوں۔ان کی اولاد میں فی الحال حضرت مفتی و قاضی

CamScanner

شمس العارفین صاحب مصروف عمل ہیں صاحب تصنیف ہیں۔

﴿۷﴾....... دیگانو مولوی صاحب ضلع بنوں۔

﴿۸﴾....... حضرت بلیامین صاحب قوم بنگش ضلع کوہاٹ۔ جو بڑے فاضل آدمی تھے۔ ان کو تمام علوم میں مہارت حاصل تھی۔ آپ فرماتے تھے کہ ہم نے غیر مذہب کی کتابوں کو بھی یاد کیا ہے۔ تاکہ اُن کے ابطال کے واسطے دلائل تیار کر سکے۔ ان کو ہندوؤں وسکھوں کی کتاب (گرنتھ) بھی یاد تھی۔

﴿۹﴾....... درمہ خیلو مولوی صاحب جو کہ صاحب مبارکؒ کے علوم ظاہری میں اُستاد تھے۔ پھر صاحبؒ نے انہیں ماذون وخلیفہ کیا۔ وہ صاحب عمل اور زیادہ محقق عالم شخصیت تھے۔ خصوصاً علم اُصول میں ان کو بہت زیادہ مہارت حاصل تھی۔ حتیٰ کہ وہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اگر تمام "علم اُصول" دنیا سے رفع ہو جائیں۔ تو میں اول سے آخر تک اللہ تعالیٰ کے فضل سے اُصول کی تمام کتابوں کو بنقش سابق لکھ دوں گا۔ اور ایک حرف میں تغیر اور تبدل نہ ہوگا۔

﴿۱۰﴾....... مولانا غلام سرور صاحب معروف بہ بڈھ ماذون صاحب منڈان ضلع بنوں۔

﴿۱۱﴾....... گنگانے ء مولوی صاحب قوم شیخان تیراہ اورکزئی۔

﴿۱۲﴾....... حافظ صاحب تورغر مسوزئی تیراہ۔

﴿۱۳﴾....... بی سوں طوں مولوی صاحب علی شیرزئی تیراہ۔

﴿۱۴﴾....... منڈہ مولوی صاحب کرم ایجنسی پاڑاچنار۔

﴿۱۵﴾....... صاحبزادہ محمود صاحب تیراہ ماموزئی فرزندار جمند تیراہ ولی اللہ صاحب۔

﴿۱۶﴾....... حضرت قاضی گل داد صاحب معروف بہ دیگ مولوی صاحب جنوبی وزیرستان ساکن ڈب کوٹ (۱۱)۔

﴿۱۷﴾....... حضرت مولانا پیوندہ مولوی صاحب جنوبی وزیرستان۔ جو کہ بڑے مجاہد اور انگریزوں کے سخت مخالف تھے۔ ملا پیوندہ کے وفات کے بعد ان کے قائم مقام شہزادہ فضل دین تھے۔ ملا فضل دین کے وفات کے بعد ان کے قائم مقام شہزادہ وجیہ الدین صاحب تھے اور وجیہ الدین کے بعد ان کے اولاد میں ان کا قائم مقام اللہ نور عرف پہلوان صاحب ساکن لکہ جنوبی وزیرستان ہیں۔

﴿۱۸﴾....... مولانا محمد یعقوب صاحب میرانشاہ درپہ خیل۔

﴿۱۹﴾....... قاضی لطیف اللہ صاحب ساکن ترنا عیسیٰ خیل میانوالی پنجاب۔

﴿۲۰﴾....... حضرت مولانا پیر سید اکبر صاحب بھٹنی ملا صاحب علاقہ بٹھانی۔

﴿۲۱﴾....... پیر صاحب چمن بادشاہ پشاوری۔ مزار و محلّہ قصہ خوانی پشاور۔

﴿۲۲﴾....... شکی قاضی صاحب موضع شکی، وانا۔

﴿۲۳﴾....... مولانا اشرف الدین معروف بہ اخیلو ملا صاحب۔ مزار نریاب ضلع ہنگو۔

﴿۲۴﴾....... حضرت مولانا الیاس صاحب معروف بہ بھوٹان صاحب ساکن میدان آفریدی جو کہ صاحب مبارکؒ کے اجلہ خلفاء میں سے تھے۔ عالم محقق و مدقق، صاحب معقول و منقول اور بے نظیر شخصیت تھے۔ تمام عمر تدریس میں گذاری۔ ایک سو بیس تک طلباء کو صبح سویرے سے لے کر عشاء تک تدریس میں مشغول رہتے تھے۔ بڑے بڑے علماء ان سے تبرکاً سبق پڑھتے تھے۔ نہایت ہی متقی و پرہیز گار انسان تھے۔

انہیں کو حضرت عزرائیل علیہ السلام کا شرف ملاقات حاصل تھا۔ حاجی عبد الجبار صاحب آف طورہ غنڈی خلف الرشید بھوٹان صاحب کا زبانی بیان ہے۔ کہ والد صاحب (بھوٹان صاحب) نے مرض الموت میں رات کے وقت سوتیلی ماں کے ذریعے (یعنی والدہ

صاحبہ مفتی عبدالحنان صاحب) مجھے اپنی خلوت میں بلایا۔ جب میں حاضر ہوا تو آدھی رات کا وقت تھا، مجھے وصیت کی، میں نے تسلی دی کہ آپ صحیح اور تندرست ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ سانس پر کچھ اعتبار نہیں اور اس کے بعد مجھے واقعہ بیان کیا۔ کہ میں بیدار ہی تھا اور دروازہ بند تھا کہ اچانک میری خلوت میں زیادہ روشنی داخل ہوئی۔ اور ایک نورانی شخص میرے یہاں آئے۔ میں نے عرض کیا کہ عزرائیل علیہ السلام ہیں وہ متبسم ہوا۔ اور کوئی جواب نہ دیا۔ پھر میں نے بولا: زائـرًا ام قا بضًا یعنی زیارت کرنے کے واسطے آئے ہیں یا میری روح قبض کرنے کیلئے آئے ہیں۔ تو انہوں نے پھر بھی کچھ جواب نہ دیا۔ پھر بھوٹان صاحب نے عرض کیا کہ آپ ایک ہی وقت میں متعدد اشخاص کے روح قبض کرنے کیلئے کس طرح حاضر ہوتے ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ میں ایک ہی ساعت میں صُوَرِ متعدہ پر بن سکتا ہوں، جب یہ کہا تو یہ نورانی شخص غائب ہوا اور روشنی بھی ختم ہوئی۔'' اس واقعہ کے چند روز بعد بھوٹان صاحب اس دنیائے فانی سے رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ° اسی واقعہ کو مجھ سے حضرت امیر صاحب طوراغنڈی والے نے بھی بیان کیا ہے۔

صاحب مبارک کے خلیفہ اجل حضرت مولانا الیاس صاحب کا ایک اور واقعہ

حضرت مولانا عبدالجلیل صاحب فرماتے ہیں کہ مولانا نجیب اللہ ''محمد خواجہ'' والا ہمیں بیان کرتے تھے کہ بھوٹان صاحب (محمد الیاس صاحب) ہمارے استاد تھے ہم ان سے سبق پڑھتے تھے۔ ان کا معمول یہ تھا کہ موسم گرما کے دوران بھوٹان علاقہ آفریدی میں درس دیتے تھے۔ جب موسم سرما شروع ہوجاتا تو وہاں سے بمع طلباء روانہ ہوکر پہلی رات بمقام طوراغنڈی بسر کرتے تھے۔ پھر دوسری رات ہمارے گاؤں ''محمد خواجہ'' آتے تھے۔

تیسری رات طوغ سرائے میں گذارتے اور پھر توغ سے درملک جاتے تھے۔تمام موسم سرما وہاں درملک میں طلباء کو درس دیتے تھے۔مولانا نجیب اللہ صاحب بتاتے ہیں کہ میں نے اُن کی شاگردی میں متعدد سال گذارے۔کربوغہ صاحب کا چرچا بہت زیادہ تھا لیکن مولانا بھوٹان صاحب خود نہ کربوغہ جاتے تھے اور نہ ہی کربوغہ صاحبؒ کے متعلق اچھی یا بری بات کرتے تھے۔

ایک دفعہ ہمارے استاد مولانا بھوٹان صاحب کو موسم سرما میں بخار اور نمونیا ہوگیا۔بیماری اتنی بڑھ گئی کہ ان کے زندہ بچنے کی توقع نہ رہی۔ایک دن صبح بلاتے ہی فرمایا کہ میرا نبض دیکھو۔میں نے ہاتھ پکڑ کر دیکھا تو وہ سرد تھا۔میں نے کہا کہ صاحب آج تو بخار بالکل نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے صحیح اور تندرست ہو۔اس نے کہا کہ ہاں۔اس کے بعد فرمایا کہ کربوغے صاحب کا حلیہ اور شکل وصورت بیان کرو۔میں نے کہا کہ صاحب مبارکؒ کھدر(خامتہ) کا لباس پہنتے ،اور سیدھے سادھے آدمی ہیں،اتنا قد ہے اور ایسی شکل ورنگت ہے،لوگوں کو برائیوں سے منع کرتے ہیں اور امر بالمعروف کرتے ہیں اور ہمارے پیرومرشد ہیں۔مولانا نے کہا کہ میں نے خواب میں کربوغہ صاحب کو دیکھا اور مجھ سے فرمایا'' میں کربوغہ صاحب ہوں اے مولانا الیاس گھبراؤمت اللہ تعالیٰ تجھے شفاء دیگا۔'' نجیب اللہ کہتے تھے کہ استاد صاحب نے صبح مجھے یہ خواب بتایا جب شام کا وقت ہوگیا تو وہاں پر صاحبؒ کے دو خادم پہنچے۔ان کے ساتھ شہد،سیب،انگور اور دوائی تھی۔انہوں نے کہا کہ یہ مولانا محمد الیاس صاحب کے لئے صاحب مبارکؒ نے بھیجی ہیں کہ یہ دوائی،میوہ اور شہد کھائیں،اللہ انہیں شفا دے گا۔ہم نے جب یہ واقعہ دیکھا تو صاحب مبارکؒ کی ولایت کے اور بھی زیادہ معتقد ہو گئے۔مولانا صاحب نے جب وہ دوائی وغیرہ استعمال کی۔اللہ تعالیٰ نے انہیں شفاء دی۔

CS CamScanner

آخر کار جب موسم سرما ختم ہوا تو ہم اور مولانا بھوٹان صاحب مع دیگر طلباء پشاور روانہ ہوئے۔ جگہ جگہ پر رات گذارتے ،لوگوں کو وعظ ،ھدایت ونصیحت فرماتے۔ جب ہم پشاور پہنچے تو طلباء کو مولانا الیاس نے کہا کہ تم صدر میں فلاں جگہ (ایک مسجد کا نام بتایا) رات گذارو۔ میں اپنے استاد صاحب محمد ایوب پشاوری سے شرف ملاقات حاصل کرتا ہوں۔

مولانا نجیب اللہ کہتے ہیں کہ مجھے کہا کہ تم بھی میرے ساتھ جاؤ گے۔ میں بھی ان کے فرمان کے مطابق ان کے ساتھ روانہ ہوا۔ گھنٹہ گھر میں استاد محمد ایوب پشاوری کے ہاں پہنچے ۔وہاں پر مولانا صاحب سے اپنا تعارف کرایا کہ میں(مولانا الیاس بھوٹان صاحب) آپ کا شاگرد ہوں ۔ بڑے پیار ومحبت سے ملے۔ گفتگو کرتے کرتے بھوٹان صاحب نے مولانا محمد ایوب صاحب سے کہا کہ میرے دل میں بیعت کا شوق پیدا ہوگیا ہے آپ سے مشورہ کرنے کیلئے آیا ہوں کہ کس سے بیعت ہو جاؤں۔ حضرت مولانا صاحب نے یہ سن کر مراقب ہو کر آنکھیں بند کیں۔ کافی دیر کے بعد آنکھیں کھول کر فرمایا: ''میں نے پشاور کے علاقے (سامے) میں تلاش کیا۔ کوئی شخص قابل طریقت نہ مل سکا' البتہ علاقہ خٹک کربوغہ صاحب سے بیعت ہو جاؤ۔ کیونکہ اس کے متعلق میں جو سنتا ہوں کہ فلاں فلاں دینی کام سرانجام دئے ہیں اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر میں ہر وقت مشغول رہتا ہے۔ وہ صاحب قابل طریقت ہیں، ان کا دامن پکڑو۔ بھوٹان صاحب نے مولانا محمد ایوب صاحب سے کہا کہ میری خود بھی یہی رائے ہے۔ کہ کربوغہ صاحب سے بیعت کرلوں ۔الحمدللہ کہ آپ نے بھی یہی مشورہ دیا ان شاءاللہ وہاں سے بیعت ہوں گا۔

مولانا نجیب اللہ صاحب کہتے ہیں کہ ہم پشاور سے بمع طلباء آتے آتے آفریدی (بھوٹان) میں پہنچ گئے ۔ یہاں موسم گرما بسر کر کے حسب معمول موسم سرما گذارنے کیلئے در

ملک کوروآنہ ہوئے۔ پہلی رات کو ہم طوراغنڈی پہنچ گئے۔ جب صبح ہوئی تو استاد صاحب مولانا محمد الیاس نے طلباء سے کہا کہ تم رات محمد خواجہ میں پہنچاؤاور میں اور مولانا نجیب اللہ کربوغہ شریف جائیں گے۔مولانا نجیب اللہ کہتے ہیں کہ وہاں سے روآنہ ہوکر شام کو کربوغہ پہنچ گئے۔جامع مسجد صاحب مبارکؒ میں لوگ نماز مغرب ادا کررہے تھے۔پہلی رکعت ہم سے چھوٹ گئی اور دورکعت نماز امام کے پیچھے پڑھی۔اندر مسجد مہمانوں سے بھری ہوئی تھی باہر مسجد میں ہجوم کی زیادتی کی وجہ سے تین صفیں تھیں۔ہم بھی تیسری صف میں نماز کوادا کرنے کیلئے کھڑے ہوئے۔جب صاحب مبارکؒ نے سلام پھیرا تو ہم بقیہ نماز کی ادائیگی کیلئے کھڑے ہوگئے۔اتنے میں ایک آدمی نے آواز دی کہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ مولانا محمد الیاس صاحب جوں ہی نماز سے فارغ ہوجائیں تو میرے پاس محراب تک آجائیں۔جب ہم نے نماز ادا کی تو مولانا الیاس نے مجھ (یعنی مولانا نجیب اللہ) سے کہا کہ صاحب مبارکؒ کو کس ذریعے سے ہمارے آنے کی اطلاع مل گئی ہے؟،ہم حیران ہوگئے۔

جب مہمان نماز اور نوافل سے فارغ ہوئے تو صاحب مبارکؒ نے آواز دی کہ تمام مہمان لنگر میں چلے جائیں لہٰذا مہمان لنگر خانے میں چلے گئے۔صاحب مبارکؒ نے ہمارے ساتھ معانقہ ومصافحہ کیا اور بڑے پیار سے ملنے کے بعد مولانا محمد الیاس صاحب سے فرمایا کہ اس راستے (طوراغنڈی) سے محمد خواجہ پر آپ کی کافی آمدورفت تھی۔اپنی مرضی سے کربوغہ تشریف نہ لاتے تھے۔میں آپ کو دیکھتا تھا۔لیکن میں نے سوچا کہ کچھ نہ کہو۔خود ہی آجائیں گے۔اس گفتگو کی وجہ سے مولانا الیاس کافی روئے۔صاحب مبارکؒ نے گلے لگایا اور کہا مت رو۔آخر کار ہم دونوں کو پرانے کتب خانے جو مسجد کے متصل واقع ہے میں لے گئے اور کھانا وہاں ہی کھایا۔عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد صاحب نے تمام لوگوں سے فرمایا کہ تم

لوگ لنگر میں سو جاؤ۔اور مولانا الیاس اور مجھ کو کتب خانے میں لے گئے۔گفتگو کرتے کرتے کافی دیر گذرنے کے بعد صاحب نے مجھے (مولانا نجیب اللہ) کو کہا کہ تم باہر جاؤ۔ہم یہاں رہیں گے۔مولانا صاحب فرماتے ہیں کہ میں باہر چلا گیا۔انہوں نے دروازہ بند کیا میں دروازے کے سوراخ میں دونوں کو دیکھنے لگا۔صاحب مبارکؒ مولانا الیاس صاحب کو ذکر کی تلقین اور اس کا طریقہ سمجھا رہے تھے۔عجیب کیفیت تھی اور عجیب روشنی تھی دونوں چاند کی طرح چمک رہے تھے ایک قدرتی نور تھا جو دکھائی دے رہا تھا۔صاحب مبارکؒ نے مولانا الیاس صاحب کو اسی کمرے میں قادریہ ونقشبندیہ میں خلافت سے نوازا۔

﴿۲۵﴾.....حضرت حسین گل صاحب معروف بہ ''شوے فقیر صاحب'' جن کو صاحب مبارکؒ کے حکم سے بھوٹان صاحب نے خلافت دی تھی۔فقیر صاحب انتہائی مخلص اور پرہیزگار انسان تھے جن پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل وعنایت تھی۔صاحب مبارکؒ نے ان کو قادریہ کے اسباق مکمل کرائے۔صاحب مبارکؒ ان کے حق میں فرماتے: ''اللہ تعالیٰ نے شوے فقیر صاحب کو علم باطنی عطاء فرمایا ہے۔''

فقیر صاحب' صاحب مبارکؒ کی بہت خدمت کرتے تھے۔اکثر صاحب مبارکؒ کے وضوء کے برتن آپؒ کے پیچھے لئے پھرتے تھے۔ایک دفعہ موسم سرما میں نماز عشاء کے بعد صاحب مبارکؒ کے ساتھ وضوء کا خالی برتن (کوزہ) ہاتھ میں پکڑ کر آپؒ کے پیچھے جا رہے تھے۔جب صاحب مبارکؒ گھر کے دروازے میں داخل ہوئے تو صاحب مبارکؒ نے فقیر صاحب سے کوزہ لیکر فرمایا کہ تم یہیں رک جاؤ یعنی صاحب مبارکؒ کا مطلب یہ تھا کہ اور آگے مت آؤ۔صاحب مبارکؒ گھر داخل ہوئے فقیر صاحبؒ تمام رات سردی میں دروازے کے قریب کھڑے رہے۔جب صاحب مبارکؒ صبح سویرے گھر سے نکلے تو فقیر صاحب کو دیکھ کر

پوچھا تم اب آئے ہو یا ساری رات یہاں پر گذاری ہے۔فقیر صاحب نے کہا کہ آپ نے فرمایا تو تھا کہ تم یہیں رک جاؤ۔میں نے اس کا مطلب یہی سمجھا تھا کہ آپ لوٹنے کا فرما رہے ہیں لیکن میں نے آپؒ کی فرمان کی قدر کی کہ ابھی تک یہاں کھڑا ہوں، اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہوں۔جب صاحب مبارکؒ نے ان کے اخلاص ومحبت کو دیکھا تو فقیر صاحب کو بہت بہت دعائیں دیں۔ان ہی دعاؤں کا اثر تھا کہ اسی روز سے فقیر صاحب کی حالت میں تبدیلی آ گئی۔صاحب مبارکؒ کی دعا سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوا۔اور لوگوں میں زیادہ معزز و مقبول بن گئے۔حتیٰ کہ لوگ آپ کو چارپائی میں اُٹھا کر لے جاتے تھے۔گو سینکڑوں میل کے فاصلے پر ہی کیوں نہ جانا ہوتا۔

وزیرستان کے اونچے اونچے پہاڑوں میں فقیر صاحب کو چارپائی میں اُٹھا لے جاتے تھے۔اگرچہ فقیر صاحب لوگوں کو منع کرتے تھے۔لیکن وہ خود ہی ایک دوسرے سے آگے بڑھتے اور آپؒ کو لے جاتے تھے۔اکثر فقیر صاحب کے ساتھ پانچ سو(۵۰۰) سے لے کر دو ہزار تک آدمی موجود ہوتے۔اللہ تعالیٰ نے فقیر صاحب کو ایسی مقبولیت عطاء فرمائی تھی کہ ان کو دیکھنے سے آدمی کو ہدایت نصیب ہو جاتی تھی۔چنانچہ شپیـــژمہ خلیفہ صاحب مقام کونگی قوم مسعود بیان کرتے ہیں کہ فقیر صاحب کے دیکھنے سے ہی مجھ کو اللہ تعالیٰ کے نام سے ایسا شوق پیدا ہوا کہ زبان پر خود بخود ذکر شروع ہوا حتیٰ کہ مجھ پر جذبہ طاری ہوا۔وہ کہتا ہے کہ تیس عدد چوروں کو میں نے خود دیکھا ہے کہ فقیر صاحب کے دیکھنے سے اللہ تعالیٰ نے انہیں ہدایت نصیب فرمائی۔اور دنیا کو چھوڑ کر آخرت کی فکر میں مشغول ہو گئے فقیر صاحب کو صاحب مبارکؒ کے ساتھ بڑی محبت تھی۔صاحب کی وفات کے بعد ان کا نام سنتے ہی رونے لگتے۔اور ادب کا یہ حال تھا کہ اپنی مسجد کو صاحب مبارکؒ کی مسجد کی طرح بنایا لیکن بنیاد اس

سے چھوٹی رکھی۔اور آج کل ان کی اولاد میں اخونزادہ محمد رحمان اور اخونزادہ محمد الیاس عرف ملنگ مصروف عمل ہیں۔اور دونوں اخونزادہ مولا خان کے جانشین ہیں۔اور آج کل ان کے اولاد میں اخونزادہ محمد سعید واخونزادہ محمد سلطان مصروف عمل ہیں۔

﴿۲۶﴾....... حضرت مولانا عبداللطیف معروف بہ ملیز و بابا صاحب، بیارئی ملا صاحب ساکن ملیز وریاست دیر براستہ ملا کنڈ جو کہ مشہور فاضل محقق شخصیت تھی۔ بڑے بڑے علماء کے استاد تھے۔ملیز وصاحب کربوغہ میں تیرہ (۱۳) سال مقیم رہے۔تقویٰ وصفا ان کے نمایاں اوصاف تھے ان کے بڑے بڑے خلفاء ہیں۔من جملہ حضرت مولانا عبدالجلیل صاحبؒ ،ملیز وصاحب کے اجلہ خلفاء میں سے تھے صاحب کشف وکرامت شخصیت تھے۔عبدالجلیل صاحب کی مجلس میں لانیحل مسائل حل ہوتے تھے اور عجیب کیفیت محسوس ہوتی تھی۔تمام زندگی دینی کتابوں کی مطالعہ میں صرف کی۔شہرت کی بالکل تمنا نہیں رکھتے ہیں۔عبدالجلیل صاحب فرماتے ہیں کہ ملیز وصاحبؒ جب یہاں سے رخصت ہونے لگے تو گل آبا صاحبؒ کے کنویں میں مجھے بحضور دو گواہ ایک حاجی اکبر خان کربوغہ والا دوسرا بجوڑ ملا صاحب قادریہ ونقشبندیہ میں اجازت وخلافت دے دی۔پھر جب ملیز وصاحبؒ کربوغہ تشریف لائے تو دوسری دفعہ بھی مجھے بحضور دو گواہوں کی موجودگی میں اجازت دی اور یہ بھی کہا کہ میں جمعہ کے دن علی الاعلان لوگوں کو آگاہ کروں گا لیکن عبدالجلیل صاحب نے اس شہرت سے انکار کیا۔

الغرض صاحب مبارکؒ کے تمام خلفاء علمائے متبحرین ومدرسین تھے۔علماء کامل وفقہا مشہور بالزہد والصلاح تھے۔مگر دو بزگ فقیر صاحب شوہ اور پیر صاحب چن بادشاہ عالم نہ تھے۔لیکن بسبب حسن عقیدہ وصفا وتقویٰ اور حسن سیرت وپرہیزگاری اللہ تعالیٰ نے درجات بلند عنایت فرمائے تھے۔

﴿۲۷﴾ .... مأ ذونہ بی بی، صاحب مبارک نے اپنے بیبیوں میں صرف والدہ صاحبہ عبد الجلیل کو اجازت وخلافت دی تھی جو کہ مشہور بہ مأ ذونہ بی بی تھی۔

﴿۲۸﴾ .... زلیخا بی بی، صاحب مبارکؒ نے اپنی بیٹیوں میں صرف عبدالرحمٰن صاحب کی بہن زلیخا بی بی کو اجازت وخلافت دی تھی جو کہ عبدالحکیم اور عبدالسلام صاحب کی پھوپی تھی۔ نہایت دیندار وصالحہ عورت تھی۔

صاحب مبارکؒ کی ورع واحتیاط

صاحب مبارک نہایت محتاط انسان تھے۔بچپن ہی سے طبعیت میں احتیاط وپرہیزگاری تھی۔ایام شباب میں سادہ لباس اور سادہ کھانا پسند کرتے تھے طبعیت میں انکساری وتواضع زیادہ تھی۔گھر کے اندر اکثر اوقات کام وکاج میں مشغول رہتے۔زمینداری کا پیشہ کرتے، کھیت وغیرہ میں کام کرتے تھے اگر چہ گھر والے آپؒ کو منع کرتے تھے۔چٹائیاں اور چپلیاں پٹے (مزری) سے اپنے مبارک ہاتھوں سے بناتے تھے۔دسویں چٹائی اور دسواں جوڑا چپلیوں کا اللہ تعالیٰ کے نام پر صدقہ دیتے تھے۔ایام بچپن میں جب پہاڑ پر جاتے تو پہاڑی میوہ سے بھی دسواں دانہ علیحدہ کر کے احتیاطاً اللہ تعالیٰ کے نام صدقہ کرتے تھے اور گھاس میں بھی احتیاطاً صدقہ دیتے تھے۔

ایام شباب ہی سے بیگانی عورتیں تو در کنار اپنے بہوؤں (اولاد کی عورتوں) کو بھی حتی الوسع نہ دیکھتے تھے۔گھر میں صاحب کا یہ معمول تھا کہ اپنی جگہ ایک چارپائی رکھی تھی جس کے چاروں طرف پردے لگے ہوئے تھے۔جو کوئی مستغیثہ (فریاد کرنے والی عورت) یا جو دعا ودم کے واسطے آتی تھی تو وہ صاحب مبارک کی اہلیہ سے کہتی۔پھر اہلیہ صاحبہ صاحب مبارکؒ

CamScanner

کے سامنے وہ عرض پیش کرتی یعنی آپؒ اپنی نگاہ اجنبیہ کے دیکھنے اور کان اس کی آواز سے محفوظ رکھنے کی انتہائی کوشش فرماتے۔ اگر گھر سے باہر تشریف لے جاتے تو عمامہ پر چادر ڈال کر جاتے تھے۔ اولاد سے بھی جب معمولی خلاف شریعت کام دیکھتے تو فوراً زجر وتوبیخ کرتے تھے۔ اگر ان کے جسم پر خلاف شریعت کپڑا دیکھتے تو فوراً اس کو اتارنے کا حکم فرماتے اور خوب ڈانٹ ڈپٹ کر سمجھاتے۔

چنانچہ صاحبزادہ عبدالجلیل صاحب فرماتے ہیں کہ ہمارے بھائی عبدالرزاق کی شادی تھی۔ نریاب گاؤں سے ڈولی لانے کیلئے ہم نے کافی گھوڑوں کا بندوبست کیا تھا۔ ہمارے خاندان میں اس وقت سات (۷) گھوڑے موجود تھے اور چھ (۶) گھوڑوں کا بندوبست مزید کیا۔ اس وقت مشہدی لنگیوں کے استعمال کا نیا نیا رواج تھا۔ ہم میں سے چند لڑکوں یعنی میں (عبدالجلیل) فضل منان صاحب، فضل کریم صاحب اور عبدالحکیم صاحب، نے لنگیاں باندھ لیں۔ ہم ادھر اُدھر گھوم پھر رہے تھے کہ اچانک صاحب مبارکؒ کی نگاہ ہم پر پڑی۔ آپؒ فوراً کمرے میں تشریف لے گئے، کسی کو آواز دی کہ ان چاروں کو میرے پاس لے آؤ۔ چنانچہ ہم چاروں بمع دیگر صاحبزادگان کے حاضر ہوئے۔ اس وقت صاحبؒ نے صرف یہ گفتگو کی کہ نوابان ٹیری بہت غیرت منداور صاحب حسب ونسب لوگ تھے پھر ہمارے طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ میں نے سنا ہے۔ ان لونگیوں میں ریشم ہوتے ہیں لہٰذا مردوں کیلئے ریشم کا استعمال کرنا جائز نہیں۔ آپ لوگوں نے کیوں یہ لونگیاں سروں پر باندھی ہیں۔ اور غصے ہو کر کہا کہ یہ سب میرے سامنے رکھیں۔ ہم سب نے وہ لونگیاں اُتار کر صاحب مبارک کے سامنے رکھدیں۔ اور کمرے سے باہر چلے آئے۔ اس کے بعد معلوم نہ ہو سکا کہ صاحب نے لنگیوں کو جلا دیا یا کسی اور کے حوالے کر دیا۔

صاحب مبارک رحمہ اللہ کے بارے میں ایک عالم دین کا مراسلہ

ایک عالم مسمیٰ شلوزان سکنہ طوطکی تحصیل بانڈہ داؤد شاہ ضلع کرک والے نے مجھے (مؤلف) ایک خط بھیجا جو پانچ صفحات پر مشتمل تھا۔ وہ لکھتے ہیں کہ میری اور صاحب مبارکؒ کی عمر میں بہت فرق تھا۔ لیکن طالب علمی کے زمانے میں میری ملاقات آپ کے ساتھ ہوئی تھی۔ چنانچہ طالب علمی کے زمانے میں آپؒ بنوں میں نظام بازار کے قریب حسن گاؤں میں پڑھتے تھے۔ یہ گاؤں اس وقت چالیس یا پچاس گھروں پر مشتمل تھا اور یہاں بہت بڑی دینی درس گاہ تھی۔ آپؒ ایک مسجد میں مقیم تھے۔ اور قضائے حاجت کیلئے باغوان نامی خاندان کی زمین متعین کر لی تھی۔ اس کے علاوہ صاحب مبارکؒ کسی کی ملکیت میں رفع حاجت نہیں کرتے تھے۔ پرہیزگاری کا یہ عالم تھا کہ رات کو ذکر کرتے تھے اور رات کے وقت مسجد کے قریب راستے پر لوگوں کو چلنے سے منع کیا تھا۔ اتفاقاً ایک رات ایک شخص کا قریبی راستے سے گذر ہوا تو آپ کو مسجد کے صحن میں میں ٹکڑے ٹکڑے پایا۔ اور ہر ٹکڑے سے اللہ کا ذکر اس نے سنا وہ شخص ڈر گیا اور شور مچایا کہ استاد کو کسی نے قتل کیا ہے۔ راہ گیر کے چلاتے ہی آپ اُٹھ کھڑے ہوئے اور اُسے شور مچانے اور واقعہ بتانے سے منع کیا اور آئندہ کیلئے تنبیہ کی کہ یہ راستہ استعمال نہ کریں۔ انتہیٰ عبارتہ اور صاحب مبارکؒ حجامت اس حجام (نائی) سے بنواتے تھے جو لوگوں کی داڑھی نہ کٹواتے تھے یعنی ہر ایک نائی سے حجامت نہ بنواتے تھے۔ اپنی حجامت بنوانے کیلئے ایک حجام مسمیٰ نیک میر (کربوغہ والا) مقرر کیا تھا۔ جس نے کسی کی ڈاڑھی نہیں مونڈھی تھی اور نہ صاحب مبارکؒ کی وفات کے بعد کسی کی ڈاڑھی مونڈھی۔

عبادت کی یہ انتہاء تھی کہ عبدالسلام صاحب اپنی پھوپھی زلیخا بی بی کے حوالے سے

بیان کرتے ہیں کہ وہ کہتی تھی۔ کہ جب صاحب مبارکؒ ہمارے پاس گھر میں موجود ہوتے تھے تو سردی کی لمبی راتوں میں عشاء کے وضوء سے صبح کی نماز ادا کرتے تھے۔

دائم با احتیاط و عزیمت قیام داشت
مسمار باب شرع عفیف الخیال بود

صاحب مبارکؒ کا مسلمانوں کے مابین صلح ظاہری

اللہ تعالیٰ نے صاحب مبارکؒ کی صورت میں عوام الناس کیلئے ایک بڑی غنیمت عطا فرمائی تھی اور ایسے اقوام وعلاقوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں منتخب فرمایا تھا کہ اکثر قبائلی و پہاڑی علاقہ جات کے لوگ ان کے دامن مبارک سے وابستہ تھے جن میں بنسبت شہری لوگوں کے ان کے درمیان قتال وجدال اور جھگڑے وفساد زیادہ واقع ہوتے ہیں۔ تیراہ صاحب (یعنی ولی اللہ صاحبؒ) کو جب اپنے وطن میں جو مشکل معاملہ پیش ہوتا تو صاحب مبارکؒ کے حوالے کر دیتے پھر صاحب اس کا تصفیہ کرتے تھے۔ تیراہ صاحب فرماتے تھے کہ کربوغہ کے ملا صاحب بہت بابرکت انسان ہیں۔ ع

خاص کنند بندہ را مصلحت عام را

صاحب مبارکؒ کافی مشاغل کے باوجود مسلمانوں کے درمیان قتل وقتال زمین ومکانات کے جھگڑے وغیرہ کے صلح جانبین وباہمی رضامندی میں نہایت انصاف کیساتھ مشغول رہتے اور قبائلی علاقوں میں نہایت مدبرانہ سیاست سے امن وامان قائم رکھے ہوئے تھے۔ اور اسی وجہ سے صاحب مبارکؒ کی اولاد بھی عوام کے باطنی اصلاح کے علاوہ اصلاح ظاہری میں مصروف عمل ہیں۔ اور تمام لوگ اردگرد خٹک وبنگش ووزیر مسعود، اورکزی وآفریدی اور قبائلی علاقوں

کے معاملے یہاں فیصل ہوتے ہیں یا صاحب مبارکؒ کی اولاد وہاں جا کر فیصلے کرتے ہیں۔
اللہ تعالیٰ صاحب مبارکؒ کا یہ فیض ہمیشہ کیلئے جاری رکھے۔ امین ثم امین
مسلمانوں کے درمیان مصالحت ورضامندی میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے والد صاحب الحاج سلطان محمد صاحبؒ سجادہ نشین کربوغہ کو خصوصی وامتیازی مقام عطا فرمایا تھا جو کسی سے مخفی نہیں۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء .

صاحب مبارکؒ کا غایت احتیاط

صاحب مبارکؒ تقویٰ واحتیاط کا نمونہ تھا۔ تعویذ کا استعمال کرنا اگرچہ جائز سمجھتے لیکن احتیاط کی وجہ سے کہ کہیں قرآنی آیات واسمائے الٰہی بعض ناواقفوں سے ناپاک جگہوں میں نہ گرجائے تعویذ نہ کرتے تھے البتہ دم کرتے تھے۔ ایک دفعہ صاحب مبارکؒ کی بیٹی پر جنوں کے اثرات تھے۔ کافی تدابیر سے کام نہ ہوسکا۔ آخر گل آبا صاحبؒ نے ان کیلئے ایک تعویذ کی۔ اللہ تعالیٰ نے شفاء عطا کی آپؒ کو جب بیٹی کی صحت کا پتہ چلا تو وجہ دریافت فرمائی ۔کسی نے کہا کہ گل آبا صاحبؒ نے ان کیلئے تعویذ کی تھی۔ اس کے بعد صاحب مبارکؒ نے گل آبا صاحب کو تعویذ کرنے کی اجازت دی تا کہ لوگوں کو نفع ہو۔ پھر گل آبا صاحب مسلمانوں کیلئے تعویذ کرتے اور اللہ جل شانہ مریض کو شفاء دیتا تھا۔

صاحب مبارکؒ کے ذکر واذکار و بیعت کرانا

صاحب مبارکؒ ہر وقت ذکر میں مشغول رہتے تھے۔ (دست بکار دل بیار) گویا اللہ تعالیٰ کا ذکر ہی آپؒ کی خوراک تھی۔ نماز عصر کے بعد مسجد میں بیٹھ کر جہر متوسط سے ذکر کرتے۔ حاضرین مسجد فرداً فرداً اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہتے۔ یعنی صوت واحد کے

ساتھ ذکر نہ کرتے تھے۔ تمام مسجد ذکر سے گونجتی رہتی۔ صاحبؒ کا اکثر معمول یہ تھا کہ نماز عشاء کے بعد لوگوں کو بیعت کرتے تھے۔ نماز تہجد کے بعد کمر باندھ کر اپنے وظائف جہرا پڑھنے میں صبح کی اذان تک مشغول رہتے تھے۔

ہر صبح وشام لیل ونہارش لسان ذکر
گویان بہ ذوق وشوق نظیر بلال بود

صاحب مبارکؒ کا ایک خط

(صاحب مبارکؒ کا ایک خط جسکو آپؒ نے کوہاٹ کے قاضی صاحب کو بھیجا تھا)

مسند شریعت غراء ویستادہ ملت بیضاء بذات بابرکات مجمع الکمالات مصدر الفضلات مکرمی معظمی قاضی صاحب کوہاٹ زادت برکاتہ آراستہ وپیراستہ باد ۔بعد از تبلیغ تحائف گلدستہ دعاوسلام مسنون الاسلام!

شرح شوق بدر یافت ملاقات خورمی ایات واضح میگرداند۔اگر چہ چند روز پیش تر ازیں یک قطعہ نیاز نامہ خود متضمن بدیں معنی کہ آیا اگر ملایان صاحبان پشاور کہ قبل ازیں تابہ کوہاٹ تشریف آوردہ بودند وبوقت مراجعت ایں فقیر حقیر رابے موجب متہم کردہ چنانچہ ایں سخن راتشہیر عام دادند کہ ملا صاحب کربوغہ از کردن شریعت انکار آوردہ بطرف تیراہ فراری شد برائے تحققیات ہمین مسائل کہ تفصیل آں در ذیل مرقوم میشود ،می آیند وموجب حکم شرعی تصفیہ می نماید ۔پس بہتر است کہ اولاً آں صاحب ہمراہ ملایان

مسند شریعت غراء ملت رسول کی تکیہ گاہ جناب مکرمی معظمی قاضی زادت برکاتہ،خوش وصحت مند رہو! دعا وسلام مسنونہ کے بعد عرض یہ ہے کہ آپ کی ملاقات باعث سرور کا خواہشمند ہوں۔

واضح رہے کہ چند دن پہلے میں نے ایک خط بھیجا تھا جس کا مضمون یہ تھا کہ پشاور کے علماء کرام کوہاٹ تشریف لائے تھے۔واپسی پر مجھ فقیر پر بلاوجہ تہمت لگائی تھی اوراس بات کو عام شہرت دی کہ کربوغہ ملا صاحب شریعت کے کرنے سے انکار کر کے تیراہ کی طرف فرار ہوا ہے۔اگر علماء کرام مندرجہ ذیل مسائل کی تحقیق کیلئے آتے ہیں، جن کی تفصیل ذیل میں تحریر کی جاتی ہے اور مطابق حکم شرعی تصفیہ کرتے ہیں ،تو بہتر یہ ہے کہ اول آپ صاحب علماء سے تحقیق کے متعلق پوچھیں۔اس کے بعد مجھے اطلاع

صاحبان خبر گرفتہ بعدہ از آمدن اوشاں بہ بندہ اطلاع دادہ تا کہ ایں حقیر بشرط حیات باقی خودرا تا بہ موضع ڈھوڈہ علاقہ بنگش کوہاٹ رسانیدہ، حاضر تواند شد فقط تحریر نمودہ شدہ مرسول گردیدہ بود۔ امید کہ بملاحظہ شریف گذشتہ باشد۔ ہنوز باز بذریعہ ترسیل مکتوب ہذا گذارش میرود۔ کہ اگر واقعی ملایان صاحبان پشاور یعنی ملا صاحب ہزارخوانی کہ او ایں قدر آدم کلاں و عالم وقت است ایں فقیر را بر ناحق بنام مفرور منسوب نمودہ۔ در کاغذ مینویسند و خودرا کہ عفوش نصیب باد داخل مواخذۂ روز قیامت بکردن بہتان در حق مؤمن مسلمان مینماید و بدیگر علمائے آں نواحی بنظر تحقیق و تدقیق در ضمن مسائل مندرجہ ذیل تأمل و تفکر کردہ۔ در ہر کدام مسئلہ کہ حکم آن بر خلاف کتاب بفکر اوشاں بودہ باشد۔ آیا موافقت تحریر مایان و حکم کتاب بخیال و دانست اوشاں درست و صحیح معلوم نمیشود۔ پس بہتر است کہ ہماں عالمان از تشریف آوردن خود اندریں چند یوم در خدمت آں صاحب

دیں، تا کہ میں بشرط حیات بمقام ڈھوڈہ علاقہ بنگش کوہاٹ حاضر ہو جاؤں۔ اس مضمون کی مانند ایک خط میں نے آپ کو پہلے بھیجا تھا۔ شاید آپ نے خط ملاحظہ کیا ہوگا۔ اب دوبارہ بذریعہ خط گذارش کی جاتی ہے کہ اگر واقعی پشاور کے علماء یعنی ملا صاحب ہزار خوانی کے وہ بڑے آدمی اور عالم وقت انسان ہیں' نے مجھ فقیر کو ناحق مفرور کے نام سے منسوب کیا ہے اور کاغذ میں انہوں نے لکھا ہے۔ حالانکہ وہ مؤمن مسلمان پر تہمت لگانے سے اپنی جان کو روز قیامت میں مأخوذ کرتے ہیں (اللہ تعالیٰ ان کو عفو نصیب فرمائے) وہ اور ان اطراف کے دیگر علماء تحقیق و تدقیق کی نظر سے مسائل مندرجہ ذیل میں غور و فکر کیا ہے کہ ہر مسئلہ جو ان کی فکر میں کتاب سے خلاف ہو یا ہماری تحریر اور کتاب کا حکم ان کے خیال و عقل میں درست معلوم نہ ہوتا ہو۔ پس بہتر یہ ہے کہ علماء کرام چند دن میں اپنی تشریف آوری کے متعلق آپ کو اطلاع دے دیں۔

CamScanner

اطلاع خواہند داد بعد ازاں از طرف ان همایان ہریک عقیدت کش شیر علی و شیر محمد خانزادگان ساکن چھتو از آمدن ملایان اطلاع رسد بہتر خواہد بود ۔اُمید کہ خانزادگان مذکور ازیں جانب را مطلع خواہند نمود۔البتہ ایں فقیر از طرف کالاباغ وغیرہ گردونواح آں دریں چند یوم واپس مرجع گشتہ ۔و بوقت رسیدن جواب تشریف آوری ملایان صاحبان بندہ ہم تیاری و جمع آوری کتب ضروریہ کنانیدہ بے واقعہ خدا تعالیٰ در موضع ڈھوڈہ خواہم رسانید۔خود در کردن تحقیقات اگر حق بجانب دیگر ثابت برآمد گردید بندہ بجانب حق رجوع خواہد کرد

اول مسئلہ (جامہ سیاہ)

چونکہ ظاہر است کہ ایں فقیر مطلق جامہ سیاہ را حرام نمی گوید الا بسبب نجاست عارضی منع آں میکند چرا کہ نیلگران بالیقین نیل خود را پاک قرار دادہ نتوانند گفت بلکہ از نیلگران کسے پرسان بیکند اوخود میگوید کہ نیل ما پلید است جامہ رنگ کردہ را شوئیدہ تا کہ پاک گردد حالانکہ عوام الناس جامہ سیاہ

اس کے بعد اگر آپ صاحب ہمارے عقیدتمند شیر علی و شیر محمد خانزادگان سکنہ چھتو کو علماء کرام کی آمد سے مطلع کریں تو بہتر ہوگا ۔شاید کہ وہ خانزادگان مجھے اطلاع دیدیں گے ۔البتہ میں علاقہ کالاباغ سے شاید چند دنوں میں واپس آجاؤنگا،علماء کرام کے آنے کی اطلاع پر میں ضروری کتابوں کی تیاری اور جمع آوری کرونگا۔ان شاء اللہ تعالیٰ میں ڈھوڈہ حاضری دوں گا۔ اور مسائل کی تحقیقات کرنے میں اگر حق دوسری طرف ثابت ہوا تو میں حق کی طرف رجوع کروں گا۔

اول مسئلہ (کالا کپڑا)

یہ ظاہر ہے کہ میں مطلق کالے کپڑے کے استعمال کو حرام نہیں کہتا ۔مگر نجاست عارضی کی وجہ سے منع کرتا ہوں ۔کیونکہ نیل والے (رنگ کرنے والے) اپنے رنگ کو پاک نہیں کہہ سکتے ۔بلکہ اگر ان سے پوچھا جائے تو وہ خود کہتے ہیں کہ ہمارا نیل نجس ہے اور رنگ کردہ کپڑے کو دھوئیں تا کہ پاک ہو جائے ،حالانکہ عام لوگ رنگ شدہ کپڑے کو

رنگ کردہ را ایں قدر نمے شویند کہ آب سفید از و جاری برآید۔ پس در چنیں صورت حکم ہر رنگ نجس موقوف بازالت عین او است۔ و پوشیدہ جامہ سفید را مستحب میگویم واز استعمال جامہ رنگینہ برنگ پلید منع مے نمایم۔ فقط

اس قدر نہیں دھوتے کہ اس سے سفید پانی جاری ہو جائے۔ پس اس صورت میں ہر رنگ نجس کا حکم عین کے زائل کرنے پر موقوف ہے اور میں سفید کپڑے کے پہننے کو مستحب کہتا ہوں اور جو کپڑا رنگ نجس سے رنگ جا چکا ہو اس کے استعمال سے میں منع کرتا ہوں۔

دوئم مسئلہ تخفیف جنازہ تارک الصلوٰۃ وغیرہ۔

ایں ہم ظاہراست کہ مایان بنسبت تارک الصلوٰۃ و ریش تراش وغیرہ فاسق معلن تا انکہ منکر از فرضیت نماز و یا مستحل عمل فسق خود نشدہ باشد حکم کفر نمے کنم۔ و نہ تا حال بر ایں چنیں کس حکم کردہ ایم، البتہ در باب آں کس کہ او استخفاف عالم میکند و یا حکم شریعت را دیدہ و دانستہ قولاً و فعلاً را حقیر پندارد و اہانت مینماید، بر تخفیف جنازہ او اعلان مینمایم۔ صورتش این است مثلاً یک شخص را کدام عالم و یا ملا بجہت امر معروف بگوید کہ نماز می کردہ باشد و از ریش تراشی وغیرہ عمل ناجائز منع شو۔

دوئم مسئلہ

یہ بھی ظاہر ہے کہ ہم تارک نماز اور داڑھی منڈانے والے وغیرہ فاسق ظاہر کو جب تک فرضیت نماز کا منکر نہ ہو، یا عمل فسق کو حلال جاننے والا نہ ہو تو اس کو ہم کافر نہیں کہتے۔ اور نہ ابھی تک کسی پر کفر کا حکم لگایا ہے۔ البتہ میں اس شخص کے بارے میں کہ جو عالم کی توہین کرے یا حکم شریعت کو دیدہ و دانستہ قولاً و فعلاً ہلکا (حقیر) سمجھے اور اس کی اہانت کرے۔ تو اس کے جنازے کے ہلکا ہونے پر میں اعلان کرتا ہوں اسکی صورت یہ ہے کہ مثلاً ایک آدمی کو کوئی عالم یا ملا بابت امر بالمعروف و نہی عن المنکر کہدے کہ نماز پڑھو۔ اور داڑھی کاٹنے و منڈانے وغیرہ

اوازروئے اہانت میگوید کہ بیشتر ہم ملایان وکتابہا بودند یا کہ ہنوز ملایان پیدا شدہ کہ مسئلہ ہائے نو بیان میکنند ۔ ہرگاہ کہ او توہین عالم وکتاب اختیار نمود، ما ہم بتخفیف جنازہ اوخبر میدہم تا کہ سبب عبرت گردد فقط۔

سوئم مسئلہ (اخذ تعزیر بالمال)

پوشیدہ نیست ونماند کہ ما یان مال تعزیر را واجب الاکل نمی گوئم ۔البتہ بغرض استحکام امور شرعی از کسے قدرے گرفتہ شود آں را صرف در مصارف میںمائیم۔

فقط

چہارم مسئلہ (کردن بددعا)

چونکہ ما یان کردن بددعا را نہ فرض ونہ واجب ونہ سنت میگوئم ۔ونہ بکردن بددعا ہمیشہ مشغول ایم۔ اگر گاہ گاہے بوقت ضرورت از بندہ صادر شود آں را کہ بندہ کردہ باشد موجب حکم کتاب حرام ہم نمے گویم۔

فقط

ناجائز اعمال سے منع ہو جاؤ تو وہ آدمی عالم کے جواب میں بطور اہانت کہتا ہے کہ اس سے قبل علماء اور کتابیں موجود تھیں یا اب علماء پیدا ہوئے ہیں کہ جدید مسائل بیان کرتے ہیں جبکہ وہ عالم اور کتاب کی توہین کو اختیار کرے میں بھی اس کے جنازے کے ہلکا ہونے پر اعلان کرتا ہوں تا کہ اور لوگوں کیلئے عبرت بن سکے۔

سوم مسئلہ

مخفی نہ رہے کہ ہم مال تعزیر کے کھانے کو واجب نہیں کہتے ۔البتہ امور شرعی کے استحکام کے واسطے میں کسی سے کچھ لے لوں تو وہ اپنی ضروریات میں خرچ کرتا ہوں۔

چہارم مسئلہ

چونکہ میں بددعا کرنے کو نہ فرض نہ واجب نہ نہ سنت اور نہ مستحب کہتا ہوں اور نہ میں بددعا کرنے پر ہمیشہ مشغول رہتا ہوں ۔ اگر بوقت ضرورت مجھ سے (بے اختیار) بددعا صادر ہو جائے تو میں کتاب کے حکم سے اسے حرام نہیں کہتا ہوں۔فقط

مسئلہ ہائے ضروریہ ہمیں بودند کہ حکم ہر
یک مطابق معمول خود مفصل تحریر نمودہ ،
فرستادہ شدند۔اگر علمائے پشاور ہمدریں
مسئلہ ہا کدام مخالف از حکم کتاب می
بیند۔بندہ بے شک تحقیقات میکند وگرنباشد
باز حاجت نیست ۔علاوہ ازیں اگر کسے
دیگر کدام سخنان پیدا میکردہ و بر بندہ مے
چسپایند آں ہمگی محض خلاف و بہتان می گوید
ویا گواہان بدروغ میگذارنند آن ہم مکذبین
خواہند بود ۔حالانکہ بہ نسبت ملک ہذا در
ملک پشاور مخالفین و مکذبین بسیار اند ۔قول
آنہاں را قابل پذیرائی نیست و نباید
تصور ید۔چونکہ بسبب عدم موجودگی نویسندہ
در کاغذ اول ایں قدر تشریح نوشتہ نشدہ بود
لیکن مضمونش واحد باید تصور ید۔چند مدت
بہ سبب بودن ایام زمستان فقیر فارغ می
باشد ۔باز بکار وبکاریکہ پیشۂ ما مردمان
زمینداری است مشغول می مانیم ۔فرصت کم
خواہد بود۔فقط

مسودہ۔۱۰ اربیع الثانی ۱۳۰۸ ہجری

المشتاق: ملاکربوغہ از نری

ضروری مسئلے یہی تھے کہ ہر ایک کا
حکم معمول کے مطابق تفصیلاً تحریر کرکے بھیجا
گیا۔اگر پشاور کے علماء ان مسائل میں کوئی
حکم کتاب کے خلاف دیکھیں۔تو میں بے
شک تحقیقات کرتا ہوں ۔ورنہ کچھ حاجت
نہیں ۔اس کے علاوہ اگر کوئی نئی بات کسی
نے پیدا کی ہو اور مجھ پر چسپاں کرتے ہیں تو
وہ تمام محض خلاف و بہتان ہے۔یا جھوٹی
گواہی دیتے ہو وہ بھی جھوٹے ہیں
۔حالانکہ ہمارے ملک کی بنسبت پشاور میں
مخالفین اور جھوٹے زیادہ ہیں ۔ان کے
اقوال قابل قبول نہیں اور نہ لائق قبول ہیں۔
چونکہ کاتب نہ ہونے کی وجہ سے پہلے خط
میں اس قدر تشریح نہ تھی ،لیکن مضمون دونوں
کا واحد ہے۔اب میں کچھ عرصہ موسم سرما کی
وجہ سے فارغ ہوں پھر اپنے پیشہ زمینداری
میں مشغول رہتا ہوں ۔مجھے فرصت کم ملتی
ہے۔ فقط

تحریر شد۔۱۰ اربیع الثانی ۱۳۰۸ ہجری

ملاقات کا خواہشمند: ملاکربوغہ

ازنری (ایک جگہ کا نام ہے)

صاحب مبارکؒ کی توثق وتوکل باللہ کا ایک واقعہ

صاحب مبارکؒ اللہ جل شانہٗ پر اتنا زیادہ توکل اور اعتماد رکھتے کہ زندگی بھر کسی کے سامنے اپنی حاجت ظاہر نہیں فرمائی البتہ اگر لوگ خود ہی لنگر کیلئے عطیہ یا شکرانہ پیش کرتے تو قبول فرماتے۔جس وقت تیراہ صاحب نے آپ کو خلافت عطاء کی۔اور ساتھ ہی لنگر (یعنی غرباء ومساکین کو روٹی کھلانے) کی اجازت بھی دی اور فرمایا کہ خدا تعالیٰ تمہارے ساتھ مدد وتعاون فرمائے گا۔چنانچہ تیراہ صاحب سے واپسی پر علاقے والے لوگ حسب توفیق گندم وغیرہ خود لاتے تھے اور اسی دن سے صاحب مبارکؒ نے لنگر شروع کر دیا۔

صاحبزادہ عبدالجلیل صاحب ابن صاحب مبارکؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ہمارے علاقے میں قحط سالی ہوئی۔اڑھائی سال تک بارش نہیں ہوئی تھی۔لوگ کافی پریشان تھے ایک دن صاحب مبارکؒ نے تمام قوم کو اپنی مسجد میں بلا کر ان سے خطاب کر کے فرمایا کہ یہ اللہ جل شانہٗ کا امتحان ہے۔ الحمدللہ ہمارے علاقے میں مزری زیادہ پیدا ہوتی ہے آپ لوگ ان سے کُھ بان''کواری'' (جو دستکاریوں کے نام ہے)وغیرہ بنائیں۔پھر بنوں میں فروخت کریں اور اسی قیمت پر غلہ خریدیں، لیکن یہ بات غور سے سنیں کہ کربوغہ کی عورتیں ہماری بیٹیوں کی طرح ہیں۔ان کی بے حیائی وبے پردگی پر زیادہ ناراض ہوتا ہوں (اس وقت کربوغہ کے لوگ غربت کیوجہ سے باہر ملک جاتے تھے) ان کو باہر نہ نکالیں اگر چہ کافی تکلیف کیوں نہ ہو، خدا تعالیٰ رحم فرمائے گا۔چنانچہ اتفاقاً اسی دن ضلع بنوں کے ''مقام ہوید'' سے کافی تعداد میں لوگ صاحب مبارکؒ کی زیارت کرنے آئے تھے۔عبدالجلیل صاحب کہتے ہیں کہ اس دن لنگر کا نمبر ہمارا تھا۔ہمارے گھر میں صرف جوار موجود تھی ہم نے جوار چکی میں پیسی ان سے

خوری کی روٹی بنائی (یعنی کڑی مو او کڑہ)۔ ان لوگوں کو پتہ چلا کہ یہاں کافی تکلیف ہے ۔صبح کے وقت ربنواز شیخ صاحب نے صاحب مبارکؒ سے کہا کہ آپ ہمارے ساتھ ایک بچہ بھیج دیں، تمام لوگ بنوں میں آپ کے مرید و معتقد ہیں وہاں سے لنگر کیلئے کافی غلہ آئے گا ۔صاحب مبارکؒ نے فوراً جواب دیا کہ شیخ صاحب ہماری دنیا اتنی زیادہ ہو چکی ہے۔کہ ہم سے سنبھالی نہیں جاتی !ان لوگوں کو صاحب مبارکؒ نے دعا دی وہ رخصت ہو کر چلے گئے ۔جب صاحب مبارکؒ گھر تشریف لائے ۔آپ کے سر پر اس وقت سفید ٹوپی تھی تو میں (عبدالجلیل) اور فضل منان آپ کے پیچھے داخل ہوئے ہم نے بیک آواز صاحب مبارکؒ سے کہا کہ ہمیں غلہ کی اتنی زیادہ تکلیف ہے کہ نہ غلہ ہے اور نہ کہیں ملتا ہے، آپؒ نے ربنواز شیخ سے فرمایا کہ ہماری دنیا اتنی زیادہ ہے کہ ہم اس کو سنبھال نہیں سکتے ۔صاحب مبارکؒ نے متبسم ہو کر کہا کہ میں نے جھوٹ نہیں بولا اور نہ بولوں گا ۔کیوں اونٹ و بکریاں مال و دنیا ہے یا نہیں؟ ۔ہم نے کہا کہ ہے۔صاحبؒ نے فرمایا کہ چند دن ہوئے کہ ریشمین شیخ ناراض ہو کر چلا گیا ہے۔گھر میں پانچ اونٹ اور بکریاں کھڑے ہیں ان کا انتظام میرے ذمے ہے۔گھر میں ادھر اُدھر بھاگتے پھرتے ہیں۔ہم ان سے بہت تنگ آ گئے ہیں میرا یہی مطلب تھا۔یعنی صاحب مبارکؒ اللہ جل شانہ، کے سوا کسی سے طمع و خواہش نہ کرتے بہت زیادہ متوکل علی اللہ تھے۔لیکن اس شیخ کو اس طرح کہا کہ جھوٹ بھی نہ تھا اور وہ مطمئن بھی ہو گیا۔اس توریہ کی مانند صاحب کا دوسرا واقعہ بھی ہے :۔کہ صاحب مبارکؒ انگریزوں سے ملاقات نہ کرتے تھے۔ایک دفعہ صاحبؒ کو بڑا انگریز افسر ملنے آیا۔صاحب مبارکؒ گھر میں لیٹے ہوئے تھے۔کہ کسی نے کہا کہ انگریز افسر آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔صاحب مبارکؒ نے اپنی انگلیوں سے دونوں آنکھیں بند کیں اور قاصد سے کہا کہ انگریز سے کہو کہ صاحب مبارکؒ کی آنکھیں بند

تھیں۔ وہ ان الفاظ سے یہ خیال کرے گا کہ صاحب مبارکؒ سو گیا ہے اور وہ واپس چلا جائے گا۔ لہٰذا قاصد نے اسی طرح انگریز سے کہا۔ وہ چائے روٹی کھانے کے بعد واپس چلا گیا یعنی صاحب مبارکؒ نے انگریز کو بطور مہمان ناراض نہ کیا اور اس کی ملاقات سے بھی گریز کیا۔ انگریز اپنے خصوصی افراد مسلمانوں کے لباس میں صاحب مبارکؒ کی جاسوسی کیلئے خُفیہ طور پر بھیجتے تھے کہ صاحبؒ کے حالات معلوم کریں۔ لیکن وہ جاسوس جب صاحب مبارکؒ کی مسجد کے قریب پہنچتے تو صاحب مبارکؒ لوگوں کو اطلاع دیتے کہ کتا آ گیا اس کو مسجد میں داخل نہ ہونے دو۔ تو لوگ نعرے بلند کرتے کہ صاحبؒ فرماتا ہے کہ کتا مسجد میں داخل نہ ہو جائے۔ چنانچہ وہ انگریز شرم وحیا کے مارے واپس چلے جاتے۔ اس طرح ایک انگریز سفید لباس میں مسلسل تین سال اس کوشش میں رہا کہ میں صاحب مبارکؒ کے حالات معلوم کروں۔ لیکن آخر کار ناکام و نامراد ہو کر واپس چلا گیا۔

صاحب مبارکؒ عامل بالسنۃ تھے

صاحب مبارکؒ قرآن وسنت کا ہمیشہ بہت اہتمام فرماتے۔ کھانے پینے، پہننے اور نشست و برخاست، مہمانوں کے اکرام، عبادات اور معاملات میں سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرتے تھے، لہٰذا صاحب مبارکؒ عامل بالسنۃ ہونے کے جذبہ میں ہر سال رمضان المبارک کے اوائل تراویح میں ختم قرآن مجید ادا کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ قرآن تراویح میں پڑھنا سنت ہے چونکہ اس وقت حفاظ قرآن مجید بھی کم تھے لوگوں کی مالی حالت بھی کمزور تھی۔ صاحب مبارکؒ عام مسلمانوں خصوصاً عقیدتمندوں کا سنت پر عمل کا لحاظ کرنے کے لئے ہر سال ایک حافظ موضع غورزندی سے بلاتے تھے وہ حافظ نہایت خوش آواز صحیح قرأت والے اور

ایک ہی لہجہ سے قرآن مجید پڑھتے تھے، دور دراز علاقوں سے کافی تعداد میں لوگ حاضر ہوتے اور اس سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ادا کرتے تھے

صاحب مبارکؒ خود بھی بمعہ اولاد کھڑے ہو کر قرآن مجید سنتے تھے ان کا یہ معمول صرف حدیث من تمسک بسنتی عند فساد امتی فله اجر مائة شهيد (اوکما قال علیہ الصلوۃ والسلام) کی بناء پر تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:۔

''کہ جس نے میری سنت پر عمل کیا جب کہ امت میں فساد ہو۔ تو ان کیلئے سو شہیدوں کا اجر ہوگا۔'' (انتہیٰ)

اس زمانے میں صاحب مبارکؒ کی اولاد میں کوئی حافظ قرآن نہ تھا۔ کہا جاتا ہے کہ ایک دفعہ صاحب مبارکؒ نے غورزندی حافظ کو کچھ ہدیہ دے دیا۔ اس میں سے ایک روپیہ خراب تھا جو انہوں نے صاحب مبارکؒ کو واپس کیا۔ صاحب مبارکؒ نے دوسرا روپیہ دیا۔ صاحب نے اپنی تمام اولاد کو جمع کر کے گل آبا کے ہاتھ میں وہ روپیہ دے دیا کہ یہ غورزندی حافظ جی نے واپس کیا ہے۔ صاحب مبارکؒ کا مطلب یہ تھا کہ آپ حفظ قرآن مجید میں کوشش کریں۔ چنانچہ گل آبا صاحب نے حفظ قرآن حکیم شروع کیا اور کم وقت میں جید حافظ قرآن بن گئے۔ پھر گل آبا صاحب کے حفظ کے بعد صاحب مبارکؒ کی اولاد میں حفظ قرآن مجید کا سلسلہ شروع ہوا۔ لہٰذا ہر سال رمضان المبارک کے اوائل میں ختم قرآن کیا جاتا ہے۔ پہلے تو ہزاروں کی تعداد میں لوگ ختم قرآن کیلئے آتے تھے لیکن اب الحمد للہ ہر گاؤں میں ختم قرآن ہونے کی بنا پر سابقہ تعداد میں کمی ہوئی ہے۔ تاہم اب بھی سینکڑوں عقیدت مند یہاں قرآن پاک سننے کیلئے جوق در جوق حاضری دیتے ہیں۔ موسم کی تبدیلی اور حفاظ کی کثرت وقلت کی بنا پر کبھی ختم قرآن مجید دو راتوں میں ہوتا ہے اور کبھی تین راتوں میں۔

حفاظ کرام صاحب مبارکؒ کی اولاد میں سے ہیں۔صاحب مبارکؒ کے بچوں میں سے سب سے پہلے حافظ فضل حق عرف گل آبا صاحبؒ تھے اور صاحبؒ کے پوتوں میں پہلے حافظ شمس الدین صاحب تھے۔اللہ تعالیٰ صاحب مبارکؒ کا یہ فیض ہمیشہ جاری رکھے اور ہم سب کو سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کی توفیق عطا فرماویں۔امین یا رب العلمین۔

صاحب مبارکؒ کا مخالف سنت آدمی کو دیکھ کر سخت ناراض ہونا

صاحب مبارکؒ کے قلب میں اللہ تعالیٰ نے سنت کی ایسی محبت وجذبہ ڈال دی تھی کہ مخالف سنت آدمی کو دیکھنا گوارہ اور برداشت نہ کرسکتے تھے چنانچہ عبدالجلیل صاحب فرماتے ہیں کہ :

حاجی منگل طورہ وڑی والے مجھے واقعہ بیان کرتے تھے کہ میں ایک دفعہ جمعہ کی نماز کیلئے کربوغہ روانہ ہوا۔راستے میں ایک ملک صاحب جو حجام سے داڑھی منڈھوا رہا تھا، نے مجھے کہا کہ ذرا صبر کرو میں حجامت بناؤں تو اکٹھے دونوں جائیں گے۔لہٰذا کچھ دیر کے بعد ہم دونوں روانہ ہوکر کربوغہ شریف پہنچ گئے۔صاحب مبارکؒ مسجد کے اندر چپان میں بیٹھا ہوا تھا۔ آپ کے اردگرد کافی لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ہم دونوں نے صاحب مبارکؒ سے مصافحہ کیا اور آپ کے نزدیک بیٹھ گئے۔صاحب مبارکؒ نے لوگوں سے فرمایا کہ میرا چپان اُٹھائیں تو فوراً اس ملک نے صاحب مبارکؒ کو ادب سے کہا کہ میرے لئے دعا کریں۔صاحب مبارکؒ نے جب اس کے چہرے کو دیکھا تو داڑھی تازہ مونڈھی ہوئی تھی، بے اختیار منہ سے نکلا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہلاک کرے۔اس گفتگو کے بعد صاحب مبارکؒ کو لوگوں نے اُٹھایا اور گھر لے گئے۔"

صاحبزادہ عبدالرحیم صاحب عرف سپین آبا کہتے ہیں کہ جب میں نے یہ واقعہ دیکھا تو ایک مہمان کو ناراض دیکھ کر شکایت کے لئے صاحب مبارکؒ کے ہاں اندر گھر میں داخل ہوا۔ میں نے کہا کہ ملک صاحب نے آپ سے دعا مانگی۔ آپ نے بجائے دعا کے بد دعا دیدی۔ صاحبؒ نے فرمایا کہ اے عبدالرحیم! جب میں نے اس کے منہ کو دیکھا تو خلاف سنت پایا۔ میں زیادہ ناراض ہوا اور مجھے نفرت سے قے (اُلٹی) آنے لگی۔ اس وجہ سے میں نے آواز دی کہ مجھے اُٹھاؤ جب وہ میرے نزدیک آیا تو میری زبان سے بے اختیار یہ لفظ نکلا ،میں مجبور تھا اگر مجھ سے غلطی ہوئی ہو تو خداوند تعالیٰ مجھے معاف فرمائے۔ (آمین ثم آمین)۔ حاجی منگل کہتے ہیں کہ اس ملک صاحب نے اسی وقت کہا کہ مجھے بُخار ہو گیا ہے۔ پھر میں نے صاحبزادہ عصام الدین صاحب کی جگہ پر اس کو پہنچایا۔ وہاں آگ و دوائی کا بندوبست کیا ۔ وہ کہتا تھا کہ وہاں پر میں نے ملک صاحب کو کہا کہ آؤ صاحب مبارکؒ سے معافی مانگیں تو اس نے کہا کہ میرا دل بالکل اپنی جگہ سے ہٹ گیا ہے۔ مجھے گھر پہنچائیں پھر صاحبؒ سے معافی مانگوں گا۔ لہٰذا کسی ذریعہ سے ہم دونوں گاؤں پہنچ گئے۔ تین دن کے بعد ملک صاحب فوت ہوا۔ عبدالجلیل صاحب فرماتے ہیں کہ حاجی منگل نے اس ملک کا نام بھی بتایا تھا۔ لیکن میں بھول گیا۔ الغرض اس واقعہ سے صاحب مبارکؒ کی سنت سے محبت و پیروی معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ ایک آدمی جو خلاف سنت شخص کو دیکھنا برداشت نہ کر سکے اور اس کے دیکھنے سے ان کو نفرت ہوتی ہو تو وہ خود کس قدر سنت کی پیروی کرتے ہوگے اور خدا جانے کہ اس کا دل سنت کی محبت سے کتنا لبریز ہوگا۔؟؟ اللھم ارزقنا اتباعہ۔

صاحب مبارکؒ کی وفات

صاحب مبارکؒ آخری عمر میں بہت ضعیف وکمزور ہو گئے تھے، بذریعہ چپان (یعنی ڈولی) مسجد میں حاضر ہوتے تھے۔ اٹھارہ سال تک انہیں چھوٹے پیشاب کی تکلیف رہی۔ کبھی کبھی ایسی کیفیت طاری ہوتی کہ چیخیں مارتے تھے لیکن نماز با جماعت نہ چھوڑتے تھے، صاحبزادہ عبدالجلیل صاحب کہتے ہیں کہ خاص تالاب (جہاں سے کربوغہ کی عورتیں پانی لاتیں اور کپڑے دھوتی تھیں) پر صاحب مبارکؒ چاردیواری بنا رہے تھے۔ اسی جگہ صاحب مبارکؒ شدید مرض میں مبتلا ہوئے (یہ مرض تین دن تک رہا)۔ ہم سب کے دل میں یہ بات آئی تھی کہ صاحب مبارکؒ اس مرض سے شاید زندہ نہ رہیں گے۔ تیسرے دن صاحب مبارکؒ کی تمام اولاد عشاء کے وقت آپ کے ہاں حاضر ہوئی۔ (صرف عبدالرحیم عرف پیین آبا بمبئی گئے ہوئے تھے۔ اس نے بمبئی میں خواب دیکھا کہ میرے تمام دانت جڑ سے نکل کر میرے ہاتھوں میں گر پڑے۔ لہٰذا وہ خواب دیکھنے کے بعد فوراً بمبئی سے روانہ ہوئے اور تیسرے دن عصر کے وقت گھر پہنچ گئے)۔ صاحب مبارکؒ نے نزع کی حالت میں تمام اولاد کو نصیحت فرمائی۔ اس کے بعد صاحب مبارکؒ نے فرمایا کہ میری میانی لے آؤ۔ جب میانی لائی گئی تو کھولنے کیلئے اپنے بیٹے سے کہا۔ جب میانی کھولی گئی تو اس میں صرف چھ روپے موجود تھے۔ صاحب مبارکؒ نے فرمایا کہ یہ ملا صاحب کو دیدو۔ صاحب مبارکؒ کی یہ عادت تھی کہ جس کے متعلق فرماتے تو اس کا نام متعین کرتے مثلاً کہ یہ چیز فلاں مولوی صاحب کو دیدیں۔ لیکن جب مطلق ''ملا صاحب'' بولتے تو اس سے مراد ملا صاحب نوہ کربوغہ شریف ہوتے۔ اس فرمان کے بعد صاحب مبارکؒ نے متبسم ہو کر فرمایا: ''الحمد للہ ہمارے پاس دولت باقی نہ رہی۔'' پھر جان بحق اور واصل باللہ ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ط

صاحبزادہ عبدالجلیل صاحب فرماتے ہیں کہ جب صاحب مبارکؒ کی روح پرواز کرگئی تو مجھ پر زیادہ خوف ولرزہ طاری ہوا۔ حالآنکہ اس وقت میں اور فضل حق صاحب عرف گل آبا صاحب دونوں ایک چارپائی پر بیٹھے ہوئے تھے۔ میں خوف کی وجہ سے چارپائی سے اُٹھا صاحبزادہ فضل حق صاحب نے تلاوت قرآن پاک شروع کی۔ ابتداء میں آیت "ما اصاب من مصیبة الاباذ ن الله" پڑھی جب اس آیت پر پہنچے وعلی الله فلیتوکل المؤمنونط (ترجمہ) پس اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا چاہیئے ایمان والوں کو) تو گویا میرے دل کو کسی چیز نے تھام لیا اور مجھے بہت سکون واطمینان حاصل ہوا۔ پھر مجھے کسی کی موت پر اس طرح صدمہ وخوف پیش نہ آیا۔ آپؒ نے ۵ جمادی الثانی بوقت عشاء ۱۳۴۹ہجری بمطابق ۲۷/اکتوبر ۱۹۲۹ء میں اس دنیا فانی سے رحلت فرمائی۔

مزار شریف بمقام کربوغہ شریف میں مرجع خاص وعام ہے۔ گل آبا صاحب نے تاریخ وصال فارسی زبان میں فرمائی ہے۔

صاحب مبارکؒ است لقب پیش خاص وعام — نامش بہ روزگار عمر شاہ محال بود
درپنجم جمادی الثانی پس از ہزار — سہ صد وچھل ونہہ شدہ باحق وصال بود

تاریخ وصال بہ زبان عربی:۔

ولما ارتحل الیوم محبوب — فتاریخہ خذ قام غروب

اور پشتو میں بحساب ابجد یہ ہے:۔

دا کربوغے صاحبا

(۱۳۴۹ هجری)

صاحب مبارکؒ کی یہ کرامت تھی کہ لوگ اس دن دور دراز علاقوں مثلاً ہوتی مردان،

بنوں ووزیرستان وغیرہ سے خود ہی حاضر ہو گئے تھے جیسے کوئی قدرتی آواز علاقوں میں پھیلی ہوئی ہو کہ صاحب مبارکؒ فوت ہو چکے ہیں ۔کافی لوگ وفات سے قبل بھی آئے تھے ۔اور قریبی لوگ مطلع ہونے پر حاضر ہوئے ۔لوگوں کی کثیر تعداد نے نماز جنازہ میں شرکت کی ۔اورصاحب مبارکؒ کا جنازہ ملا صاحبؒ نوہ نے پڑھایا۔صاحب مبارکؒ خلیفۃ المسلمین غوث زمان بظاہر ہماری آنکھوں سے نہاں ہو گئے ۔لیکن ان کی عقیدت ومحبت کا چراغ ہمیشہ جگمگاتا رہے گا۔صاحبؒ کا وجود قبل از وفات مرجع خلائق تھا اور بعداز وفات بھی مرجع خلائق ہے۔ہر وقت آپ کے مزار پرانوار پر خصوصاً عیدین کے موقع پر مشتاقان جمال سینکڑوں وہزاروں کی تعداد میں آتے ہیں اور قلبی واردات سے گزرتے ہیں۔صاحب مبارکؒ سرزمین پاکستان کے صوبہ خیبر پختونخوا کے عظیم ترین بزرگ ہستیوں میں سے ایک تھے۔

صاحب مبارکؒ کی کرامات

سب سے پہلے کرامت کے متعلق کچھ گفتگو کرنا مناسب ہے۔کرامت اس خرق عادت امر کا نام ہے جو متبع سنت کامل التقوی مؤمن سے صادر ہو۔ولایت کے لئے ولی اللہ سے کرامت کا صدور ہونا شرط نہیں کیونکہ کمال حقیقی ''استقامة علی الدین '' ہے نہ کہ کشف وکرامات۔اسی وجہ سے صوفیاء کرام فرماتے ہیں:''الاستقامة فوق الکرامة''۔

حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی قدس سرہ' کی خدمت میں ایک شخص دس سال رہا۔ اور دس سال کے بعد عرض کیا کہ حضرت !میں نے آپ سے کسی کرامت کا صدور نہیں دیکھا۔حضرت جنید قدس سرہ نے جوش میں آکر فرمایا کہ اس مدت میں مجھ سے کوئی گناہ بھی دیکھا؟ عرض کیا نہیں ۔پھر فرمایا اس سے بڑھ کر کیا کرامت ہوگی؟ یہ تھے اہل علم واہل تصوف

اور اہل تحقیق کہ بالکل قرآن مجید کے مطابق ارشاد فرمایا۔ حق تعالیٰ وجل جلالہ فرماتے ہیں:۔ "ان اکرمکم عند الله اتقکم" الایۃ یعنی بے شک بڑی کرامت وعظمت والا تم میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیز گا ہے۔

کرامت کیلئے ضروری نہیں کہ اس ولی کو جو مظہر کرامت بنا ہے، اس کا علم بھی ہو اور نہ یہ لازم ہے کہ قصد وارادہ اس کے ساتھ متعلق ہو۔ پس کہیں علم وقصد دونوں ہوتے ہے اور کہیں دونوں میں سے ایک بھی نہیں ہوتا۔ اور یہ بھی واضح رہے کہ کرامت کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے نہ کہ اولیاء اللہ بلکہ اللہ تعالیٰ اولیاء کے ہاتھوں کے ذریعہ ظاہر فرماتے ہیں۔ اس سے ان کی عزت وتوقیر مطلوب ہوتی ہے تاکہ ان کے منازعین وخاصمین ذلیل وبرباد ہو جائیں۔ چنانچہ شیخ احمد سجاعی شافعیؒ فرماتے ہیں: "اذاعلمت هذا اتضح لک ان الفاعل للكرامات كالمعجزات انما هو الله تعالىٰ وحده لكن اظهرها سبحانه وتعالىٰ علىٰ ايدى اهل طاعته الموصوفين بما تقدم اكراما لهم واذلالا لمنازعيهم وخصمائهم الخ" (ص ۴ رسالة فى اثبات كرامات الاولياء لشهاب الدين احمد ابن احمد السجاعى . مطبع استنبول) اور اس سے ان کی اسلامی طاقت کا مظاہرہ ہوتا ہے تاکہ ایسے موقع پر حق سے منکر مشرک شیطانی جادوگر طاقتیں اور ان پر یقین کرنے والوں کے غلط اعتقادات ٹوٹ جائیں اور حق کی روشنی میں سیدھا راستہ نظر آجائیں اور ان پر اتمام حجت ہو جائے۔ البتہ کرامت جس ولی اللہ سے صادر ہو جائے اسے خدا تعالیٰ کا حصہ دار یا شریک سمجھنا بڑی گمراہی اور ہمیشہ کی تباہی ہے نعوذ باللہ منہ ۱۲۔

حضرت علامہ الوسیؒ باب الاشارات میں لکھتے ہیں: ولا يشترط فيه صدور كرامة علىٰ يده الخ .بل الولى الكامل لا التفات له اليها ولا يود صدورها علىٰ يده الا اذا تضمنت مصلحة للمسلمين خاصةً اوعامة . ۱۲ (روح المعانی ص ۱۵۸ ج ۱۱)

(ترجمہ) ولایت کے لئے ولی سے کرامت کا صادر ہونا شرط نہیں۔۔ پھر آگے لکھتے ہیں کہ کامل ولی

اللہ کرامت کی طرف کوئی التفات نہیں کرتے اور کرامت کا ظاہر ہونا اپنے ہاتھ سے پسند نہیں کرتے مگر جب کہ کرامت میں کوئی مصلحت خاص یا عام مسلمانوں کے لئے ہو۔ انتھیٰ، یعنی ان کی کرامت کی وجہ سے کافر لوگ دامن اسلام سے وابستہ ہو جائیں یا مسلمانوں میں ان کی بات تاثیر کرے تاکہ لوگ ان سے ہدایت یافتہ ہو جائیں۔ پھر وہ کرامت کا ظاہر ہونا پسند فرماتے ہیں۔

الغرض اولیاء اللہ کی روحانی کرامات حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات کا فیض ہے جو اولیاء اللہ کو عشق رسول میں سرشار ہو جانے کے باعث مبدأ فیوض سے اس لئے عطا ہوتے ہیں تاکہ لوگوں کے دلوں میں جو شبہات ہوتے ہیں، وہ رفع ہو جائیں اور منکرین ان کی حلقہ بگوشی میں داخل ہو جائیں۔

سید عبدالغنی نابلسیؒ نے شرح الطریقۃ المحمدیہ میں: ''کرامات الاولیاء حقّ'' کی شرح میں لکھا ہے کہ کرامت ایسی خارق عادت بات کا نام ہے۔ جس کا ظہور بطور تحدی ومقابلہ نہیں ہوتا اور یہ ایسے آدمی سے صدور پذیر ہوتی ہے جس کا ظاہر ٹھیک ہو اور صلاح رکھتا ہو۔ اور وہ شخص کسی نبی کا پیرو ہو اور اس کا اعتقاد اور عمل بھی درست ہو۔

حضرت علامہ دلجیؒ مقاصد المقاصد کی شرح میں لکھتے ہیں۔ بدعتیوں کی طرف سے کرامات کا انکار کوئی عجیب بات نہیں کیونکہ نہ تو ان کی اپنی جانیں ایسی باتوں کا منبع ہیں اور نہ ہی وہ اپنے قائدین سے ایسی باتیں سن سکتے ہیں۔ حالآنکہ وہ عبادت ومجاہدہ میں مصروف تھے اور برائیوں سے بچتے تھے۔ اب جب نہ تو خود صاحب کرامات تھے اور نہ ہی ان کے عظماء کو یہ دولت ملی تھی تو اہل بدع وہوا نے اولیاء امت پر اعتراضات شروع کر دیئے۔ ان کے گوشت کو نوچنا شروع کر دیا اور ان کی کھال کھینچنے لگے۔ حضرت سید احمد کبیر رفاعی صاحب فرماتے ہیں ۔اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں وہ تمام معجزات جمع فرمائے جو انبیاء ومرسلین میں

متفرقاً موجود تھے اور آپ کے معجزات کے نمونے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے اولیاء میں بھی جاری ہیں جو ظاہر میں اولیاء کی کرامات ہیں اور حقیقت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دائمی معجزات ہیں۔ کیونکہ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوسکتا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی ہدایت کیلئے آپ کے معجزات کے نمونے اولیاء اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ظاہر فرمائے جن کو دیکھ کر لوگ قیاس کرلیں کہ جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرنیوالے اس شان کے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود کیسے ہوں گے اور اس طرح قیامت تک آپکی رسالت پر حجت قائم ہوتی رہے۔۱۲ (بنیان المشید ترجمہ برہان المویدص ۱۸۱و۱۸۲)

اور کرامت کی دو قسمیں ہیں ایک حسّی دوسری معنوی۔ عوام چونکہ حسّی کو جانتے اور اسی کو کمال شمار کرتے ہیں۔ اس لئے گویا ان کے ہاں کرامات انہی ظاہری امور کا نام ہوگیا جو قانون عادت سے خارج اور صورۃ عجیب ہو۔ مثلاً کسی کے مافی الضمیر پر مطلع ہوجانا، ہوا میں اُڑنا وغیرہ۔

لیکن خواص کے نزدیک بڑا کمال کرامت معنوی ہے جس کو امتیاز کے لئے کمال کے عنوان سے تعبیر کردیا جاتا ہے جیسے شریعت پر مستقیم رہنا، مکارم الاخلاق کا خوگر ہوجانا۔ نیک کاموں کا بے تکلف صادر ہونا عادات ذمیمہ سے قلب کا طاہر ہوجانا اور کوئی سانس غفلت میں نہ گزرنا۔ یہ وہ کرامت ہے جس میں استدراج کا احتمال نہیں اور یہ وہ یکتائی ہے جس کا کوئی ساجھی نہیں۔''

الغرض صاحب مبارکؒ (وگل آبا صاحب) کے کمالات معنویہ مثلاً علم وحلم، تواضع وقناعت، زہد ورع تقویٰ، شجاعت، صداقت احسان، دیانت عفو، نیک خواہی سخاوت، ضبط، صبر واحتیاط، صدق وصفا محبت ورضا وغیرہ کے ساتھ اگر کرامات حسیہ کا تذکرہ کیا جائے تو

فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ کیونکہ اکثر خوارق ثمرہ کثرت مجاہدہ وریاضت کا ہوتے ہیں بلکہ کرامت کا ظہور ضعیف الیقین لوگوں کی ہدایت کیلئے مفید ثابت ہوتا ہے۔

چنانچہ حضرت امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں: ''کہ کرامت کا ظہور تقویت یقین اہل زمانہ کے لئے ہوتا ہے چونکہ یہ برکت قرب زمانہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم خیر القرون میں یقین وایمان کمال درجہ کا حاصل تھا۔ اس لئے اس حجت ودلیل کی چنداں حاجت نہ تھی۔ جوں جوں زمانۂ برکت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے دور ہوتا گیا برکات میں کمی پیدا ہوتی گئی اور ایمان میں ضعف ہوتا گیا۔ برہان تقویت کا ظہور قرین حکمت ہوا۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اولیاء اللہ کو کرامات بخشیں تاکہ عوام کی تسلی ہو اور مطمئن ہو جائیں۔ (کرامات صحابہ لمولانا اشرف علی تھانویؒ ص ۹، نزہۃ العیون النواظر ص ۳۶، طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ص ۳۳۳ ج ۲) اس لئے حضرت شیخ احمد صاوی مالکی لکھتے ہیں: '' فشهود الكرامات يزيد في اليقين .''

(الصاوی علی الجلالین ص ۱۳۵ ج ۱)

ترجمہ ''کرامات کا دیکھنا یقین کو مضبوط کرتا ہے''۔

اور علاوہ ازیں حضرت ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں ''البتہ اگر کسی شخص سے خوارق عادت کا ظہور لوگوں کی ہدایت اور ان کی ضرورت کے لئے ہو تو ایسے شخص کا درجہ سب سے بڑا ہے''۔ (الفرقان مترجم اردو ص ۱۶۴)

عربی عبارت یہ ہے بخلاف من یجری علی یدیہ الخوارق لھدی الخلق ولحاجتھم فھولاء اعظم درجۃ ص ۶۹ الفرقان بین اولیاء الرحمٰن واولیاء الشیطن لشیخ الاسلام ابن تیمیہ الحرانی مطبوعہ دہلی

لہٰذا اس بناء پر میں صاحب مبارکؒ کی کرامت حسّی کے چند واقعات پیش کرنا چاہتا ہوں۔

واقعہ ۱: ...... صاحبزادہ عبدالسلام کہتے ہیں کہ بلند خان شیخ درشی والا ایک نیک وصالح آدمی تھے۔ انہوں نے ایک دن ہمیں واقعہ بیان کیا کہ صاحب مبارکؒ ہر سال رمضان المبارک کے اوائل تراویح میں ختم قرآن مجید کرواتے تھے۔ اور ختم کے لئے ایک نابینا حافظ کو موضع غور زندی سے بلاتے تھے۔ جب ختم قرآن مجید مکمل ہو جاتا تو مجھ کو صاحب مبارکؒ فرماتے کہ یہ حافظ آپ کے حوالے ہے ان کو غور زندی پہنچاؤ۔ ہر سال یہ ذمہ داری صاحب مبارکؒ کی جانب سے مجھے سونپی جاتی تھی جو میں ہر سال انجام دیتا تھا۔

ایک دفعہ ہم دونوں جارہے تھے سردی کا موسم تھا۔ راستے کی ایک مسجد میں ہم نے قیام کیا ہم دونوں مسجد میں سوئے ہوئے تھے۔ آدھی رات کو کیا دیکھتے ہیں کہ ہم دونوں کی چارپائیاں زمین سے کوئی اُٹھا کر چھت تک لے جاتا ہے اور پھر زمین پر لے آتا ہے۔ کئی مرتبہ اس طرح ہوا آخر ہم حیران ہو گئے۔ لیکن صورت حال کا صحیح اندازہ لگانا مشکل تھا کہ یہ کیا ماجرا ہے؟۔ اسی اثناء میں ہم نے صاحب مبارکؒ کی آواز سنی کہ اے مضرو! (یعنی اے ضرر پہنچانے والو!) ان مسافروں کو کیوں تنگ کر رہے ہو؟۔ اس گفتگو کے بعد ہماری چارپائیاں انہوں نے چھوڑ دیں۔ حافظ صاحب نے مجھے کہا کہ کیا یہ آواز صاحبؒ کی نہ تھی؟ میں نے کہا کہ یہ آواز صاحب مبارکؒ کی تھی۔ پھر ہم دونوں نے بقیہ رات آرام کے ساتھ گذاری اور جنّات کے شر سے محفوظ رہے۔

واقعہ ۲: ...... صاحبزادہ عبدالجلیل صاحب فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ میں بمبئی گیا تھا۔ وہاں تین افراد صاحب مبارکؒ کے خاص معتقدین میں سے تھے۔ ایک صمد خان ماموزی والا دوسرا امردان کا خان تھا، تیسرا امیر خان قوم زازئ افغانستان والا۔ میر خان نے مجھے دعوت دی کہ ایک وقت کا کھانا ہمارے ساتھ کھائیں۔ میں نے اس کی دعوت قبول کی اس دعوت میں

صمد خان اور مردان کے خان کے علاوہ کافی اور لوگ بھی موجود تھے۔ میر خان نے مجھے کہا کہ میں ایک چیز لاتا ہوں آپ شناخت کریں۔ کہ یہ کس کی ہے؟ میں نے کہا کہ اگر میں نے دیکھی ہو تو پھر بتادوں گا۔ آخر وہ ایک سندور کا صندوق لے آیا۔ جب اس نے کھولا تو اس میں ایک سفید چادر تھی جو کہ کافی رومالوں میں بند کی ہوئی تھی اور رومالوں پر بہترین قسم کی خوشبو لگائی گئی تھی۔

چادر نکال کر مجھ سے کہا کہ یہ کس کی چادر ہے؟ میں نے کہا یہ ہمارے والد صاحب مبارکؒ کی چادر ہے، جو کھدر (خامتہ) سے ہماری ماؤں کے ہاتھ کی بنی ہوئی تھی۔ میرے شناخت کرنے پر میر خان کافی روئے اس کے رونے سے تمام حاضرین محفل آبدیدہ ہوگئے۔ جب اس کی حالت صحیح ہوئی تو اس نے کہا کہ میں آپ کو ایک واقعہ بیان کرتا ہوں کہ یہ چادر مجھے کیسی ملی؟ اس نے کہا:

''مجھ پر کافی تنگدستی تھی اور اس زمانے میں بمبئی کا بڑا چرچا تھا۔ میں افغانستان سے براستہ پاڑہ چنار روانہ ہوا۔ میرے ساتھ میری اہلیہ بھی (عبداللہ کی ماں) ہمسفر تھی۔ ہم جہاں بھی رات کیلئے ٹھہرتے تھے تو ہر جگہ پر کربوغہ صاحبؒ کا ذکر ہوتا تھا کہ فلاں دینی کام کیا اور فلاں جگہ میں شیعوں سے سنی عورتیں واپس کیں، فلاں جگہ میں لوگوں کو گمراہی سے منع کیا۔ آخر ہمارے دل میں ان سے ملاقات اور دعا کرانے کی خواہش پیدا ہوئی۔ راستے میں لوگوں سے کربوغہ کے بارے میں پوچھتے پوچھتے بالآخر ہم کربوغہ پہنچ گئے۔

اس وقت صاحب مبارکؒ نے مسجد کی نئی بنیاد رکھی تھی۔ میں نے صاحب مبارکؒ کے ساتھ سات دن گذارے اسی دوران میری اہلیہ گھر کے اندر صاحب مبارکؒ کے لنگر کی خدمت کرتی رہی اور میں مسجد کی خدمت میں مصروف تھا اور صاحب مبارکؒ خود بھی مسجد میں خدمت کرتے تھے۔

پورے سات دن کے بعد میں نے صاحب مبارکؒ سے کہا کہ ہم نے بمبئی جانے کا ارادہ کیا ہے ہمارے لئے دعا فرماویں۔ صاحب مبارکؒ نے ہمیں دعاوؤں سے نوازا دعا کے بعد صاحب مبارکؒ نے مجھ سے کہا کہ خفا نہ ہو! ہمت کرو اللہ تعالیٰ تمہیں کامیاب کرے گا۔ ہم کربوغہ شریف سے براستہ کوہاٹ راولپنڈی تک پیدل گئے۔ جب ہم راولپنڈی کی حدود میں داخل ہوئے تو مغرب کا وقت تھا ایک غیر آباد اور وسیع میدان تھا۔ ہم بھوکے تھے کھانے کا جو سامان ساتھ لیا تھا اب وہ ختم ہو چکا تھا۔ عبداللہ خان کی ماں میرے پیچھے بیٹھی ہوئی تھی اور میں نماز مغرب ادا کر رہا تھا۔ اتنے میں میں نے کسی کے آنے کی آہٹ سنی ،سلام پھیرنے کے بعد میں نے اپنی بیوی سے پوچھا کہ یہ شخص کون تھا؟ بیوی نے کہا کہ ایک سفید کپڑوں والا آدمی تھا۔ میں نے ان سے اپنا منہ موڑ لیا تو اس آدمی نے میرے سامنے یہ چادر کھ دی پھر غائب ہو گیا۔ جونہی میں نے چادر کھولی تو اس چادر میں لنگر کی روٹی بندھی ہوئی تھی۔ وہی جو کہ ہم کربوغہ صاحب کے لنگر میں کھا چکے تھے۔

میر خان نے آگے بتایا کہ میں نے صاحب مبارکؒ کو بہت پکارا لیکن صاحب کہاں تھے؟ لہٰذا ہم نے خوب پیٹ بھر کے کھانا کھایا اور یہ چادر اپنے ساتھ لے آئے۔ راولپنڈی سے بذریعہ ریل گاڑی ہم بمبئی پہنچے اور یہاں آ کر محنت مزدوری شروع کی۔ اس وقت حالت یہ ہے کہ خدا کے فضل وکرم اور صاحب مبارکؒ کی دعا سے ہمارے ہاں موٹروں ،بنگلوں اور باقی تمام ضروریاتِ زندگی کی کمی نہیں۔'' حاصل واقعہ یہ ہے کہ اس بے سر وسامانی کی حالت میں لنگر کی روٹی پہنچانا صاحب مبارکؒ کی کرامت تھی۔

واقعہ ۳:...... صاحبزادہ عبدالجلیل صاحب فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس ماموزی تیراہ سے ایک عثمان نامی چھوٹا لڑکا اپنی ماں کے ساتھ آیا تھا۔ دونوں صاحبزادہ فضل حق

صاحب کے پاس رہتے تھے وہ لڑکا ہمارے ساتھ سبق بھی پڑھا کرتا تھا حتی کہ جواں ہوا۔

ایک دفعہ ایسا ہوا کہ عثمان نے کربوغہ کے ایک لڑکے صالح خان کے کھیت سے بغیر پوچھے خربوزے کھائے اور جھگڑا بھی کیا۔ اس لڑکے کے والد نے صاحب مبارکؒ کو اپنی چادر میں خربوزے کے چھلکے بطور دلیل ساتھ لائے۔ اس وقت صاحبؒ مسجد میں تھے۔ صاحب مبارکؒ سے کہا کہ ''عثمان نے ہمارے بچے سے جھگڑا کیا ہے اور خربوزے بھی کھائے ہیں۔'' صاحب مبارکؒ نے تین بار یہ جملہ دہرایا کہ میں کیا کروں۔۔۔؟ دریں اثنا نماز ظہر کے لئے اقامت شروع ہوئی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر دعا کرنے کیلئے ہاتھ اُٹھائے اور عثمان کے لئے بددعا کرنے لگے کہ یہ ایسا ناجائز کام کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو فالج کے مرض میں مبتلا کرے۔

عبدالجلیل صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے خود اپنی آنکھوں سے مسجد کے باہر عثمان کو دیکھ کر اس سے کہا کہ گھر میں داخل ہو جاؤ۔ صالح خان کے باپ نے صاحبؒ سے تمہاری شکایت کی ہے وہ میری بات سن کر گھر چلا گیا اور میں گھر میں چائے پینے لگا۔ کہ تھوڑی دیر بعد میں نے عثمان کی والدہ کی آواز سنی کہ عثمان پر فالج کا حملہ ہوگیا ہے یعنی صاحبؒ کی بددعا اتنی سریع الاجابت تھی کہ عثمان پر فالج لگنے میں ایک گھنٹہ کا وقفہ بھی نہ لگا۔ (یعنی یہ بددعا جلد لگ گئی مجھے اس وقت پشتو کے نامور شاعر اور عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا شعر یاد آیا۔ ع

چہ پہ یو قدم تر عرشہ پورے رسی
ما لیدلے دے رفتار د درویشانو
چہ پہ چائے د غضب لیندہ کہ خخہ
خطا نۂ درومی گذار د درویشانو
(عبدالرحمان باباؒ۔ از کاتب)

واقعہ ٤: ...... صاحبزادہ عبدالسلام فرماتے ہیں۔ کہ ارسلا خان المعروف (رسلی) سکنہ کر بوغہ شریف نے ہمیں ایک واقعہ بیان کیا کہ ایک دفعہ میں نے ایک شخص سے مبلغ آٹھ سو روپے نقد قرض لیں تا کہ بھینسوں کی تجارت شروع کروں۔ اس مقصد کے لئے میں اپنے دوست کیساتھ امرتسر روانہ ہوا وہاں کی بھینس بہت مشہور تھیں۔ راستے میں چوروں سے واسطہ پڑا اور ہمارے پاس جو آٹھ سو روپے تھے چوروں کی نذر ہو گئے۔ دُکھ اور مایوسی کے عالم میں ہم دونوں واپس اپنے گاؤں لوٹ آئے۔ میں سیدھا صاحب مبارکؒ سے دعا کے لئے گیا اور روتے ہوئے سارا قصہ صاحب مبارکؒ کو سنا دیا۔ جب میں نے صاحب مبارکؒ سے قرضہ سے نجات کے لئے دعا کی درخواست کی تو انہوں نے ذرا سوچ کر فرمایا کہ تم ٹل جاؤ۔ میں نے دوبارہ درخواست کی تو انہوں پھر وہی ٹل (شہر کا نام ہے ابھی تحصیل بن گیا ہے) جانے کی تاکید کی۔ بالآخر صاحب مبارکؒ کی بات کو ماننا ہی پڑا میں ٹل کی طرف روانہ ہوا اس زمانے میں لوگ پیدل سفر کرتے تھے۔ کیونکہ ذرائع آمد و رفت کا فقدان تھا اس لئے میں پیدل ہی روانہ ہوا جب میں مرغز ٹپو (جگہ کا نام ہے) پہنچا۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ ریل گاڑی میں انگریزوں کی ایک پلاٹون پر وزیر قوم نے حملہ کیا ہوا تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک سپاہی نے فائرنگ کے لئے بندوق ہاتھوں میں پکڑ رکھی ہے۔ جب میں اس کے قریب ہوا تو معلوم ہوا کہ وہ مرا ہوا ہے۔ میں نے اس کے ہاتھ سے بندوق چھین لی۔ اس کے بعد گاڑی کے ایک ڈبے میں داخل ہوا جہاں ایک انگریز کو مردہ دیکھ کر اس کے کندھے سے پستول کھول لیا۔ کچھ فاصلے پر جا کر کارتوس سے بھرے ہوئے دو صندوق مل گئے۔ میں نے بڑی چابکدستی سے وہاں سے اٹھا کر ایک خفیہ جگہ میں رکھ دیئے۔ پستول ساتھ لے کر واپس گھر روانہ ہوا جب میں گھر پہنچا تو گدھا ساتھ لے کر وہاں سے دونوں صندوق اور بندوق کو لاد کر گھر لے آیا۔ یہ سارا

سامان فروخت کرنے کے بعد قرض بھی ادا ہو گیا اور کچھ رقم باقی بھی رہ گئی۔
(نوٹ: انگریزوں کا سامان مسلمانوں کے لئے حلال تھا کیونکہ مسلمان انگریزوں کو غاصب گردانتے تھے)

واقعہ ۵:...... گل نواز موسکی قوم داوڑ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ صاحبزادہ عبدالخالق صاحب ہمارے پاس رات گذارنے کے لئے ٹھہرے۔ انہوں نے صاحب مبارکؒ کا ایک واقعہ بیان کیا یہی واقعہ کربوغہ والے آدمی نے بھی بیان کیا تھا وہ کہتے ہیں کہ "ایک دفعہ میں لکڑی لانے کے لئے بیل پہاڑی پر لے گیا۔ میں بیل پر لکڑی کا بوجھ لادکر گھر آرہا تھا۔ کہ اچانک بیل راستے میں گر گیا۔ گرنے کے ساتھ اس کا ایک پاؤں ٹوٹ گیا۔ بوجھ بیل سے اتار دیا، مغرب کا وقت تھا نماز پڑھنے کے بعد دو رکعت نفل بھی ادا کی۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ یا الٰہی اپنے فضل وکرم سے اور صاحب مبارکؒ کی برکت سے اس بیل کے پاؤں کو ٹھیک کردے۔ تاکہ میں یہ بوجھ اس بیل پر گھر تک آسانی سے پہنچا دوں۔ تو میں صبح اس بیل کو فی سبیل اللہ ذبح کر کے ثواب برائے روح صاحب مبارکؒ اور جملہ مسلمانان کو بخش دونگا۔
جونہی میں نے دعا کی اللہ تعالیٰ کے کرم سے بیل اُٹھ گیا بیل کو صحیح دیکھ کر میری حیرانی اور خوشی کی انتہا نہ رہی۔ لکڑیاں بیل پر لادکر گھر پہنچا تو صبح کو حسب وعدہ بیل ذبح کیا جب بیل سے کھال اتاری تو کیا دیکھتا ہوں کہ ٹوٹے پاؤں پر لکڑی کے کیل لگے ہوئے تھے۔ اس پر میں زیادہ حیران ہوا۔ گل نواز کہتے ہیں کہ عبدالخالق نے ہمیں اس آدمی کا نام بھی بتا دیا تھا لیکن میں بھول گیا۔

واقعہ ٦: ...... کمال دین ولد کستیر خان عرف کستیر اسکنہ کربوغہ کہتے ہیں کہ احمد شیخ نے مجھے ایک واقعہ بیان کیا تھا کہ ایک دن صاحب مبارکؒ نماز ظہر کے بعد ایک بھاری مجمع

میں تشریف فرما تھے۔ اسی اثناء میں صاحب مبارکؒ اچانک ہل گئے۔ تھوڑی دیر اپنا آستین نچوڑا اور مضا نور شیخ سے کہا کہ باہر کوئی شور مچا رہا ہے اُسے لے آؤ، مضا نور شیخ جب باہر نکل گیا تو کھیتوں میں ایک نابینا شخص پانی سے بِگا ہوا چیخ رہا ہے کہ یہ کونسی جگہ ہے مضا نور شیخ نے اس سے دریافت کیا کہ آپ یہاں کیسے پہنچے؟ اس نے جواب میں کہا کہ میں کربوغہ صاحبؒ کے پاس آرہا تھا کہ راستے میں خوشحال گڑھ پل سے گر کر دریا میں ڈوب گیا۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے غوث زمان کے وسیلے سے مدد مانگی دعا کرنے کے ساتھ ہی کسی نے میرا ہاتھ پکڑا اور یہاں تک لے آیا۔ میں اسے صاحبؒ کے پاس لے آیا۔ صاحب مبارکؒ نے فرمایا کہ اسے فضل حق المعروف گل آبا کے پاس لے چلو تا کہ اس کے لئے کپڑوں کا بندوبست کرے پھر گل آبا نے اس شخص کو صاف ستھرا کپڑے پہنائے۔

واقعہ ۷: ...... قدم شاہ گاؤں خرم کربوغہ والے بیان کرتے ہیں کہ تنگ دستی کی وجہ سے ہم ڈاکے ڈالتے، چوری کرتے تھے۔ اس مقصد کے لئے ہم نے باقاعدہ ایک پارٹی بنائی تھی جس کے سربراہ دوران خان تھے۔ ایک دن ہمارے سربراہ دوران خان نے سروزی کے محمد اعظم استاد (*) کے گھر کا سراغ لگایا کہ اس کے پیسے اور مال مویشی کہاں ہوتے ہیں؟ تا کہ اس پر ڈاکہ ڈالا جا سکے اس مقصد کے لئے میں عبدالمجید، وزیر اعظم، دلماست خان اور دوران خان رات کے وقت سروزیؔ روانہ ہو گئے۔ سروزی پہنچ کر سب سے پہلے دوران خان مذکورہ

(*) محمد اعظم استاد کا پہلے گھر بنانے کا ارادہ گاؤں کی آبادی سے دور علیحدہ جگہ پر تھا۔ جس کیلئے آپ نے صاحب مبارکؒ سے پتھر دم کرائے تھے۔ پھر گاؤں والوں کے مشورے پر اُستاد نے گاؤں کی آبادی کے ساتھ متصل گھر بنایا۔ اس طرح کہ گھر کی ایک دیوار گاؤں کی آبادی سے علیحدہ طرف تھی جس طرف سے ڈاکوؤں کو لوٹ مارنے کا موقع مل سکتا تھا۔ لہٰذا محمد اعظم استاد نے وہ دم شدہ پتھر اپنے گھر کی چاردیواری میں لگائے تھے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ڈاکوؤں کو اندھا کر کے نامراد واپس لوٹا دیا۔

مکان پر ہاتھ لگاتے ہی واپس ہوگئے اور چیخنا شروع کیا: ''ہائے میں تو اندھا ہوگیا۔'' باری باری ہم سب کے ساتھ یہی ہوا۔

مایوسی اور پریشانی کے عالم میں واپس آنا شروع کیا۔ قوت بصارت سے محرومی کی بناء پر اُٹھتے گرتے چوٹیں بھی آئی تھیں۔ اپنے ساتھیوں میں پہلے میری آنکھیں ٹھیک ہوگئیں۔ میں نے کہا یہ تو گرگوروکنڈؤ (جگہ کا نام) ہے۔ پھر آہستہ آہستہ ہر ایک کی بینائی ٹھیک ہوتی گئی۔ ہم اتنے متحیر ہوگئے۔ کہ اس وقت کے عالَم کا کیا کہنا جب ہم گاؤں پہنچے تو میں نے اس واقعہ کا ذکر عبدالخالق صاحب سے کیا جس سے میرا اُٹھنا بیٹھنا دوسرے صاحبزادوں کی بنسبت قدرے زیادہ تھا۔ یہ واقعہ سن کر انہوں نے کہا کہ ''محمد اعظم کا گھر آبادی سے دور علیحدہ جگہ پر تھا جس کے لئے صاحب مبارکؒ نے پتھر دم کردیئے تھے۔ دم کرنے کے بعد محمد اعظم کو فرمایا کہ یہ اپنے گھر کی چاردیواری میں لگادیں، جو کوئی بھی آپ کو نقصان پہنچانے آئے گا۔ خدا تعالیٰ جل شانہ اس کو اندھا کردے گا۔

واقعہ ۸: ...... کمال الدین ایک اور واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ پہاڑی چشمہ سے پانی گھریلو استعمال اور مسجدِ صاحب مبارکؒ تک پہنچانے کے لئے ندی بنارہے تھے۔ صاحب مبارکؒ کے علاوہ کافی لوگ کام کررہے تھے۔ میں بھی ان لوگوں میں شامل تھا۔ کہ اچانک ایک پتھر میری پاؤں کی بڑی انگلی پر آگیا اور انگلی کی ہڈی بالکل ٹوٹ گئی۔ انگلی کا زیادہ حصہ پتھر سے کٹ گیا، جب صاحب مبارکؒ کو میرے زخمی ہونے کے متعلق معلوم ہوا تو مضانور شیخ کو فرمایا کہ چادر سے ایک ٹکڑا پھاڑ دو میں نے کہا کہ میری پگڑی سے کاٹو۔ لیکن مضانور شیخ نے اپنی چادر سے ایک ٹکڑا کاٹ کر صاحب مبارکؒ کو دے دیا۔ صاحب مبارکؒ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے میرے پاؤں پر باندھا خون کا بہنا بند ہوا چند دن کے بعد میں

نے اس کپڑے کو کھولا تو حیرت کے ساتھ ٹوٹی ہوئی انگلی دیکھی جو بالکل صحیح سلامت تھی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور صاحب مبارکؒ کی کرامت تھی۔

واقعہ ۹:...... عبدالرحمٰن ولد مجان تھانہ خوائیدادخیل سکنہ حالاً بگن بیان کرتا ہے کہ ہمارا اونٹ جو بہت مست تھا لوگوں کو کاٹتا تھا میں اور میرے والد صاحب نے ارادہ کیا کہ اس اونٹ پر لکڑی لاد کر صاحب مبارکؒ کی لنگر کو لے جائیں۔ پھر وہاں اونٹ کو صاحب سے دم کرالیں۔ شاید اللہ تعالیٰ اونٹ کو اچھا کردے لہذا ہم کربوغہ روانہ ہوئے۔ اس اُونٹ پر ہم نے دیوانہ نام رکھا تھا اور اپنے ساتھ ایک بڑا ڈنڈا ہمیشہ رکھتے تھے تاکہ ہمیں یا کسی اور کو نہ کاٹ لیں۔ بالآخر کربوغہ پہنچ گئے، اور اونٹ سے بوجھ اتارا۔ صاحب مبارکؒ سے ملنے کے بعد میرے والد صاحب نے صاحب مبارکؒ سے عرض کی کہ اس اونٹ کو دم فرمالیں۔ کیونکہ یہ لوگوں کو کاٹتا ہے صاحب مبارکؒ نے چند قرآنی آیات پڑھ کر دم فرمایا اور لعاب اُونٹ پر تھوک دیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ یا اللہ اس کا منہ کاٹنے سے بند کردیں چنانچہ ہم کربوغہ سے رخصت ہوئے۔ صاحب مبارکؒ کے دم کرنے کے بعد اونٹ نے کبھی کاٹنے کی کوشش نہ کی بلکہ ہمیشہ کے لئے اچھا ہوگیا۔

واقعہ ۱۰:...... عبدالسلام صاحب کہتے ہیں کہ ٹل والے قلندر ملک نے یہ واقعہ مجھ سے بیان کیا تھا کہ "ایک دفعہ صاحب مبارکؒ سے ملنے کے لئے ہم چند آدمی پیدل روآنہ ہوئے بمقام "کنڈا خولہ" ہمیں ایک آدمی ملا جو گدھے پر تربوز لاد کر صاحب مبارکؒ کے پاس لے جا رہا تھا۔ ہم نے آپس میں کہا کہ اگر صاحب مبارکؒ کو ہمارے بارے میں علم (الہام

)ہوتو وہ ایک تربوز ہمیں دے گا۔ہم اس آدمی سے پہلے کربوغہ شریف پہنچے،وہ ذرا دیر سے آیا۔ اس نے تربوز صاحب مبارکؒ کی خدمت میں پیش کئے۔صاحب مبارکؒ کا یہ معمول تھا کہ خاندان میں جس کے لنگر کا نمبر ہوتا تمام اشیاء خورد ونوش وغیرہ وہاں بھیج دیتے۔چنانچہ حسب معمول تربوز بھی وہاں بھیج دیئے اور ایک اپنے پاس رکھ لیا تھوڑی دیر بعد صاحب مبارکؒ نے ہم سے کہا کہ یہ تربوز تم سب کھاؤ۔ اس کے بعد ہم نے تربوز اُٹھا کر بہت خوشی سے مِل کر کھایا۔(یعنی اللہ تعالیٰ نے صاحب مبارکؒ کو ہمارے حالات کا الہام کیا تھا)

واقعہ ۱۱: ...... نواب خان موضع درسمند گاؤں پٹھان اپنے والد صاحب جعفر خان مشہور بہ بشاری سے زبانی واقعہ بیان کرتا ہے کہ ہم بمعہ رفقاء جمعہ کی نماز عموماً کربوغہ شریف میں ادا کرتے تھے۔ایک دفعہ ہم حسب معمول کربوغہ آئے۔ان دنوں صاحب مبارکؒ نے مسجد کی بنیاد ڈالی تھی۔تمام لوگ مسجد کی تعمیر میں مصروف تھے۔اسی اثناء میں ایک آدمی تیراہ سے چھوٹی سی تھیلی میں اخروٹ لایا۔اخروٹ صاحب مبارکؒ نے اپنے دامن میں ڈال دیئے اور ہر آدمی کو مٹھی بھر مقدار میں اخروٹ دینے لگے۔حتیٰ کہ تمام حاضرین کو مل گئے اور صاحب مبارکؒ کے دامن میں پھر بھی اخروٹ باقی رہے،ہم یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ اتنی قلیل مقدار میں اخروٹ سینکڑوں لوگوں کو کیسے پہنچے۔یہ بھی صاحب مبارکؒ کی کرامت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے معمولی چیز میں برکت ڈال دی۔

واقعہ ۱۲: ...... حاجی شمس الدین بگن والا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں۔کہ میں منڈاؤ میں سبق پڑھتا تھا۔حاجی عیدر بلیمین والا بھی منڈاؤ آیا تھا۔جب ہم اکٹھے ہوئے تو اولیاء اللہ کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی حاجی عیدر صاحب نے ایک واقعہ سنایا۔

اس نے کہا کہ ہماری مسجد میں دو سکول ماسٹر بالا کرم ایجنسی شیعہ مذہب سے تعلق رکھتے

تھے اور مسجد میں سنی امام کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔ایک وقت ایسا آیا کہ دورانِ محفل شیعہ مذہب کے افراد کے منہ سے یہ بات نکلی کہ "ہمارے سید اچھے اور صاحب کرامت ہیں"۔اس کے جواب میں میں نے کہا کہ "ہمارے سنی سید اچھے اور صاحب کرامت ہیں"۔ خرنوبت یہاں تک پہنچی کہ ان شیعوں نے کہا کہ ہم سب مل کرا کٹھے کربوغہ چلے جائینگے اور صاحب مبارکؒ کا فیصلہ ہم سب کو قبول ہوگا۔آخر کار ہم سب کربوغہ شریف براستہ ماموں بانڈہ پیدل پہنچ گئے۔باجماعت نماز ہورہی تھی ہم نے بھی نماز کی آخری رکعت صاحب مبارکؒ کے ساتھ ادا کی۔ان دونوں شیعوں نے دل میں کہا (جوکہ بعد میں انہوں نے ہمیں بتایا) کہ اگر یہ سچے ولی اللہ ہوتو ہم دونوں کو ایک ایک چاقو دینگے۔

ہم نماز سے فارغ ہونے کے بعد کچھ کھانے پینے کے لئے لنگر چلے گئے۔اس وقت اورکزئی قوم کا ایک جرگہ آیا۔ان میں سے ایک آدمی نے صاحب مبارکؒ کو دو چاقو بطور تحفہ دیئے۔صاحب مبارکؒ نے چاقوؤں کو غور سے دیکھا اور شیخ سے فرمایا کہ یہ عیدر کے دونوں ساتھیوں کو دے دیں۔جب ان شیعوں کو چاقو مل گئے تو ان دونوں نے نظریں جھکالیں اور شرمندہ ہوکر بولے۔کہ آپ کے یہ سید سچے اور صاحب کرامت ہیں۔پھر میں نے ان سے خفیہ طور پر کہا کہ اب میں تمہارے ساتھ آپ کے سیدوں کے پاس جاؤں گا۔انہوں نے کہا کہ ہمارے سیدوں کا یہ کام نہیں۔جب رخصت ہورہے تھے تو صاحب مبارکؒ نے فرمایا ہمارے لئے کرم ایجنسی میں چاؤل خریدو۔لہٰذا میں کربوغہ سے سیدھا اپنے گاؤں آیا۔چند آدمیوں سے چاؤل کے بارے پوچھا، ایک آدمی میرزمان منڈاؤوالا کے پاس چاؤل ملے۔قیمت کا تعین کیا جب تولنے کا وقت آیا تو میں نے میرزمان سے کہا کہ آپ چاؤل تولیں اس نے کہا کہ آپ خود تولیں اس کے بے حد اصرار پر میں نے زیادہ تولنا شروع کیا تاکہ لنگر

کے لئے اگر کچھ زیادہ تولا جائے تو کوئی بات نہیں اس وقت میر زمان خود بھی موجود تھا۔ تولنے کے بعد میں صاحب مبارکؒ کے پاس آیا تاکہ چاول لانے کا بندوبست کیا جائے۔

صاحب مبارکؒ سرنگوں ہو کر مجھ سے کہا کہ عیدر ! چاول دوبارہ تولو۔ میں نے کہا کہ چاول کا مالک میرے ساتھ خود موجود تھا۔ صاحب مبارکؒ نے دوبارہ ارشاد فرمایا کہ ''ہمارے لنگر کا معاملہ ہے پھر تولنا اچھا ہوگا'' میں واپس آیا اور میر زمان کو اطلاع دیدی کہ چاول کو دوباوہ تولنا ہے کیونکہ صاحب مبارکؒ نے دوبارہ تولنے کی تاکید کی ہے۔ میر زمان جب حاضر ہوا تو میں نے دوبارہ منصفانہ تولنا شروع کیا تو دو من ۲۰ سیر چاول زیادہ ہو گئے۔ زائد چاول میرزمان کو واپس کیئے اور باقی صاحب مبارکؒ کے لنگر کے لئے بھیج دیئے۔ **۱۹**

قصہ ۱۳: ...... حضرت مولانا شلوزان سکنہ شوطوطکی فرماتے ہیں کہ تحصیل کرک کے علاقے میں پانی کی بڑی قلت تھی۔ چنانچہ وہاں کے لوگوں نے آپ سے دعا کرانے اور وہاں تشریف لے جانے کی درخواست کی صاحب مبارک وہاں تشریف لے گئے۔ اور پلوسکی بانڈہ میں اپنا عصا مبارک گاڑ دیا اور دعا کی۔ لوگوں سے فرمایا کہ یہاں (یعنی اس معین جگہ) کنواں کھودا جائے۔ ان شاء اللہ اس کا پانی میٹھا ہوگا۔ اسی طرح علاقہ ورانہ میں مولانا نعمت اللہ کے گھر کے نزدیک گاؤں والوں کے لئے پانی کے واسطے دعا فرمائی اور کنواں کھودنے کے لئے بھی ارشاد فرمایا۔ چنانچہ ہر دو جگہ کنویں کھودے گئے۔ کھودنے کے بعد اتنا زیادہ میٹھا پانی نکل آیا کہ لوگوں نے اسے روکنے کے لئے رضائیاں (*) ڈال دیں۔ اس کے بعد انگریز نے ان دونوں کنوؤں کو پختہ کرنے کی ٹھان لی۔ لیکن پانی کی کثرت کی وجہ سے یہ کام نہ کر سکے۔

(*) یعنی کنویں میں کام کرتے وقت چشموں کے سوراخوں میں رضائیاں ڈالتے تھے لیکن پھر بھی پانی کی کثرت کیوجہ سے کام نہ ہوسکتا تھا۔

یہ دونوں کنویں آج بھی موجود ہیں اور سخت قحط سالی میں بھی ان کے پانی میں کمی نہیں آتی۔

واقعہ ۱۴ :...... حاجی میر غلام درسمند والا بتاتے ہیں کہ درسمند میں لوگ تمباکو کی کاشت زیادہ کرتے تھے۔تاکہ رقم زیادہ ہاتھ آئے۔وہاں پر بہت عمدہ تمباکو کی پیداوار ہوتی تھی۔صاحب مبارکؒ نے برائے اصلاح معاشرہ درسمند آکر تمباکو کی کاشت بند کرادی اور وہاں کے لوگوں کو تاکید کی کہ آئندہ کے لئے کوئی بھی تمباکو کی کاشت نہ کرے۔اس سے زیادہ منافع رب العزت آپ کو بروز محشر عنایت فرمائے گا۔صاحب مبارکؒ کے ارشاد کے باوجود ایک بدبخت شخص زبر الدین مدی خیل نے شاہراہ عام پر اپنے کھیت میں تمباکو کاشت کئے۔

اتفاقاً صاحب مبارکؒ علاقہ خوئیداد خیل ڈول وراغہ سے آرہے تھے۔کہ اچانک صاحب مبارکؒ کی نظر اس کھیت پر پڑی جس میں اس بدقسمت اور نافرمان نے تمباکو کاشت کی تھی۔

اس اثناء میں اس علاقے کا ایک آدمی وہاں گزر رہا تھا۔صاحب مبارکؒ نے اس سے دریافت کیا کہ یہ کاشت کس نے کی ہے؟ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ یہ زبر الدین کا تمباکو ہے۔اس جواب سے صاحب مبارکؒ بہت پریشان ہوئے کچھ دیر سوچنے کے بعد صاحب مبارکؒ نے مالکِ اراضی کو بددعا دی، ”کہ یا اللہ اس نافرمان آدمی کے گھر کو آگ لگا دے“ چنانچہ اسی دن شام کے وقت اس کے گھر کو آگ لگی۔تمام گھر بمعہ سامان جل گیا۔صبح زبر الدین درسمند سے خان بانڈہ چلا گیا۔زندگی بھر وہاں رہ کر اپنا گھر نہیں دیکھا اور وہاں ہی فوت ہوا۔اس واقعہ سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ صاحب مبارکؒ بارگاہ الٰہی میں مستجاب الدعوات تھے۔

واقعہ ۱۵ :...... حاجی ملک سربلند خان گاؤں چھپری کربوغہ شریف والا بیان کرتا ہے کہ ایک شخص مولوی زری بند نے (جو آفتاب ڈاکٹر کا دادا تھا) ہماری اٹھارہ سال امامت کی تھی ایک دن محفل میں صاحب مبارکؒ کے متعلق گفتگو شروع ہوئی مولوی صاحب نے صاحب

مبارکؒ کا ایک واقعہ بیان کیا جو درج ذیل ہے۔

مولوی صاحب کہتے ہیں کہ صاحب مبارکؒ نے موضع (گڑدینہ) میں مسجد کی تعمیر کے لئے چونے کی ایک بھٹی بنوائی تھی۔ ایک دن صبح صاحب مبارکؒ نے آٹھ روٹیاں نکال کر مجھے دے دیں۔ میں نے اپنے ہاتھ سے گن لی اسی دن صاحب مبارکؒ بھی وہاں موجود تھے۔ جب کھانا کھانے کا وقت آیا تو موضع درشی اور امان کوٹ سے چالیس آدمی آ گئے۔ ان لوگوں نے مجھ سے کہا کہ ہمیں سخت بھوک لگی ہے۔ روٹی ہے یا نہیں؟ میں نے دل میں سوچا کہ آٹھ روٹیاں تو میں لایا تھا جو مشکل سے اپنے آدمیوں کے لئے کافی ہوگی۔ الغرض میں صاحب مبارکؒ کے پاس گیا اور ان سے عرض کی کہ یہ لوگ روٹی مانگتے ہیں۔

صاحب مبارکؒ نے فرمایا کہ سب کو بٹھائیں۔ لہٰذا میں نے ان آدمیوں کے آٹھ حلقے بنائے اور فی حلقہ آٹھ افراد پر مشتمل تھا۔ پھر صاحب مبارکؒ نے اپنی چادر روٹیوں پر ڈالی۔ اور ان روٹیوں میں سے مجھے ایک ایک روٹی دیتے رہے۔ میں نے ہر ایک آدمی کو ایک ایک روٹی پہنچائی میں نے عرض کی کہ صاحبؒ سب کو پوری ہوگئیں۔ صاحب مبارکؒ نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ تم تو کہتے تھے کہ روٹیاں کم ہیں اور لوگ زیادہ ہیں۔

(کم مقدار طعام میں اللہ تعالیٰ نے اضافہ عنایت فرمایا اور اپنے نیک بندے صاحب مبارکؒ کی آرزو پوری کی اس کو کرامت کہتے ہیں۔)

واقعہ ۱۶: ...... حاجی ملک سر بلند گاؤں چھپری کر بوغہ شریف صاحب مبارکؒ کا ایک اور واقعہ بیان کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہمارے دو چچا مسمی غنی شاہ اور میاں شاہ صاحب مبارکؒ کے خادم تھے۔ ایک دفعہ عصر کی نماز کے بعد ۱۵/۱۶ آدمی جمع تھے۔ ہمیں ان دونوں نے یہ واقعہ بیان کیا کہ آج صاحب مبارکؒ کے ساتھ اس طرح واقعہ رونما ہوا۔ کہ دو آدمی قوم

علی خیل سے حاضر ہوئے اور کہا کہ ہمیں آپ صاحب مبارکؒ کے ساتھ کچھ خفیہ کام ہے ہمارے درمیان کچھ شرعی اختلاف ہے۔تو صاحب مبارکؒ ان دونوں کو پرانے کتب خانے جو مسجد کی جانب واقع ہے(اوراب بھی موجود ہے) میں لے گئے،اور دروازہ بند کیا۔ایک آدمی نے صاحب مبارکؒ سے مخاطب ہوکر کہا کچھ دن پہلے میں آپ کے ہاں آیا تھا اور ملاقات بھی کی تھی جب میں یہاں سے گاؤں چلا گیا تو میرے اس ساتھی نے مجھ سے کہا کہ فلاں دن تم کہاں گئے تھے تو میں نے کہا کہ میں صاحب مبارکؒ کے پاس گیا تھا تو میرا یہ ساتھی کہنے لگا کہ اس دن ملاقات بھی کی تھی میں نے کہا ہاں، ملاقات بھی کی تھی اور صاحب مبارکؒ کی امامت میں نماز بھی پڑھی تھی۔صاحب محترم!اب یہ کہتا ہے کہ تم جھوٹ کہتے ہو کیونکہ اس دن صاحب مبارکؒ ہمارے ساتھ اخیلو کنڈاؤ میں تھے۔دونوں نے اپنا بیان جاری رکھا اور صاحب مبارکؒ نے خاموشی سے سنا۔دوسرے نے مزید کہا کہ اس وقت صاحبؒ کے سر پر سفید ٹوپی تھی اور کمر سفید رومال سے باندھی تھی۔اوروہ ہمارے ساتھ شیعوں کی لڑائی میں موجود تھے۔(یہ بھی یاد رہے کہ اس وقت کلایا میں شیعوں اور سنیوں کے درمیان لڑائی تھی اخلیو کنڈاؤ کلایا کے قریب واقع ہے)۔ جب دونوں نے اپنا اپنا قصہ بیان کیا تو صاحب مبارکؒ مسکرائے اور منہ پر رومال رکھ کر فرمایا''کہ آپ دونوں حق پر ہیں''غنی شاہ کہتے تھے کہ یہ واقعہ ان دونوں آدمیوں نے ہمیں بیان کیا تھا۔حاجی مجان گاؤں چھپری کربوغہ والا بتاتا ہے کہ تیمور شاہ مرغان والے نے ہمارے چچا صاحب شمل دین کو یہ بات بتائی تھی کہ صاحب مبارکؒ کو میں نے خود کلایا کی لڑائی میں مصروف دیکھا تھا اوران کی سرکردگی میں ایک گروہ بھی تھا۔خدا جانے وہ کون تھے۔ مت شاہ گڑزوال کہتا ہے کہ حنان گڑزوال نے مجھے کہا تھا کہ میں نے صاحب کو خود سبز گھوڑے پر دیکھا کہ کلایا میں جنگ کررہے تھے۔ میں نے کہا کہ صاحبؒ آپ بھی تشریف

لائے ہیں۔صاحب نے مجھے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ کچھ نہ بولو۔

مولوی صاحب کونکی کربوغہ فرماتے ہیں کہ کلایا کی لڑائی کے دوران صاحب مبارک ؒ کا یہ معمول تھا کہ صبح کے نماز کے بعد اپنی خلوت میں داخل ہو کر کہہ دیتے کہ میرا دروازہ مت کھولیں۔پھر بذریعہ کرامت وہاں لڑائی میں شریک ہوتے تھے۔صوبیدار سرور شاہ قوم اخیل (غلوچینہ) بیان کرتا ہے کہ کلایا کی لڑائی میں صبح کے وقت ایک آدمی سبز رومال سے کمر باندھے ہوئے تھے مورچے میں مجھے فرمایا کہ شاباش کوشش کرو۔آگے جا کر لوگوں کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے میں نے پہچان لیا کہ یہ تو صاحب مبارک ؒ ہیں۔میں نے دعا کے لئے صاحب مبارک ؒ کو کافی ڈھونڈا۔لیکن دوبارہ ملاقات نہ ہو سکی۔

واقعہ ۱۷ :...... مت شاہ گڑ زوال کا بیان ہے کہ ہمیں چچا محمد امیر و عجب نور نے ایک واقعہ بیان کیا تھا کہ ہم اونٹوں کے خریدنے کے لئے امرتسر گئے تھے۔وہاں سے اونٹ خریدے اور فی اونٹ کی قیمت اس وقت ساٹھ روپے تھی۔اور بھینس کی قیمت مبلغ تیس روپے تھی۔وہاں پر ہم سے ایک اونٹ گم ہو گیا۔ہم نے کافی تلاش کیا لیکن اونٹ نہیں ملا۔

بالآخر عجب نور نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ اے اللہ! بطفیل کربوغہ صاحب ؒ ہماری مدد فرما (اس وقت کربوغہ صاحب مسجد گڑ زوال میں پیش امام تھے)اس پر محمد امیر نے کہا کہ کربوغہ صاحب کہیں وظیفے کھا رہا ہوگا اور آپ اللہ تعالیٰ سے ان کے طفیل اونٹ مانگ رہے ہیں۔یہ کہنے کے بعد کچھ دیر بعد میں نے ایک طرف دیکھا تو اونٹ چر رہا تھا۔جب محمد امیر نے دیکھا تو بہت خوش ہوا اور اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا۔حسب توفیق اللہ کے نام پر صدقہ مانا اور یہ کہا کہ میں یہ شکرانہ کربوغہ صاحب ؒ کو دوں گا۔

وہاں سے کام ختم کرنے کے بعد ہم واپس کربوغہ شریف آئے اور صاحب

CS CamScanner

مبارکؒ کے پاس ملاقات کیلئے گئے۔ جب ہم نے اسے شکرانہ دینا چاہا تو صاحب مبارکؒ نے مسکرا کر فرمایا کہ میں آپ کا شکرانہ نہیں لوں گا جب تک محمد امیر وہ بات نہ دہرائے جو انہوں نے امرتسر کے پہاڑ میں کہی تھی۔ محمد امیر حیران ہوئے کہ میں نے صرف اتنا کہا تھا کہ صاحب مبارکؒ کہیں وظیفے کھا رہا ہوگا اور آپ ان کے طفیل سے اونٹ مانگ رہے ہیں۔ صاحب مبارکؒ نے فرمایا کہ اس کے بعد آپ کو اونٹ ملا، یا نہیں۔ محمد امیر نے عرض کی کہ ہاں صاحبؒ پھر اونٹ مل گیا۔ اس گفتگو کے بعد صاحب مبارکؒ نے شکرانہ وصول کیا۔

(اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کو ایسے پوشیدہ رازوں سے آگاہ کرتے ہیں)

واقعہ ۱۸: ...... نور خان ولد گل خان بری خیل شرقی کربوغہ والا نے اپنے والد صاحب سے واقعہ سنا تھا اس کی زبانی سنیئے۔

وہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ موسم سرما میں کافی تعداد میں ٹڈی دل (ملخ) آئے تھے۔ لوگ اس وجہ سے گندم کاشت نہیں کر سکتے تھے۔ گل خان کہتا ہے کہ میں نے اپنا بھائی گلا خان کو صاحب مبارکؒ کی خدمت میں بھیج دیا کہ صاحب مبارکؒ سے کہدے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں۔ کیونکہ ہم اپنے کھیت (کونے ولیش) میں گندم بوتے ہیں لیکن ملخ بہت ہیں۔ صاحب مبارکؒ نے فرمایا بے شک آپ گندم کاشت کریں۔ ان شاء اللہ ٹڈی دل کوئی نقصان نہیں دے گا۔ اگر ٹڈی دل نے نقصان پہنچایا تو آپ مجھے کھیت میں لے جائیں۔ چنانچہ ہم نے گندم کاشت کی لیکن ٹڈی دل کی زیادہ تعداد کے باوجود گندم کے ایک پودے کو بھی نقصان نہیں پہنچا۔

واقعہ ۱۹: ...... نور خان اپنے والد گل خان سے ایک اور واقعہ نقل کرتے ہے کہ ایک دفعہ گندم پکنے والی تھی۔ صاحب مبارکؒ کے پاس گاؤں کے معتبرین آئے اور کہا کہ

سروزئ پہاڑ کی طرف سے اتنے ٹڈی دل آئے ہیں کہ گندم کے ہر پودے پر تقریبا ۶۰/۵۰ ٹڈی دل بیٹھے ہوئے ہیں۔صاحب مبارکؒ نے فرمایا کہ آپ فکر نہ کریں۔ یہ صرف ایک رات کے مہمان ہیں گندم نہیں کھائیں گے۔گل خان کہتے ہیں کہ جب ہم صبح کے وقت کھیتوں پر گئے تو بعض ٹڈی چلے گئے تھے اور بعض جانے کی تیاری کر رہے تھے لیکن گندم کے کسی ایک پودے کو بھی صاحب مبارکؒ کی دعا کی وجہ سے نقصان نہیں پہنچا تھا۔صرف ملخ کی کالی گندگی گندم کی خوشوں وغیرہ پر پڑی ہوئی تھی۔

واقعہ ۲۰: ...... نور خان اپنے والد صاحب سے اور بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرا بھائی گلا خان صاحب مبارکؒ سے وسیع تعلقات رکھتے تھے۔ہم دونوں نرینہ اولاد سے محروم تھے۔ایک دفعہ عبدالخالق صاحب نے صاحب مبارکؒ سے کہا کہ یہ دونوں ہمارے خاص معتقدین میں سے ہیں ان کی داڑھی سفید ہو چکی ہیں لیکن نرینہ اولاد سے محروم ہیں۔صاحب مبارکؒ نے روبقبلہ ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ ''اے اللہ! ان دونوں کو بڑے بڑے حصے نصیب فرما''

چنانچہ میرے والد صاحب (یعنی گل خان) کہتا ہے کہ اس دعا کے بعد بڑھاپے میں اللہ تعالیٰ نے صاحب مبارکؒ کی دعا کی برکت سے مجھ کو پانچ بچے اور گلا خان کو چار بچے عطا فرمائے۔

واقعہ ۲۱: ...... دربادشاہ ولد عمر شاہ گڑ زوال نے یہ واقعہ بیان کیا کہ ایک دفعہ بچپن میں، میں نے ایک سکہ نگل لیا۔جس کی وجہ سے پیٹ میں درد ہو گیا ساری رات تکلیف میں گذاری۔صبح ہوئی تو والد صاحب نے صاحب مبارکؒ کو بتایا کہ اس نے سکہ نگل لیا ہے اور گذشتہ تمام رات درد شکم میں گذاری۔صاحب مبارکؒ نے اپنے ہاتھ سے میری کمر کو پکڑا اور

دوسرے ہاتھ سے پیٹ کو پکڑ کر اوپر کی طرف کھینچا اچانک میری منہ سے پیسہ کا سکہ نکل کر نیچے گر پڑا۔ میں نے چلاّ کر کہا کہ صاحب یہ وہی سکہ ہے جو میں نے نگل لیا تھا۔ اللہ کے فضل وکرم اور صاحب مبارکؒ کی کرامت سے میری تکلیف دور ہوئی۔

واقعہ ۲۲: حاجی اللہ خان موضع درسمند گاؤں پٹھان بیان کرتا ہے کہ حجا میر ملک کربوغہ صاحبؒ کے لنگر کے واسطے اپنی زمین کے ایک معین شدہ ٹکڑے کی پیداوار بھیجتے تھے۔ ایک دفعہ میں اور نور بادشاہ کاریگر وغلام خان ملک اور صاحب خان یعنی یہ چار آدمی چار بیلوں پر مولیاں لاد کر کربوغہ شریف روانہ ہوئے۔ راستے میں ہم نے مشورہ کیا کہ آج پراچہ کی بیوی فوت ہو چکی ہے۔ ہم خیرات کھانے اور دعا کے لئے عصر کو واپس آئیں گے۔ لہٰذا جب ہم کربوغہ شریف پہنچے۔ چائے، روٹی کھانے کے بعد ہم نے صاحب مبارکؒ کو کئی دفعہ عرض کی کہ صاحبؒ ہمیں رخصت دیدیں ہمیں ضرور بضرور گھر واپس پہنچنا ہے لیکن صاحب مبارکؒ کی خواہش یہ تھی کہ ہم رات ان ہی کے ہاں گذاریں۔ بیلوں کی اچھی خدمت ہو جائے گی۔

ہمارے اصرار پر صاحب مبارکؒ نے ہمیں گاؤں جانے کی اجازت دیدی لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ خیرات نہیں ہے۔ اخروٹ اور روٹی دیکر ہمیں فرمایا کہ تمہیں کہیں پر بھوک لگے تو پھر اس وقت کھالینا۔ لہٰذا ہم وہاں سے روانہ ہو کر اپنے گاؤں پہنچ گئے۔ جب ہم خیرات کھانے کے لئے روانہ ہوئے تو ہمیں معلوم ہوا کہ مرحومہ مفلس گھرانے سے تعلق رکھتی تھی اس وجہ سے خیرات کا بندوبست نہیں کیا گیا۔

اس واقعہ سے صاحب مبارکؒ پر ہمارا اعتقاد اور بھی مضبوط اور پختہ ہو گیا۔ اور ہم اس سوچ میں پڑ گئے کہ اللہ تعالیٰ نے صاحبؒ کو بطور الہام آگاہ فرمایا تھا اس لئے وہ ہمیں پہلے بتا چکے تھے کہ خیرات نہیں ہے۔ حالانکہ ہم نے اپنے ارادے سے آپ کو آگاہ نہیں کیا تھا۔

CS CamScanner

واقعہ ۲۳: ...... گل رحمان ولد نظیر شاہ بیان کرتا ہے کہ ہم نے اپنے بزرگوں سے یہ بات سنی ہے کہ ایک دفعہ صاحب مبارکؒ کسی فیصلے کے لئے علاقہ غیر کے ایک گاؤں ''ڈول وراغہ'' آئے تھے۔ بہت سے لوگ اپنی اپنی چینک (کیتلی) میں اپنے گھر سے چائے لے کر آئے (یہ طریقہ عموماً ہر گاؤں میں رائج ہے کہ جب کوئی مہمان کسی کے حجرے میں تشریف لائے تو اس ڈیرے سے منسلک جتنے بھی گھر ہو اپنی توفیق کے مطابق کھانا اور چائے وغیرہ لا تے ہیں) تو یہاں پر بھی صاحب مبارکؒ کی خاطر تواضع کے لئے ہر گھر سے چائے دانی آئی۔ان میں سے ایک آدمی اپنی چائے دانی ہاتھ میں تھام کر صاحب مبارکؒ کے سامنے کرتا تھا تا کہ صاحب مبارکؒ اسکے چائے دانی سے چائے پی لے۔ صاحب مبارکؒ نے بہت سی چائے دانیوں سے معمولی معمولی چائے پی لی لیکن اس شخص کی چائے دانی سے بالکل نہیں پی۔

لوگوں نے بعد میں اس شخص کی چائے دانی میں دیکھا کہ اس میں بکری کی مینگنی (گندگی) پڑی ہوئی تھی پھر انہیں معلوم ہوا کہ صاحب مبارکؒ اس وجہ سے اپنی پیالی اس کی چائے دانی سے دور کر لیتے۔ (کیونکہ اولیاء اللہ محفوظ ہیں اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت فرماتا ہے)

واقعہ ۲۴: ...... حاجی گل رحمان استاذ سکنہ طورہ وڑی والا واقعہ بیان کرتا ہے کہ حاجی منگل نامی ایک شخص نے مجھے بتایا ہے کہ میرے والد صاحب مسمی گلا، تمباکو کا زیادہ عادی تھا۔بالکل چھوڑ نہیں سکتا تھا۔لہٰذا میں صاحب مبارکؒ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ میرے والد کیلئے دعا کریں کہ تمباکو سے چھٹکارا حاصل ہو جائے۔

صاحب مبارکؒ نے رو بقبلہ ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ ''یا اللہ اس لڑکے کے والد کو تمباکو پینے سے نجات دے'' اس دعا کے بعد میں گھر واپس آیا۔اپنے والد کے پاس بیٹھ کر

سب سے پہلے میں نے یہ کہا کہ داجی! صاحب مبارکؒ نے آپ کے لئے دعا کی ہے ان شاء اللہ آپ کو تمبا کو نوشی سے چھٹکارا حاصل ہو جائے گا۔ میرے والد صاحب اس بات پر بہت خوش ہوئے۔

اسی رات کو والد صاحب نے خواب دیکھا ''کہ ایک آدمی میری چارپائی اٹھا کر کہتا ہے کہ اگر تمبا کو چھوڑتے ہو تو ٹھیک ہے ورنہ آپ پر چارپائی اُلٹ دوں گا۔ اسی اثناء میں وہ خواب سے بیدار ہوا اور زیادہ خائف ہو کر تمبا کو نوشی سے توبہ کر لی ۔اس طرح وہ اس بُری عادت سے باز آیا۔

واقعہ ۲۵: ...... حاجی مال سکنہ کربوغہ گاؤں شرقی والا بیان کرتا ہے۔ کہ ایک مرتبہ صاحب مبارکؒ کربوغہ کے ایک کھیت جو نور حسن کندے کے نام سے مشہور تھا' مٹی لا رہے تھے کسی آدمی نے صاحبؒ سے کہا کہ شرقی گاؤں والے آدمی تمیس خان کے حق میں دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو نیک فرزند عطا فرمائے۔ صاحب مبارکؒ نے اسی وقت ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی کہ اے کُنْ فَیَکُوْن والے پروردگار، اے زمین وآسمان کے مالک، کستیر خان کو نیک فرزند عطا فرما'' چنانچہ کئی بار لوگوں نے تمیس خان کے حق میں دعا مانگنے کی التجاء کی۔ لیکن صاحب مبارکؒ تمیس خان کی بجائے کستیر خان کے حق میں دعا کرتے رہے (*)۔ کستیر خان کی عورت بانجھ تھی۔ اس وجہ سے صاحب مبارکؒ اللہ تعالیٰ سے اس کے حق میں دعا مانگتے تھے ۔اللہ جل شانہ نے صاحب مبارکؒ کی دعا قبول فرمائی اور ایک سال کے بعد کستیر خان کے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔

(*) یعنی تمیس خان کی بچیاں تھیں لیکن نرینہ اولاد نہ تھی اور کستیر خان کی کوئی اولاد نہیں تھی اس وجہ سے صاحبؒ نے کستیر خان کو دعا دی۔

؎ نگاہ مردمؤمن سے بدل جاتی ہے تقدیریں

جو ہوذوقِ یقین پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

واقعہ ۲۶: ...... سکندرخان ولد محمل خان سکنہ ڈمبکی تپہ برات خیل بیان کرتا ہے کہ حسین گل طورہ وڑی والا نے ہمیں ایک واقعہ بیان کیا تھا کہ۔

ایک دفعہ ہمارا بیل گم ہوگیا۔ تلاش بسیار کے بعد اس کا کہیں سراغ نہ ملا۔ آخر کار ہمارے والد صاحب (نیاز گل) نے کہا کہ کربوغہ صاحبؒ کے ہاں دعا کرانے جاتا ہوں۔ میں نے کہا کہ کربوغہ صاحبؒ نے بیل کی چوری تو نہیں کی ہے۔ ان کے پاس کیوں جاتے ہو؟

لیکن کافی تکرار کے باوجود والد صاحب کربوغہ چلے گئے۔ صاحب مبارکؒ کو بیل گم ہونے کا ماجرا بیان کیا۔ صاحب مبارکؒ نے میرے والد صاحب کی باتیں غور سے سنیں اور پھر سوچ میں پڑ گئے۔ تھوڑی دیر سوچنے کے بعد میرے والد سے مخاطب ہو کر فرمایا" کہ تم اپنے بیل کو درسمند میں بازارکلی کے باشندے میر عالم خان کے ہاں تلاش کرو۔ چنانچہ ہم نے درسمند میں تلاش کیا تو اسی جگہ بیل مل گیا۔

واقعہ ۲۷: ...... نورخان سکنہ کربوغہ اپنے والد سے صاحب مبارکؒ کے متعلق ایک اور واقعہ بیان کرتا ہے وہ کہتے ہیں کہ۔۔

نورم شاہ شیخ ہمیں اکثر یہ واقعہ بیان کرتا تھا کہ میں نامرد تھا (میری جنسی خواہش بالکل نہ تھی) میری اولاد پیدا نہیں ہوتی تھی۔ ایک عورت نکاح میں آئی لیکن مجبوری کی وجہ سے اسے طلاق دیدی کیونکہ میں بیمار تھا۔

ایک دفعہ صاحب مبارکؒ نے مجھے کہا کہ تم ہماری جگہ پر بیٹھو اور ہمارے وضوء کے برتن سے وضوء کرو۔ چنانچہ میں نے صاحب مبارکؒ کے حکم کی تعمیل کی۔ چند دنوں کے بعد

CamScanner

صاحبؒ نے مجھے فرمایا کہ آپ کی شادی کروں گا۔ میں نے کہا کہ میری بھی خواہش ہے چنانچہ ایک نیک عورت سید قاسم کی بیٹی سے مبلغ ۲۵۰ روپے مہر پر نکاح ہوا۔ اس عورت سے اللہ تعالیٰ نے مجھے دو اولاد دی اور میری نامردی کی بیماری ختم ہو کر میری پریشانی خوشی میں بدل گئی۔

واقعہ ۲۸: ...... صاحبزادہ عبدالحکیم صاحب فرماتے ہیں کہ ہمیں جان بہادر شیخ درشی والے یہ واقعہ بیان کرتے تھے کہ ہمارے بیٹے پر ایک دفعہ ناجائز دعویٰ ہو گیا، حکومت نے اس کو گرفتار کر لیا۔ چنانچہ میں صاحب مبارکؒ کی خدمت میں آیا اور کہا کہ میرا بیٹا اچھا آدمی نہیں ہے لیکن اس معاملے میں ناجائز گرفتار ہوا ہے۔ لہٰذا آپ صاحب ہنگو کے ''اے۔سی'' کو لکھ دیں کہ اس کو رہا کرے۔ صاحب مبارکؒ نے خط لکھا۔ جس وقت میں نے خط اے۔سی کو دیا اس نے پڑھ کر خط کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے نیچے پھینک دیا۔

جان بہادر شیخ وہاں صاحب مبارکؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کے سامنے بہت رویا اور ساتھ ہی کہا کہ اگر میرے بیٹے کو پھانسی ہو جاتی تو مجھے اتنی ناراضگی نہ ہوتی جتنی ناراضگی مجھے آپؒ کے خط مبارک کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے پر محسوس ہوئی ہے۔ صاحب مبارکؒ نے مجھے کہا کہ ''ہم اور آپ نے غلط جگہ سے مانگا ہے'' آؤ کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں سوال کریں کہ خداوند تعالیٰ تمہارے بیٹے کو پہلی پیشی میں رہائی عنایت فرماویں۔

چنانچہ ان کی پہلی پیشی جب ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے صاحب مبارکؒ کی دعا قبول فرمائی اور میرا بیٹا پھانسی سے رہا ہو گیا۔

واقعہ ۲۹: ...... کستیر خان ولد گلات خان سکنہ طوراغنڈی بیان کرتا ہے کہ ایک دفعہ باؤلے کتے نے مجھے انگلی پر کاٹا۔ چنانچہ والد صاحب نے مجھ سے کہا کہ تم اپنا مرغ لاؤ تا کہ

CS CamScanner

صاحب مبارکؒ کو شکرانہ پیش کریں۔ میں نے اپنے والد کی اس بات کو رد کیا۔ کیونکہ میں نے وہ لڑانے (دوسرے مرغ سے مقابلہ) کے لئے پالا تھا۔ لیکن والد صاحب کے مجبور کرنے اور اصرار پر بمعہ مرغ کربوغہ شریف چلا گیا۔ رات سرور دین گاؤں شیخان والے کے پاس گذاری صبح نماز کے بعد ہم صاحب مبارکؒ کے پاس روانہ ہوئے۔ چنانچہ جب صاحب مبارکؒ تشریف لائے تو ہم آپؒ کے ساتھ مسجد کے دروازے کے پاس مل گئے۔ والد صاحب نے کہا کہ کستیر خان کو باولے کتے نے کاٹا ہے۔ صاحب مبارکؒ نے مجھے دم کیا اور منہ میں لعاب دیا۔ میرے کان کی لو میں کانٹا تھا۔ صاحبؒ نے مجھے فرمایا کہ اس کو نکال دو۔ آئندہ کے لئے پھر اس کو نہ باندھنا۔ میں نے اسی وقت کان سے کانٹا نکال دیا۔

اس کے بعد ہم نے صاحبؒ کے ساتھ گھر جا کر مرغ بطور شکرانہ پیش کیا۔ صاحب نے میرے کاندھے پر ہاتھ رکھ فرمایا کہ یہ مرغ تم کو بہت پیارا ہے۔ اس کو تم خود رکھ لو۔ اس گفتگو کے بعد ہم مرغ گھر واپس لے آئے۔

واقعہ ۳۰: ...... صاحبزادہ عبدالجلیل صاحب فرماتے ہیں کہ ملا نوح سکنہ محمد خواجہ ہمیں یہ واقعہ بیان کرتے تھے کہ میں موضع لاچی میں تھا ہماری نزدیک ہی ایک جگہ ناچ گانا یعنی گمراہی ہو رہی تھی۔ عشاء کا وقت تھا، میں چارپائی پر لیٹا ہوا دل میں سوچ رہا تھا۔ کہ میں کس طرح صاحب مبارکؒ کا مرید اور خادم ہوں کہ میرے نزدیک یہ گمراہی ہو رہی ہے۔ اور میں انہیں منع نہیں کر سکتا۔ چنانچہ اسی وقت نیم خوابی کی حالت میں مجھے صاحب مبارکؒ کی آواز سنائی دی کہ: ''اُٹھو ملا نوح! آپ قوی ہیں، کوئی بھی آپ کو کچھ نہیں کہہ سکتا، لوگوں کو گمراہی سے منع کر دو۔'' میں صاحب مبارکؒ کی آواز پر فوراً بیدار ہو گیا۔ ناچ گانے کی جگہ چلا گیا اور لوگوں کے درمیان میں کھڑے ہو کر ان سے مخاطب ہوا کہ اے گمراہو! تم یہ گمراہی

کیوں کرتے ہو جب میں نے یہ بات کی تو اسی وقت سب گھبرا کر اُٹھے کہ کربوغہ کے شیخ آ گئے۔سب بھاگ گئے اور گمراہی ختم ہوئی۔

واقعہ ۳۱: ...... ملک غازی خان وحاجی بادشاہ خان اور محمد ایوب خان سکنہ مندوری علاقہ کرم ایجنسی یہ تینوں بھائی بیان کرتے ہیں کہ ہم نے یہ واقعہ اپنے والد صاحب سے سنا تھا کہ ایک دفعہ میں (ملک غلام حیدر) مرض فالج میں مبتلا ہوا۔ میں سخت تکلیف میں تھا کہ صاحب مبارکؒ مجھے خواب میں آئے اور مجھ پر ہاتھ پھیر کر فرمایا ''غلام حیدر تم تو صحیح ہو'' جب میں صبح بیدار ہوا تو میں واقعی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے صحیح وسالم تھا۔ پھر میں نے اپنے گھر والوں سے یہ واقعہ بیان کیا تو بہت خوش ہوئے۔

واقعہ ۳۲: ...... جمعہ نور شیخ ولد مزا نور شیخ یہ واقعہ بیان کرتا ہے کہ ایک دفعہ صاحب مبارکؒ (خاص) تالاب کی چادیواری بنوا رہے تھے۔ ہم پہاڑ کے اوپر سے پتھر گراتے تقریباً ساٹھ آدمی اوپر تھے اور ہم پندرہ آدمی نیچے۔ جو پتھروں کو اکٹھا کرتے۔ میں نیچے آدمیوں کے ساتھ کھڑا تھا۔ اچانک ایک بڑا پتھر اوپر والے آدمیوں سے ہمارے اوپر پھسل آیا۔ اوپر والوں نے آواز دی کہ ''بچوں۔۔ بچوں'' (یعنی جان بچاؤ)۔ صاحب مبارکؒ ہم سے نیچے چارپائی پر بیٹھے ذکر الٰہی میں مصروف تھے۔ آپ نے ہمیں آواز دی کہ سارے اپنی جگہوں پر رہیں ہلنے کی کوشش نہ کریں۔ خداوند تعالیٰ تمہیں بچائے گا۔ چنانچہ صاحبؒ کی دعا تھی کہ وہ پتھر ہم سب کے اوپر سے قلابازیاں کھاتا ہوا ہم سے دور گر پڑا۔ (گویا کسی نے ہاتھ میں اُٹھا کر ہم سے اونچا کر دیا) اور ہم سب اللہ تعالیٰ کے فضل سے بچ گئے۔ اور اس واقعہ کی مانند ہی ایک اور واقعہ صاحبزادہ عبدالجلیل صاحب بیان کرتے ہیں۔

واقعہ ۳۳: ...... مولوی سید میر شاہ ولد اکبر شاہ مشہور بہ (باشاہ ملا) ساکن ٹل حالاً

(دوحہ قطر) بیان کرتے ہیں کہ میرے والد صاحب، صاحب مبارکؒ کے بہت مخلص خادمین میں سے تھے تقریباً چالیس سال تک لنگر میں خدمت کی ۔اس دوران غلہ خریدنے اور اسکا انتظام ہمارے والد صاحب کے ذمہ تھا۔اس خدمت کی وجہ سے صاحب مبارکؒ کو ہمارے والد صاحب سے پرخلوص محبت تھی ۔گرگری والے میاں صاحب جو صاحب مبارکؒ کے معلّن (اعلان کرنے والے) تھے۔صاحب مبارکؒ نے ان کو فرمایا تھا کہ علی الاعلان کہو کہ ''میرے (صاحبؒ کے) تیرہ بیٹے ہیں چودھواں بیٹا میرا باشاہ ملا صاحب ہے، اگر کسی نے اس کو خیر پہنچایا تو میں اسے دعا دوں گا اگر ضرر پہنچایا تو میں اسے بددعا دوں گا۔'' میرے والد صاحب ہر جمعہ کربوغہ شریف حاضری دیتے رہتے۔ مولوی صاحب کہتے ہیں کہ جب میں نے قرآن مجید پڑھا تو میں چھ سال کا بچہ تھا۔میرے والد مجھے اور میرے بھائی مبارک شاہ کو صاحب مبارکؒ کی دعا لینے کربوغہ شریف لے گئے ۔مجھے خوب یاد ہے کہ صاحب مبارکؒ انگور کے درخت کے سائے کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔میرے والد صاحب نے میرے متعلق صاحبؒ سے کہا کہ سید میر شاہ نے قرآن مجید ختم کرلیا ہے اب انہیں سکول میں داخل کرتا ہوں تاکہ لکھنا سیکھ لے۔میرے والد صاحب کو صاحب مبارکؒ نے فرمایا کہ سکول مدرسہ نہیں ہے ،مردار حصہ ہے (اور یہ یاد رہے کہ یہ اس وقت کی بات ہے جب انگریزوں کی حکومت تھی اسی وجہ سکول میں انگریزی مزاج کا نصاب پڑھایا جاتا تھا) اس میں داخل نہ کریں اس کے لئے میں دعا کرتا ہوں انشاء اللہ یہ خط وکتابت سیکھ لے گا، بلکہ ہر زبان خود ہی سیکھ لے گا۔اور میرے حق میں دعا کی۔ لہٰذا والد صاحب نے صاحب مبارکؒ کے فرمان پر عمل کر کے مجھے سکول میں داخل نہیں کیا۔میں نے ابتدائی دینی کتب مولوی خیر محمد صاحب ٹل والا سے شروع کیں۔پھر کابل استاد صاحب سے پھر کربوغہ میں صرف میر، زرادی وغیرہ پڑھیں۔پھر توغ

سرائے وعیسوخیل میں تین سال دینی کتب پڑھیں۔ پھر کوہاٹ میں، اس کے بعد دیوبند میں دورۂ حدیث کر کے سندِ فراغت حاصل کی۔ خدا کا فضل اور صاحب مبارکؒ کی دعا تھی کہ مجھے تقریباً ہر ایک زبان یعنی عربی، انگریزی، فارسی، اردو وغیرہ لکھنا پڑھنا خود بخود آتا گیا۔ دیوبند سے فراغت کے بعد میں ۱۹ سال تک گورنمنٹ ہائی سکول ٹل میں دینیات وسائنس وجغرافیہ وغیرہ کے مضامین کا استاد رہا۔ پھر مولوی، مولوی فاضل کی سند بھی حاصل کی۔ الحاصل میں نے ایک جماعت بھی سکول نہیں پڑھا تھا لیکن صاحب مبارکؒ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے مجھے کئی زبانوں میں لکھنے پڑھنے کی صلاحیت عطا فرمائی۔ اور اسی طرح میں صاحب مبارکؒ کی کرامت کا ایک زندہ نمونہ ومثال ہوں کہ کئی زبانیں مجھے خود بخود آتی ہیں۔

واقعہ ۳۴: ...... مولوی صاحب سید میر شاہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میرے والد صاحب اور ملک شیر زمان ٹل والا دونوں ایک مقدمے میں گرفتار ہوئے تھے۔ میری والدہ صاحبہ، صاحب مبارکؒ کے حضور میں دعا لینے چلی گئی۔ والدہ نے صاحب مبارکؒ سے کہا کہ میرا بچہ وملک صاحب گرفتار ہوئے ہیں۔ ان کے حق میں دعا کریں۔ صاحب مبارکؒ نے اپنی بیٹی (زلیخا صاحبہ) کو بلایا کہ میں دعا کرتا ہوں اور تم امین کہو۔ صاحب مبارکؒ نے دعا کی کہ اے اللہ! ان کے مقدمے کے کاغذات گم کر دے۔ الغرض جب سٹینو نے کاغذات مثل دیکھے تو اس میں دونوں کے کاغذات گم ہو گئے تھے۔ چنانچہ ان دونوں کو رہا کر دیا گیا۔

واقعہ ۳۵: ...... مولوی سید میر شاہ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں اور چند آدمی ٹل والے کربوغہ شریف چلے گئے تھے تو مسجد میں عبدالحق وفضل حق صاحبان دونوں اکٹھے بیٹھے ہوئے تھے۔ اور یہ فیصلہ کیا کہ صاحب مبارکؒ سے پوچھ لیں گے کہ مولوی داؤد شاہ

صاحب کابل جلال آباد سے آئے تھے تقریباً چار مہینے صاحب مبارکؒ کے ساتھ گذارے اور رخصت ہوئے۔ چنانچہ دونوں صاحبان، صاحب مبارکؒ کے پاس حاضر ہوئے اور میں نے اس وقت صاحب مبارکؒ کے چپان (ڈولی) کی لکڑی پر ہاتھ رکھا تھا اور میرے ٹل والے ساتھی بھی موجود تھے۔ عبدالحق صاحب نے صاحب مبارکؒ سے پوچھا کہ داؤد شاہ مولوی صاحب کابل (جلال آباد) سے کیسے آئے تھے؟ آپ کے ساتھ خفیہ بات چیت کر کے رخصت ہوئے؟ صاحب مبارکؒ نے جواب دیا کہ اس نے مجھ سے کہا کہ میں نے خواب دیکھا کہ کوئی مجھ سے کہہ رہا تھا کہ کربوغہ ملا صاحب کے پاس سنگ پارس ہے۔ وہ اس سے حاصل کرو تھوڑی دیر بعد کہنے لگا کہ یہ سنگ پارس مجھے دیدیں۔ میں نے جواب دیا کہ سنگ پارس ایک وہمی بات ہے البتہ اولیاء اللہ کے ہاتھ سنگ پارس کی مانند ہوتے ہیں۔ کہ جس چیز کو لگادے اللہ تعالیٰ کے اذن سے وہ سونا بن جاتی ہے۔ جو میرا کالا سنگ مرمر کہ جس سے میں تیمّم ادا کرتا تھا۔ آپ نے خود دیکھا تھا۔ کہ میں نے اس سنگ مرمر پر ہاتھ پھیرا تو وہ سونا بن گیا، ان کو دے دیا کہ یہ آپ کے لئے کافی ہے۔

واقعہ ۳۶: ...... استاد جان محمد صدہ والا بیان کرتا ہے کہ تخمیناً ۱۹۱۷ء تا ۱۹۱۹ء کے درمیان یہ چشم دید بات ہے کہ صاحب مبارکؒ بمقام درانئی لوئر (پایان) گرم فصل حریف کے موسم میں مریدوں کی نگہبانی کے لئے تشریف لائے تھے۔ رات کو محمد ملک بنگش کے محلّہ کی مسجد میں قیام فرمایا۔ ہمارے والد صاحب کو صاحب مبارکؒ کا پیغام ملا۔ والد صاحب نے عصر کی نماز پڑھ کر دعا کے واسطے بمعۂ عرب خان، عالم خان برائے سلام ودعا ان کے ہمراہ حاضر خدمت ہوگئے۔ مغرب کی نماز کی ادائیگی کے بعد صاحب مبارکؒ نے والد صاحب کو فرمایا کہ صدہ استاد روٹی اکٹھے کھائیں گے۔ والد صاحب نے کہا: بہت اچھا۔ کھانا کھا کر نماز عشاء کے

لئے اذان والد صاحب نے دی۔ عشاء کی نماز کے بعد کچھ دیر تک لوگ دعا کے لئے آتے رہے۔ ایک حصہ رات کا ختم ہو چکا تھا۔ جمعہ کی رات تھی۔ صاحب مبارکؒ نے والد صاحب سے فرمایا کہ صدے استاذ! ہم سب محبان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مبارک پر حاضری دیتے ہیں، لہٰذا آپ میرے بستر پر آرام کریں۔ جب والد صاحب ،صاحب مبارکؒ کے بستر کے قریب پہنچے تو کیا دیکھتا ہوں کہ صاحب مبارکؒ مسجد کے کمرے سے باہر تشریف لائے ادھرادھر دیکھا میں بذات خود دروازے کے قریب کھڑے یہ منظر دیکھ رہا تھا کہ صاحب مبارکؒ نے آسمان کی طرف دیکھا۔ اچانک ایک عصا اُن کے ہاتھ میں آ گیا۔ عصا آتے ہی آسمان کی طرف سبز کپڑوں میں ملبوس ہو کر اُڑ گئے۔ میں دیکھ رہا تھا کہ برس خیل چنار درختوں کے اوپر گئے بعد میں نظروں سے غائب ہو گئے۔ میں حیران رہ گیا۔ چپکے سے مسجد کے کمرے میں والد صاحب کے پاس آیا۔ میں نے عرض کیا کہ ابا جان خدا کی قسم صاحب مبارکؒ ہوائی جہاز کی مانند چلے گئے۔ اپنے والد صاحب نے فرمایا کہ چپ خاموش ہو جاؤ۔ میرے قریب لیٹ جاؤ۔ میرا دل صبح تک کانپ رہا تھا اور نیند نہیں آتی۔ صبح کی اذان کے قریب کیا دیکھتا ہوں کہ سفید کپڑوں میں دیوار سے ایک آدمی نیچے اتر رہا ہے۔ میں نے والد صاحب سے کہا کہ کوئی آدمی دیوار سے نیچے اتر رہا ہے۔ تو اتنے میں صاحب مبارکؒ مسجد کے کمرے میں تشریف لے آئے۔ کچھ دیر بعد نماز شروع ہوئی۔ ناشتہ کر کے ہم باشندگان صدہ صاحب مبارکؒ سے رخصت لیکر صدہ آ گئے۔ اس طرح جان محمد صاحب نے صاحب مبارکؒ کی اور کرامات بیان کی ہیں۔ جب کہ اس وقت صاحب مبارکؒ کرم ایجنسی کے نور اللہ خان آصف خان کلے المعروف ''منجری کلی'' میں تھے۔

واقعہ ۳۷: ...... جان محمد استاد صدے والا ایک اور واقعہ بیان کرتا ہے کہ ایک دفعہ

میں والد صاحب کے ساتھ کربوغہ گیا تھا ہمارے ساتھ چند ساتھی بھی تھے۔ ھم صاحب مبارکؒ کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے ایک شخص نے آکر صاحب مبارکؒ سے کہا کہ لنگر میں پکانے کے لئے کچھ نہیں ہے۔ فی الجملہ ہمارے والد صاحب کو صاحب مبارکؒ نے فرمایا کہ شیخ آؤ۔ لہٰذا میرے والد صاحب، صاحب مبارکؒ کے پیچھے ندی کی طرف چلے گئے میں بھی ساتھ تھا۔ وہاں ندی کے کنارے ریت موجود تھی۔ صاحب مبارکؒ نے اکتالیس مرتبہ یہ آیت پڑھی:" اَللّٰهُ لَطِيفٌ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاءُ وهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ "اور یا یہ آیت پڑھی:" اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ" . .

بہر حال ریت سے اکتالیس بار مٹھی بھر کر چادر میں ڈالیں۔ پھر صاحب مبارکؒ نے چادر باندھ لی۔ میں نے سوچا کہ اس ریت سے برتن وغیرہ صاف کریں گے۔ جب کہ والد صاحب ریت کی گٹھڑی اپنے کندھے پر رکھ کر مسجد میں لے آئے، صاحب مبارکؒ نے کھولی۔ کھولتے وقت مسجد میں کافی لوگ موجود تھے۔ تو وہ سارے امیر عبدالرحمٰن کے سکے یعنی کابلی روپے بن گئے تھے۔ ہم سب حیران ہو گئے۔ جان محمد استاد کہتا ہے کہ ان روپیوں سے میں نے خود ایک روپیہ لے لیا وہ ابھی تک میرے پاس موجود ہے اور صاحب مبارکؒ نے مجھے ایک جوڑا جوتے اور گوٹی کپڑے والی ایک واسکٹ دی۔ جان محمد استاد کہتا ہے کہ میں تقریباً بارہ سال کا تھا اور یہ واقعہ مجھے خوب یاد ہے۔

واقعہ ۳۸: ...... حکیم شیر احمد شاہ المعروف بہ قندھار مولوی صاحب ساکن ٹل بیان کرتے ہیں کہ میں بچپن میں افغانستان سے آیا تھا۔ حصول علم دارالعلوم گوجرانوالہ سے کیا۔ وہاں سے کوہاٹ آکر لوگوں سے کربوغہ صاحب مبارکؒ کے اوصاف سنے۔ لہٰذا میں سیدھا کربوغہ شریف جا کر وہاں مسجد میں پہنچا۔ وہاں کے اصول سے میں ناواقف تھا۔ میرے سوا

CamScanner

مسجد میں کافی مہمان تشریف فرماتھے میں مسجد کے خلوت میں مقیم ہوا رات وہاں گذارتا لیکن روٹی کوئی نہیں لاتا تھا۔ میرے پاس کشمش تھی میں اس پر گذارہ کرتا رہا۔ مسجد میں پانی کا انتظام موجود تھا پانی مسجد میں پی لیتا تھا۔ دن کو روزہ رکھتا تھا۔ اور ہر روز میں ایک ختم قرآن کرتا رہا ۔تین دن اسی طرح گذار دیئے مسجد کے دائیں طرف خلوت میں میرا قیام تھا۔ کہ اچانک میرے خلوت میں صاحبزادہ برہان الدین صاحب تشریف لائے ۔اور عشاء کی نماز کے بعد چائے روٹی لائے۔ کھانا کھانے کے بعد میں صاحبزادہ فضل حق عرف گُل آبا سے ملا۔ انہوں نے مجھے فرمایا کہ جب عشاء کے بعد لنگر کی روٹی ختم ہوجاتی ہے۔ تو پھر میں ذکر وفکر میں مشغول ہوجاتا ہوں لہٰذا حسب معمول ذکر وفکر میں مشغول تھا کہ اچانک صاحب مبارکؒ کی آواز سنی کہ اے فضل حق! میں نے ادھر اُدھر دیکھا کوئی بھی موجود نہ تھا حتیٰ کہ تین مرتبہ اسی طرح یہ آواز سنی ۔پھر فرمایا کہ تمہارے لنگر میں کتنے سیر ہوتے ہیں۔ مسجد کے خلوت میں ایک مسافر جو کہ تین دن سے بھوکا ہے اس کا بندوبست کرو۔ چنانچہ میں نے اپنا بیٹا آپ کی خدمت میں بھیج دیا ۔پھر انہوں نے مجھ سے کہا کہ ہمارا اصول ایسا ہے کہ لوگ خود لنگر آتے ہیں اس وجہ سے آپ کا پتہ نہ چل سکا۔

اس کے بعد گل آبا سے میرا تعارف ہوا۔ اس کے بعد زیادہ پیار و محبت سے پیش آتے تھے اور میں نے تقریباً تین مہینے گل آبا کے ساتھ گذار دیئے ۔اور معتکف صاحب سے مشہور ہوا۔ پھر گل آبا صاحبؒ نے بسلسلہ امامت حاجی سید نذیر اور کجیر ٹل والے کے پاس بھیجا ۔وہاں ان کے لئے رمضان المبارک کے دوران امامت کی اور ٹل میں شادی کرلی اور سکونت کے لئے جگہ بھی خرید لی۔ میں نے حکمت کا کام سیکھا تھا۔ ٹل میں حکمت کا کام کرنے لگا میرے ہاں زیادہ وزیر قوم کے لوگ علاج کے لئے آتے تھے۔ آخر میرا دل وہاں تنگ ہونے لگا کیونکہ

چارپائیاں بھی کم تھی اوران مریضوں کے لئے روٹی کے بندوبست کی مجھے فکر ہونے لگی حتی کہ ایک رات خواب دیکھتا ہوں کہ میں کربوغہ برائے زیارت صاحب مبارکؒ آیا ہوں۔ مسجد میں تالاب پر وضوء میں مشغول تھا کہ صاحب مبارکؒ روضہ سے نکل کر مسجد میں داخل ہوئے۔ میں نے جلدی جلدی سے وضوء مکمل کرلی۔ تاکہ صاحب مبارکؒ سے ملوں۔ اتنے میں شیر محمد شیخ نے صاحب مبارکؒ کو کہدیا کہ معتکف صاحب آیے ہے۔ آپ سے دعا مانگتا ہے۔ صاحبؒ نے فرمایا کہ اس کو کہدو کہ عورتوں کے ساتھ عورت کیطرح سلوک روا رکھیں، لڑکوں کے ساتھ لڑکوں جیسا سلوک کریں اور مردوں سے مردوں کی طرح سلوک کریں آپ کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ قندہار مولوی صاحب کہتے ہیں کہ میں اسی اثناء میں نیند سے بیدار ہوا دل سے تنگی دور ہوئی اور میں نے خواب کی تعبیر خود نکالی۔ معنی یہ نکلا کہ مریضوں کے ساتھ اچھا سلوک کریں اور نہایت سچائی اور دیانتداری سے کام کریں۔ اگر مہمان آجائے اور چارپائی نہ ہو تو زمین پر لٹادیں۔ روٹی جتنی گھر میں تیار ہو ان کے سامنے پیش کریں۔

اب صاحب مبارکؒ کی دعا کی برکت ہے کہ میں کافی عرصہ سے مریضوں کی خدمت ودوائی میں مشغول ہوں، مجھے کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوتی اور نہ میں تھکتا ہوں۔ روٹی مہمانوں کے لئے جتنی لاؤں وہ کافی ہوجاتی ہے۔

واقعہ ۳۹: .... گل اکبر سکنہ ڈمبکی خوئیداد خیل بیان کرتا ہے کہ ہمارے چچا صاحب مخیل نامی پر ناجائز دعویٰ قتل ہوا تھا۔ وہ بہ ہمراہ چند ساتھی موضع دلن میں گرفتار ہوگئے۔ دوسرے دن میں صاحب مبارکؒ کے ہاں حاضر ہوا میں اس وقت جوان تھا۔ صاحبزادہ عبدالرحیم نے صاحب مبارکؒ کو کہہ دیا کہ یہ نوجوان مخیل کا بھتیجا ہے، دعا کے واسطے آیا ہے۔ صاحبؒ نے مجھے فرمایا کہ تم سیدھے گھر جاؤ، ہمارے مریدوں کو اس طرح کے کتے (یعنی

انگریز) نہیں پکڑ سکتے! سات آٹھ دنوں میں واپس گھر آ جائے گا۔

چنانچہ میں صاحب مبارکؒ کے فرمان کے مطابق سیدھا گھر واپس ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی شان اور صاحب مبارکؒ کی دعا کا اثر دیکھو کہ اس کے کاغذوں میں کچھ غلطی نکلی۔ انگریزوں نے اس کو رہا کر دیا۔ جب آٹھواں دن ہوا تو میرا چچا مخیل گھر واپس آ گیا اور جب کہ دوسرے ساتھی چودہ چودہ سال قید ہو گئے۔

واقعہ ۴۰: ...... حافظ القران حکیم صاحب ضیاء الاسلام بن مولانا حکیم قاری احمد نور صاحب ہوتی مردان بیان کرتا ہے کہ میں ایام بچپن میں اپنے والد صاحب کے ساتھ کربوغہ شریف گیا تھا۔ اس وقت میں چھوٹا بچہ تھا۔ وہاں ہم ملیز و صاحب کے ساتھ ''کتب خانہ صاحب مبارکؒ ''میں مقیم تھے۔

ایک دفعہ میں صاحب مبارکؒ کے گھر داخل ہوا۔ جہاں سیاہ رنگ کی بکریوں کی بہتات تھی اس وقت صاحبؒ چارپائی پر تشریف فرما تھے۔ آپ کے سامنے ایک کتاب کھلی ہوئی تھی۔ انھوں نے مجھے اپنے ساتھ پڑھنے کو کہا۔ حالانکہ میں نے قاعدہ قرآنی بھی نہیں پڑھا تھا۔ پھر قرآن مجید کی سورۂ آل عمران کی ابتداء یعنی **آلٓمٓ اللّٰہُ** سے شروع کر کے، وہ پڑھاتے اور میں ان کے پیچھے پڑھتا جاتا حتیٰ کہ ایک رکوع تک پڑھایا۔ وہ رکوع مجھے پوری طرح صرف ایک دفعہ پڑھانے سے ذہن نشین (حفظ) ہو گیا۔ مجھے یہ بھی یاد ہے کہ صاحب نے الم کے میم کا لفظ اللہ کے لام کے ساتھ ملا کر پڑھا۔ پھر میں اپنے والد صاحب کے پاس آیا جو کہ اس وقت مسجد (صاحب مبارک) میں تھے، میں نے سورۂ آل عمران کا پہلا رکوع ان کے سامنے تلاوت کیا۔ تو وہ بہت حیران ہوئے (اور بعد میں انہیں پتہ چلا کہ یہ صاحب مبارکؒ کی کرامات و برکات ہیں کہ بچے کو ایک دفعہ میں ایک پورا رکوع حفظ ہوا۔ جس نے قاعدہ قرآنی

بھی نہیں پڑھا ہے۔ پھر چند دنوں کے بعد ہم مردان واپس آ گئے۔ تو والد صاحب نے حافظ احمد شاہ طوروی صاحب کے ہاں مجھے پڑھانے کیلئے بھیجا۔ (جو کہ پروفیسر حافظ محمد ادریس اسلامیہ کالج پشاور کے والد تھے اور پروفیسر صاحب ہوائی جہاز کے حادثے میں وفات پا گئے تھے) میرے ساتھ حافظ محمد نواز اور حافظ محمد عمر حفظ کر رہے تھے۔ سب سے پہلے ہوتی مردان میں قرآن مجید کا حفظ میں نے مکمل کیا۔ پھر میرے بھائی صاحب حافظ عبدالمجید اور حافظ رشید احمد صاحب نے قرآن کریم حفظ کر لیا پھر وہاں حفظِ قرآن کا سلسلہ شروع ہوا۔ تقریباً دو سو تک یا اس سے زیادہ قرآن کریم کے حفاظ بن گئے۔ یہ صاحب مبارکؒ کا فیض اور کرامت تھی۔ حکیم صاحب نگران دواخانہ گلزارِ صحت دوسرا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ میرے پاس ایک مریض تھا جن کے علاج کی خاطر میں نے سارے نسخہ جات آزمائے تھے۔ حتیٰ کہ سات ہزار روپے والا نسخہ بھی استعمال کیا تھا لیکن کارگر ثابت نہ ہوا تھا۔ پھر وہ مریض لندن علاج کیلئے چلا گیا وہاں سے بھی لاعلاج وطن واپس لوٹا۔ مریض نے دوبارہ مجھ سے علاج کیلئے کچھ دوا لینے کی طلب کی۔ چونکہ میں پہلے ہی سے ان کے علاج سے تھکا ہوا تھا میں نے اُس سے کہا کہ آپ میرے ساتھ کربوغہ شریف کے صاحب کی زیارت کرنے کیلئے چلے جائیں۔ لہٰذا ہم دونوں روانہ ہو گئے۔ حکیم صاحب کہتے ہیں کہ گھر سے نکلتے وقت میں نے قرآن مجید کی تلاوت شروع کی کچھ حصہ قرآن شریف کا میں نے راستے ہی میں پڑھا اور کچھ حصہ صاحب مبارکؒ کی مسجد میں تلاوت فرمایا۔ اور ختم قرآن کریم صاحب مبارکؒ کی روح کو بخشش دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ کی حضور میں اس مریض کی شفا کیلئے دعا مانگی۔

حکیم صاحبؒ کہتے ہیں کہ جونہی ہم دوسری رات کو مردان واپس آئے۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہ مریض صبح میرے پاس آیا اس کے چہرے سے خوشی اور تازگی کا اظہار ہو رہا تھا۔ اس نے

مجھے خوشی کی حالت میں کہا کہ ''میں اپنے لاعلاج مرض سے چھٹکارا بہ فضل خدا اور فیض صاحب مبارک پا گیا ہوں۔'' یعنی یہ مرض راتوں رات ختم ہو گیا ہے۔

واقعہ ۴۱:...... صاحبزادہ عبدالشہید صاحب، طورگل ملک قوم مسوزی موضع بڑی زونہ سے بیان کرتے ہیں کہ صاحب مبارکؒ کو ایک دفعہ لنگر خانہ کی چھت میں شہتیر ڈالنے کیلئے لکڑی کی ضرورت تھی جس کیلئے وہ قوم مسوزی تشریف لے گئے۔ وہاں پہنچے تو ہر شخص کی یہی تمنا تھی کہ صاحب مبارکؒ اس کے ہاں مہمان ٹھہرے اور سب اصرار کرنے لگے۔ آخر صاحب مبارکؒ نے فرمایا کہ قرعہ اندازی کرلو۔ قرعہ ڈالنے پر صاحب مبارکؒ قوم اٹخیل کے ساتھ روانہ ہوئے۔ وہاں کے ایک گاؤں 'بڑی زونہ' نامی کے لوگوں نے صاحب مبارکؒ سے عرض کی کہ صاحب ہم گیدڑوں کے ہاتھوں سخت پریشان ہیں ہماری بھیڑ، بکریوں کو مارتے ہیں۔ ہر روز پانچ، چھ بکریاں ہلاک کر دیتے ہیں۔ یہ سن کر صاحب مبارکؒ نے ان لوگوں کو تسلی دی اور فرمایا کہ تم خفا نہ ہونا۔ ہم نے تمہارے اور گیدڑوں کے درمیان پتھر رکھ دیا یعنی مصالحت کرادی۔ تم گیدڑوں سے کوئی تعرض نہ کرو، وہ تمہاری بھیڑ بکریوں کو کچھ نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ چنانچہ وہ لوگ کہتے تھے کہ صاحب مبارکؒ کے جانے کے بعد گیدڑ آزادانہ طور پر بھیڑ بکریوں کیساتھ چرتے تھے اور کچھ نقصان نہ پہنچاتے۔ اس لئے گاؤں کے لوگ بھی ان سے کچھ تعلق نہ رکھتے۔ حتیٰ کہ ساٹھ سال کا عرصہ گذر گیا اور صاحب مبارکؒ بھی وفات پا گئے لیکن صورت جوں کی توں رہی حتیٰ کہ ایک دن ہماری قوم کے ایک شخص نے بلا وجہ ایک گیدڑ کو گولی ماردی حالانکہ گیدڑ نے کچھ نقصان نہیں کیا تھا۔

اس دن سے گیدڑوں نے ہمارے مال مویشی کو دوبارہ نقصان پہنچانا شروع کر دیا یعنی صاحب مبارکؒ کے فرمان کو جب ہم نے توڑا تو پھر گیدڑوں نے نقصان شروع کر دیا

حالانکہ پہلے کچھ تعرض نہ کرتے تھے۔ یہ واقعہ موضع 'بڑی زونہ' میں حدتواتر تک پہنچا ہے۔اس ضمن میں حضرت مولانا روم رحمہ اللہ فرماتے ہیں ؎

ہر کہ ترسید از حق وتقویٰ گزید ترسید از وئ جن وانس وہر کہ دید

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

اس کے علاوہ اور بہت سے واقعات ہیں لیکن وہاں تک رسائی میرے بس کی بات نہیں کیونکہ وہ لوگ 'تیراہ' کے اونچے اونچے پہاڑوں میں آباد ہیں۔ یا وزیرستان کے باشندے ہیں۔

بددعا کے متعلق خدشہ اور اس کا جواب

بعض لوگ بددعا کرنے کو بالکل ناجائز سمجھتے ہیں۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ بعض صورتوں میں جائز ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: لایحب اللہ الجھر بالسوء من القول الامن ظلم ۔ قال قتادة قال ابن عباسؓ لا یحب اللہ رفع الصوت بما یسوء غیرہ الا المظلوم فان لہ ان یرفع صوتہ بالدعاء علی من ظلم

(تفسیر کبیر ص ۹۶ ج ۳ وفی نسخۃ اُخریٰ ص ۹۰ ج ۱۱)

صاحب مبارکؒ وگل آبا صاحبؒ کو اسلام وقرآن سے زیادہ عقیدت ومحبت تھی ان کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پیار تھا اور ان کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی کوشش تمام زندگی کرتے رہے۔حتیٰ کہ نزدیک ودور کے علاقوں میں بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلیمات پھیلانے کی حتی الوسع کوشش کی۔ان کوششوں کے دوران ان کا سامنا اچھے اور برے لوگوں سے ہوا۔اچھے لوگوں کیلئے ان کی منہ سے دعائیہ کلمات نکلتے تھے اور برے لوگوں کو اچھائی کی طرف راغب کرنے کی پوری پوری کوشش کرتے لیکن پھر بھی بعض لوگ شریعت کے خلاف کاموں میں مشغول رہتے۔دوبارہ ان کو تنبیہ کرتے لیکن گمراہ لوگ ان

کی باتوں پر کان نہ دھرتے ۔اس وجہ سے ان کے پاس بد دعا کے علاوہ کوئی ہتھیار نہ ہوتا۔اس ہتھیار کو وہ بہت مجبوری کی حالت میں استعمال کرتے ۔جس وقت ان کا خیال ہوتا کہ اگر اس برائی کو بر وقت نہ روکا گیا تو اس کے پھیلنے کا خدشہ ہے اور جو اچھائی کی تعلیم عام ہوگئی ہے وہ بھی اس برائی سے خطرے میں پڑ جائے گی ۔ان علاقوں کے لوگوں کی زندگی کا ایک نرالہ ڈھنگ ہے ۔آپسمیں دشمنیاں خطرناک حد تک ہوتی ہیں جس کی وجہ سے یہ اسلحہ کا آزادانہ استعمال کرتے ہیں اور بہت سی اموات اس وجہ سے ہو جاتی ہیں ۔ان میں گناہگار اور بے گناہ لوگوں کی ہلاکت بھی ہوتی ہیں ۔اس قسم کی برائی کی روک تھام کیلئے انہوں نے اپنی زندگی میں بہت کوششیں کیں اور فریقین کے درمیان صلح وصفائی کرتے رہے ۔اس صلح وصفائی کے درمیان اگر کوئی فریق اپنے بات سے پیچھے ہٹ جاتا تو یہ ان حالات کے مطابق مجبوراً اپنا یہ ہتھیار استعمال کرتے ۔اس کے علاوہ اس وقت جاہلیت بہت تھی لوٹ مار کو ان لوگوں کی اکثریت نے پیشہ بنا لیا تھا ،اغواء اور قتل عام تھا ،منکوحہ عورتوں کا اغواء کرنا ایک اور عادت قبیحہ تھی ۔اور ان لوگوں کا پہاڑی علاقے پناہ گاہ تھے اس وجہ سے کوئی ان کی طاقت کا مقابلہ نہ کرسکتا تھا لیکن دوسری طرف صاحب مبارکؒ اور گل آبا صاحبؒ نے ان برائیوں کو روکنے کی طرف خاص توجہ دی تو ان کے خلاف ہتھیاروں کی جنگ کی بجائے وہ بد دعا دیتے رہتے ۔اُن کی دعا اور بد دعا دونوں میں اثر تھا۔

بد دعا قبول ہونے کی صورت میں دوسرے لوگوں کو عبرت حاصل ہوتی اور اس قسم کے کاموں سے اجتناب کرتے ۔اور اس بد دعا کے ڈر سے ظالم لوگ بھی بات مان لیا کرتے تھے ،یہ بھی اولیاء اللہ کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک عطیہ ہے۔کیونکہ برائی کی روک تھام اس طریقے سے بھی ممکن ہے علاوہ ازیں حدیث شریف سے اس کا جواز معلوم ہوتا ہے، صحیح مسلم

شریف میں روایت ہے: عن عائشۃؓ انھا قالت قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاربع مضین من ذی الحجۃ او خمس فدخل علیّ وھو غضبان فقلت من اغضبك یا رسول اللہ ادخلہ النارقال او ما شعرت انی امرت الناس بامر فاذا ھم یترددون (الحدیث)۔ اس حدیث کے تحت حضرت محی الدین ابوزکریا نوویؒ شرح مسلم میں لکھتے ہیں: وفیہ جواز الدعاء علی المخالف لحکم الشرع (مسلم مع نووی ص ۳۹۰ جلد اول) اور اس طرح اکمال ومکمل الاکمال میں لکھتے ہیں: ففیہ استحباب الغضب لانتھاك حرمۃ الدین وجواز الدعاء علی من خالف الشرع (اکمال ومکمل الاکمال ص ۳۵۳ جلد سوئم)۔

اسی طرح حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ نے کرامات صحابہ ص ۳۷ پر لکھا ہے:
اخرج الطبرانی فی الاوسط و ابونعیم فی الدلائل عن زاذان ان علیاً حدث بحدیث وکذب بہ رجل فقال لہ علیؓ ادعو علیك ان کنت کاذبا قال اُدع فدعا علیہ فلم یبرح حتی ذھب بصرہ۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۲۵، ۱۲۶ وفی نسخۃ اُخریٰ ۱۳۸)۔ یعنی طبرانی نے کتاب الاوسط میں ابونعیم نے کتاب الدلائل میں جناب زاذان سے روایت کی ہے کہ جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ نے کسی سے گفتگو فرمائی جس نے دوران گفتگو ہی میں آپ کو جھٹلایا۔ اس پر شیر خدا نے فرمایا کہ جھوٹا تو دراصل تو ہے اور کہا تیرے جھوٹ کے اظہار کیلئے میں جناب باری عز اسمہٗ میں بددعا کروں۔ اس بے وقوف نے اپنے جھوٹ چھپانے کیلئے بڑی دلیری سے کہا کہ میں تو سچا ہوں۔ اگر میں جھوٹا ہوں گا تو آپ کی بددعا مجھے لگے گی، آپ شوق سے بددعا کیجئے۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے اس جھوٹے کے حق میں بددعا کی اور آپ کی دعا قبول ہوگئی، یعنی وہ جھوٹا ابھی بیٹھا تھا کہ بددعا کے ساتھ ہی اندھا ہوگیا اور اس مجلس سے اُٹھنے بھی نہ پایا۔

حضرت علامہ مذکور 'کرامات صحابہؓ' ص ۹۹ پر لکھتے ہیں: فی روض الریاحین ومن

CamScanner

ذالك الـحديث المتفق على صحته ايضا فى سعيد بن زيد بن عمرو بن نفيل رضى الله عـنـه الذى قال فيه التى ادعت عليه انه اخذ شيئا من ارضها فقال اللهم ان كانت كاذ بة فـاعـم بـصرها واقتل فى ارضها فما ماتت حتى ذهب بصرها وبينما هى تمشى فى ارضها اذ وقعت فى حفرة فماتت ۔ اخرجاه فى صحيحين (ص ۱۷۷ مصری) ترجمہ:سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے بارے میں جس حدیث پر تمام علماء کا اتفاق ہے اور جس کو 'روض الریاحین' میں لکھا ہے، وہ یہ ہے کہ ایک مکار عورت نے حضرت سعیدؓ پر یہ جھوٹا دعویٰ کیا تھا کہ انہوں اس کی زبردستی کچھ زمین لے لی ہے، اس پر حضرت سعیدؓ نے اس کیلئے بددعا کی: اے اللہ! اگر یہ عورت جھوٹی ہے تو اس کی آنکھیں پھوڑ دے اور اس کو اس کی زمین پر ہی موت دیدے۔ بس وہ اپنی زندگی ہی میں اندھی ہوگئی۔ اور ایک دن جبکہ وہ اپنی زمین پر چل رہی تھی۔ ناگاہ ایک گڑھے میں گر کر مرگئی اس قصہ کو صحیحین میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

تمت

تذکرۂ حضرت مولانا فضل حق صاحب رحمہ اللہ عرف گل آبا صاحب (کربوغہ شریف)

گل آبا صاحب کا اسم محضہ فضل حق تھا۔ صاحب مبارکؒ کی اولاد میں اللہ تعالیٰ نے جو برکت وعطاء ومہربانی گل آبا صاحبؒ کو عنایت فرمائی وہ کسی دوسرے کے حصے میں نہیں آئی۔

دشمنی سے ہوتا نہیں وہ گرفتار بلا
اپنے سائے میں ترقی جس کو دیتا ہے خدا

آپؒ کے مزاج میں بچپن ہی سے سخاوت، قناعت اور فیاضی کے جو آثار نمایاں تھے وہ بڑے آدمی بننے کا پیش خیمہ تھے۔ آپ زہد اور تقویٰ میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپؒ عالم دین اور حلیم طبیعت کے مالک تھے۔

گل آبا صاحبؒ نے ابتدائی تعلیم اپنے گھرانے میں حاصل کی۔ آپ نے قرآن شریف مسماۃ حافظہ بی بی سے حفظ کیا جو کہ صاحب مبارک کے گھرانے میں قرآن پاک کی سب سے پہلی حافظہ تھی۔ اور مزید علوم وفنون حاصل کرنے کیلئے اپنے بھائی قاضی صاحب کے ہمراہ پلوسی چلے گئے اور وہاں کچھ عرصہ گزارا۔ پھر ان دونوں نے دو سال بھوٹان میں مولانا محمد الیاس صاحب سے علم حاصل کیا۔ دورہ حدیث کا علم گل آبا صاحبؒ اور صاحب کی باقی اولاد نے حضرت مفتی وحضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سعید صاحب معروف بہ ملا صاحب (نو) کربوغہ سے حاصل کیا۔

مخلوق خدا کی نفع رسانی اور خدمت گزاری میں آپ کو خاص لطف حاصل ہوتا تھا۔ بیماروں کی تیمارداری فرماتے اور ضعیف ناتوان اشخاص کی خدمت خوشی سے خود انجام دیتے۔

آپ رضائے الٰہی حاصل کرنے کی خاطر بے چین رہتے تھے۔گل آبا صاحبؒ فطرتاً اخلاق حمیدہ سے متصف تھے۔آپ کی شخصیت اتنی پاکیزہ اور نفیس تھی کہ اس کو چند اوراق میں سمیٹنا ممکن نہیں ہے۔آپ ایک جید حافظ القرآن تھے جو ہر وقت تلاوت وذکر سے رطب اللسان رہتے تھے۔آواز میں ایک عجیب کشش وحلاوت تھی۔

قرآن شریف کی تلاوت کے وقت آپ کی انکھوں میں آنسو آجاتے تھے۔جب قرآن مجید کی تلاوت ختم کرتے تو مجمع سے مخاطب ہوکر کہتے کہ زبان کا حق ادا ہوا۔اب انکھوں کا حق بھی ادا کرنا ہے۔چنانچہ قرآن مجید کو ہاتھوں میں لے کر فرط جذبات سے چومتے اور قرآن پاک کو دیکھتے رہتے۔بعد میں دوسروں کو کہتے کہ آپ پڑھتے رہیں تاکہ کانوں کا حق بھی ادا ہوجائے۔پھر نہایت ادب سے سنتے رہتے۔

آپؒ کو اللہ تعالیٰ نے بہت وسیع سینہ عطا فرمایا تھا۔آپ کے مزاج میں ایک عجیب کیفیت تھی۔آپ کے دربار میں روزآنہ مختلف قسم کے لوگ حاضر ہوتے تھے۔کچھ لوگوں کے درمیان تنازعات وخصومات ہوتے تھے،کوئی سفارش کے واسطے آتے،کوئی طالبِ دوا اور کوئی طالبِ دعا ہوتا۔گل آبا صاحبؒ ایک ہی محفل میں بیٹھے ہوئے لوگوں کے تنازعات کی بات سنتے اور ساتھ ہی کتابت (تحریر) میں بھی لگاتار مشغول رہتے۔محفل (جرگہ) میں ہر ایک سوال کا جواب دیتے رہتے۔اور ہر ایک کی بات کو غور سے سنتے رہتے۔لیکن جو چیز لکھتے اس کے مضمون میں کوئی غلطی نہ آتی۔ نہ ہی گل آبا صاحبؒ غصہ ہوتے۔ہر طرف ان کی فکر اور سوچ کی رسائی صحیح ہوتی تھی یہ بھی محض ان پر اللہ تعالیٰ کا لطف وکرم تھا۔

گل آبا صاحبؒ کا سینہ درحقیقت علوم وکمالات کا گنجینہ بن گیا تھا۔خوش اخلاقی اور عفوو درگذر،جودوسخا آپ کی ذات کے نمایاں اوصاف تھے۔آپ فرماتے کہ بے سخاوت ہاتھ سے

ٹوٹا ہوا چمچہ بھی اچھا ہے۔ عام لوگوں سے اس طرح ملتے جس طرح ایک شفیق باپ اپنی اولاد سے نیک برتاؤ کرتا ہے۔ آپ حسن اخلاق کا بہترین نمونہ تھے اس وجہ سے آپ کا لقب گل آبا ہی پڑ گیا۔ طبیعت میں اتنی سخاوت تھی کہ کوئی سائل آپ کے دروازے سے خالی نہ جاتا تھا مسافروں کو زاد راہ مہیا کرتے۔

آپؒ کا لنگر ہر وقت جاری رہتا۔ اور ان گنت لوگ آ کر روٹی اور کپڑا حاصل کرتے۔ اپنے علاقے یا باہر کے لوگوں میں کوئی امتیاز نہ برتتے تھے بلکہ باہر کے لوگوں سے زیادہ محبت سے پیش آتے تھے۔ غرباء و مساکین کے ساتھ آپ کا حسن سلوک قابل دید ہوتا تھا۔ آپ فقیروں کی خدمت میں پروانے کی طرح قربانی کیلئے حاضر ہوتے۔ لنگر میں اللہ تعالیٰ کی بڑی برکت تھی۔ روز و شب سینکڑوں مہمانوں کو کھانا دیا جاتا۔ رقم جمع کرنے کا آپ کو قطعاً شوق نہ تھا، جو آتا اس کو خرچ کر دیتے (رضائے الٰہی کیلئے) اللہ کے نیک بندے صرف اپنے دلوں کو ہی نہیں۔ اپنی جیبوں کو بھی دولت سے پاک رکھتے ہیں۔

گل آبا صاحب ربیع الیتامیٰ و عصمة للارامل ، یعنی یتیموں کی بہار اور بیواؤں کی عصمت تھے۔ گل آبا صاحبؒ کی تقریر میں مزاح کی چاشنی ہوتی۔ جو کچھ حق سمجھتے اس کا اظہار بڑی جراُت سے کرتے۔ آپ کے زبان و بیان میں کچھ ایسا لطف تھا کہ سننے والے چاہتے کہ آپ بولتے ہی رہیں۔ تقریر میں بات سے بات نکالتے۔ گل آبا صاحبؒ نے کسی ڈر یا لالچ کی وجہ سے انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔

گل آباؒ، صاحب مبارکؒ کے سچے جانشین (*)

(*) سچے جانشین اسلئے کہ آپ اپنے والد محترم صاحب مبارکؒ کے قدم پر چلتے تھے۔ انگریزوں اور دیگر مخالف اسلامی قوتوں کے خلاف جہاد میں پیش پیش تھے، جیسا کہ اُن کے حالات سے بخوبی معلوم ہوتا ہے۔ (الکاتب)

صاحب مبارکؒ کی وفات کے بعد لوگوں نے سمجھا کہ اب اسلام کے چراغ کی روشنی کو دوبالا کرنے والا کوئی دوسرا اس علاقے میں نہیں ہوگا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی رحمت بڑی عجیب ہے کہ جب چاروں طرف ظلمت و کدورت کے اندھیرے پھیل جائیں تو عین اس وقت رحمت الٰہی ایسے آفتاب کے طلوع ہونے کا اہتمام فرماتی جو اس شب تاریک کو صبح سعید سے بہرہ ور کرنے کا باعث بن جاتا ہے۔ اس کی شعاعوں کو وہ تابشیں مرحمت فرماتا ہے۔ جسکی شوخیوں کو دیکھ کر سارا عالم تصویر حیرت بن کر رہ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے صاحب مبارکؒ کی اولاد میں ایک مقبول بندے کو پسند فرمایا جسکا نام ''فضل حق'' یعنی حقیقت میں کرم و عطائے حق تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اس ہستی سے احیائے دین اور ملت کی شیرازہ بندی کا جو کام لیا اس کو دیکھ کر زمانہ ماضی کے اولوالعزم اولیاء کرام کے کارناموں کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ آپؒ اپنے والد بزرگوار کی خوبیوں کا پیکر جمیل بن کر زینت بخش سجادہ فقر ہوئے۔ آپ نے اپنے پدر بزرگوار کی اس تحریک کو مزید پختگی اور توانائی بخشی۔

گل آبا صاحبؒ زہد و تقویٰ، ریاضت اور ورع میں اپنی نظیر آپ تھے۔ سلسلہ مبارکہ چونکہ پدری تھا اسلئے مخلوقات خدا عوام و خواص میں آپ کی بڑی عزت و توقیر تھی۔ آپ مثل والد محترم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں کمال انہماک رکھتے تھے۔ دنیا کی طرف ملتفت نہ ہوتے اور عبادت و زہد میں مصروف رہتے۔

گل آبا صاحب نے نامور علماء مثل ملیز و صاحب، نوہ ملا صاحب اور بھوٹان ملا صاحب سے تکمیل علوم ظاہری کے بعد روحانی فیوض و برکات صاحب مبارکؒ کے نامور خلیفہ مجاز نہایت متقی و پرہیزگار انسان حضرت مولانا محمد الیاس عرف بھوٹان صاحب سے حاصل

کی۔ پہلے ہی صاحب مبارکؒ نے ان کو خصوصی توجہات اور دعاؤں سے نوازا تھا۔ لیکن دوران رحلت مولانا محمد الیاس صاحب کو خصوصی وصیت کی تھی۔ جس کے بموجب صاحب مبارکؒ کی وفات کے بعد بھوٹان صاحب نے گل آباؒ کو سلسلہ قادریہ ونقشبندیہ میں با اجازت صاحب مبارکؒ خلافت سے نوازا۔ اس تاثیر قلبی کا نتیجہ یہ نکلا۔ کہ گل آبا صاحبؒ منبع فیوض وبرکات ہوگئے۔ صاحبِ اجازت ہونے کے بعد عوام وخواص آپ پر ٹوٹ پڑے۔ یہ سلسلہ فقر ودرویشی رفتہ رفتہ بڑے شہروں سے گزر کر ان دور افتادہ دیہاتوں تک پھیل گیا جو کہ پہاڑوں اور صحراؤں میں گھیرے ہوئے ہیں۔ آپ کے اخلاق حمیدہ اور سچی تعلیمات نے لوگوں کو بڑا فائدہ پہنچایا۔ آپؒ بڑے خوش مضمون، عقلمند، ہوشیار، معاملہ فہم اور نکتہ رس تھے۔ آپؒ جامع شریعت وطریقت تھے، ورع وتقویٰ، ذوق وحالت اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو رتبہ عالیہ عطا فرمایا تھا۔ آپ کے نزدیک اہل علم کا زیادہ سے زیادہ عزت واحترام تھا۔ آپ کے نزدیک غنی وفقیر، اپنا اور بیگانہ ایک ہی طرح متصور ہوتے۔

آپ کی مجلس زہد وقناعت میں سفیان ثوریؒ کے مشابہ تھی، ابواب فتوح آپ پر مفتوح تھے۔ وہ تمام کے تمام فقراء پر صرف کرتے تھے۔ دنیا کی ہر چیز آپ کی نگاہ میں کوئی قیمت نہیں رکھتی تھی آپ فرماتے کہ دنیا بمثل آگ ہے آگ تو انسان کیلئے اتنی ہی کافی ہے کہ جس سے کوئی چیز پکائی جاسکے۔ اور سردی میں حرارت پہنچائی جاسکے اسکی زیادتی انسان کیلئے مضر اور باعث ہلاکت بن جاتی ہے۔ ایام قحط سالی میں جب نماز عصر آدا کرتے تو گھر تشریف لے آتے اور یتیموں اور فقیروں کو روٹی بدست خود دیا کرتے تھے۔ یعنی باب سخاوت میں سب پر فائق تھے۔ نرم گفتاری وشرین گفتاری اور خوش طبعی میں اپنے مثال آپ تھے۔ غریب ویتیم پرور انسان تھے۔

گل آبا صاحبؒ صحیح معنوں میں غازی، مرد مجاہد فی سبیل اللہ، نڈر وحق گوانسان تھے۔ بچپن ہی سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو خوب لیاقت، ذکاوت و ذہانت عطا فرمائی تھی، عالم باعمل راسخ العقیدہ، موحد، متبع شریعت ہونے کے علاوہ بلند پایا حکیم وطبیب وقت بھی تھے، آپ کا ''مطب'' مرجع خلائق تھا۔ صلوۃ اللیل کے سختی سے پابند تھے۔ رمضان المبارک کی آمد سے ان پر ایک خاص کیفیت طاری ہو جاتی۔ اس مبارک مہینے کا بڑی مسرت سے استقبال کرتے۔ گل آبا صاحبؒ کی معاشرتی زندگی صاف ستھری اور پاکیزہ تھی۔ وہ اپنے حق سے دستبردار ہو کر دوسروں کیلئے ایثار کرتے۔ رشتہ داروں اور اقرباء سے بڑی محبت و پیار سے پیش آتے، ان کے حقوق ادا کرتے۔ ان کی اصلاح اور تربیت پر خصوصی توجہ دیتے تھے۔

گل آبا صاحبؒ تصحیح نیت کے متعلق فرماتے تھے کہ انسان نیک وصحیح نیت سے ایسی ترقی کی راہ پر گامزن ہوتا ہے جیسے درخت نمی کی وجہ سے پھلتا پھولتا ہے۔ گل آبا صاحبؒ اکثر چھوٹے بچوں کے ساتھ کھانا تناول فرمایا کرتے تھے۔ یتیم آپ کی پرورش میں رہتے تھے۔ یتیموں اور بیواؤں پر اتنے مہربان تھے کہ جو کوئی ان کیساتھ معاملہ کرتا تو آپ خود بطور ولی وہاں حاضر ہو کر یتیموں کی حمایت و اعانت کرتے تھے۔ اور رحم دلی و شفقت کی یہ شان تھی کہ محض انسانیت کی بنا پر غیر مذہب کے لوگوں کیساتھ بھی اعانت فرماتے تھے۔ جیسا کہ وزیرستان کے علاقوں میں لوگ ہندوؤں اور سکھوں کو ان کے مال لینے کے واسطے اغواء کیا کرتے تھے، پھر ان کے اہل خانہ گل آبا صاحبؒ سے فریاد کرتے تھے تو آپؒ ان کی رہائی کیلئے تشریف لے جاتے تھے۔ اس حسن سلوک کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہندو اور سکھ جوق در جوق کر بونغہ آتے۔ گل آبا صاحبؒ کے ہاتھ کلمہ طیبہ پڑھ کے دامن اسلام میں داخل ہو جاتے تھے۔

گل آبا صاحبؒ سادگی و انکسار، قناعت و تواضع اور خوش اخلاقی کا مجسمہ تھے۔ خدا کا شکر

گذار، صابر، کاظم الغیظ شخصیت تھے۔ الغرض اللہ تعالیٰ نے گل آبا صاحبؒ کو بہت سے اوصاف حمیدہ واخلاق حسنہ سے نوازا تھا۔ ان اخلاق حسنہ کو آپ کے کردار نے ثابت کر دکھایا تھا۔

قیام پاکستان میں گل آبا صاحب رحمہ اللہ کا کردار

اور مسلم لیگ میں سبب شمولیت

قبل از تقسیم ملک میں مسلم اور ہندو اکٹھے زندگی بسر کر رہے تھے۔ شروع میں انگریز برصغیر میں تجارت کی غرض سے آئے تھے۔ انہوں نے ایک کمپنی حکومت کی اجازت سے بنائی ،جو ایسٹ انڈیا کے نام سے موسوم تھی۔ جب اپنی شاطرانہ چالوں سے اُن کے پاؤں یہاں مضبوطی سے جم گئے ،تو غافل اور عیاش حکمرانوں کی غفلت سے انہوں نے پورے برصغیر پر اپنا قبضہ جمالیا۔ ہندوؤں نے انگریزوں کا ساتھ دیا۔ انگریز صرف مسلمانوں کو اپنا حریف سمجھتے تھے اور 1857ء کی جنگ آزادی کے بعد انہوں نے مسلمانوں پر مظالم کی انتہاء کر دی، ان کی مالی اور سیاسی حالت بالکل تباہ کر دی۔ ہندو اس کے برخلاف انگریزوں کی عنایات سے پورا فائدہ اُٹھاتے رہے، حکومت میں اپنی حیثیت مضبوط کرتے رہے۔ کچھ عرصہ بعد 1885ء میں ایک سیاسی گروپ ''کانگریس'' کے نام سے بھی بنائی۔ (بانی جماعت ایک انگریز تھا جس کا نام ''ہیوم'' تھا)۔

ہندوؤں اور انگریزوں کے اس سلوک سے مسلمانوں میں بیداری پیدا ہوئی۔ اور کچھ عرصہ بعد انہوں نے 1906ء کو بمقام ڈھاکہ ایک سیاسی گروپ کا قیام عمل میں لایا۔ حکیم اجمل خان، مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی وغیرہ اس کے ممبران میں سے

تھے۔یوں مسلم لیگ کو ایک فعال اور منظّم گروپ بنانے کیلئے ملک گیر مہم شروع کر دی گئی۔جس سے ہندوؤں کی سرتوڑ مخالفت کے باوجود مسلم لیگ اپنی حیثیت مضبوط کر گئی۔ بالآخر مصور پاکستان علامہ اقبال نے الہ آباد میں 1930ء کو مسلم لیگ کے سالانہ جلسے میں یہ مطالبہ کیا کہ جن علاقوں میں مسلمانوں کی آبادی زیادہ ہے۔انہیں ملا کر مسلمانوں کی آزاد اور خود مختار ریاست بنائی جائے۔علامہ نے اپنی شاعری کے ذریعے مسلمانوں میں آزادی کی ایک نئی روح پھونک دی۔

ہندوؤں نے مسلمانوں کے اس مطالبے کی مخالفت کی۔اور 1935ء کے انتخابات میں کانگریس جیت گئی۔اور جب برصغیر کے کئی صوبوں میں کانگریس کی حکومت قائم ہوئی تو مسلمانوں کے ساتھ ہر طرح ناانصافی کی۔کانگریس کے جھنڈے کو سلام کرنا لازمی تھا۔ گائے ذبح کرنے پر پابندی عائد ہوئی،صنعت وتجارت میں مسلمانوں کی حق تلفی شروع کی۔ اس نازک دور میں قائداعظم محمد علی جناح کو قوم نے مسلم لیگ کا صدر چنا۔ان کی کوششوں سے برصغیر کے مسلمان مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے۔ان کے خلوص کی وجہ سے مسلمانوں میں پاکستان حاصل کرنے کا جذبہ بڑھ گیا۔سارے مسلمان قائداعظم کی وجہ سے بیدار ہوئے۔آخر کار 23/مارچ1940ء کو لاہور میں مسلم لیگ کا جو جلسہ عام قائداعظم کی صدارت میں ہوا۔اس میں مسلمانوں کی طرف سے پاکستان کا باقاعدہ مطالبہ کیا گیا۔ ہندوؤں نے اس کی بڑی مخالفت کی۔ہندو چونکہ تعداد میں زیادہ تھے اس لئے وہ برصغیر میں ہندوراج قائم کرنے کے منصوبے بنارہے تھے۔اس صورت میں مسلمان ہمیشہ کیلئے محکوم اور مجبور بن کر ہندوؤں کے رحم وکرم پر رہ جاتے۔

مسلمان ایسی حکومت چاہتے تھے۔ جسمیں وہ آزاد ہوں۔ اپنی زندگی اسلام اور قرآن کریم کے احکامات اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کر کے گذار سکیں۔ اور اپنی معاشی زندگی بھی سنوار سکیں۔ لیکن ہندو راج میں ایسا ممکن نہ تھا۔ اس لئے برصغیر کے مسلمانوں نے بڑی قربانیاں دے کر پاکستان حاصل کیا۔

اس زمانے میں کانگریس کا بے انتہاء رسوخ تھا اور خصوصاً صوبہ سرحد (خیبر پختونخواہ) میں کانگریس پیش پیش تھی۔ جس کی قیادت متعصب اور تنگ نظر ہندوؤں کے ہاتھ میں تھی۔ اس وقت بڑے بڑے فضلاء وقت بھی ہندو لیڈروں کے ہمنواء تھے۔ دریں اثناء اللہ تعالیٰ نے ملت مصطفویہ کو انگریز اور ہندوؤں کی غلامی کے شکنجہ سے نجات دلانے کیلئے اور سچی آزادی سے بہرہ مند کرنے کیلئے انتظام فرمایا۔

اوائل میں ایک عظیم الشان کانفرنس بمقام پیر مانکی شریف منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس میں صوبہ سرحد کے بڑے بڑے علماء، مشائخِ وقت کو قیام پاکستان کے نعرہ سے آگاہ کرنا تھا (*)۔ لہٰذا کربوغہ شریف کے صاحب زادہ فضل حق عرف گل آبا صاحبؒ کو اس کانفرنس میں شرکت کی دعوت دی گئی۔ مسلم لیگ میں گل آبا صاحبؒ کی شمولیت کا سبب یہی ہو گیا۔

بنوں کے بڑے بڑے علماء کرام نے کربوغہ شریف کو تشریف لا کر گل آبا صاحبؒ کو کانفرنس منعقدہ بمقام مانکی میں شرکت کی پرزور دعوت دی جو کہ انہوں نے بصد احترام قبول کی۔ اور اس کانفرنس میں شامل ہونے کیلئے گل آبا صاحبؒ انہی علمائے کرام کیساتھ باہمراہ عبدالحلیم صاحب جلسہ تشریف لے گئے، جہاں پر کافی علمائے کرام و مشائخ موجود تھے، اسی کانفرنس میں تمام مشائخ سے سرحد کے آئندہ الیکشن میں مسلم لیگ کی حمایت کا پرزور اصرار کیا گیا۔ واضح رہے کہ پہلے الیکشن میں سرحد کی اکثریت نے کانگریس کی حمایت کی تھی اگر آئندہ

(*) یہ کانفرنس ۱۴ اکتوبر سن 1945ء میں منعقد ہوئی تھی۔

(*) یہ کانفرنس 14 اکتوبر 1945ء میں منعقد ہوئی تھی۔

الیکشن میں اہل سرحد نے مسلم لیگ کو کامیاب نہ بنایا تو ضرور بضرور سرحد ہندوستان کیساتھ شامل ہو جائیگا۔ اور تمام حضرات سے کہا کہ اپنے اپنے متعلقین کو پاکستان کے قیام کی افادیت سے آگاہ کرے۔ لہٰذا اس کانفرنس میں تمام علمائے کرام و مشائخ عظام اور گل آبا صاحبؒ نے بھی مسلم لیگ کی حمایت کا اعلان کیا۔

واپسی پر گل آبا صاحبؒ نے تمام صاحبزادگان اور کربوغہ کے معتبرین کو بلا کر ان سے خطاب فرمایا کہ مانکی شریف کے کانفرنس میں بڑے بڑے علمائے کرام و مشائخ عظام موجود تھے۔ انہوں نے متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا کہ مسلم لیگ کا مقصد یہ ہے کہ پاکستان علیحدہ کیا جائے تاکہ مسلمان ہندوؤں کی غلامی سے نجات پا کر آزاد زندگی بسر کر سکیں لہٰذا ان تمام نے مسلم لیگ کے ساتھ شمولیت کا اعلان کر دیا اور ان کی آواز میں میری آواز بھی شامل تھی، آپ حاضرین کی کیا رائے ہے؟ سب نے متفقہ طور پر جواب دیا کہ صاحب جو آپ کے فکر میں حق وصحیح معلوم ہو چکا ہے۔ تو آپ ہمارے مقتداء ہم آپ کے تابع ہوں گے جو کوئی حکم فرماویں ہم بسر و چشم قبول کریں گے۔

گل ابا صاحبؒ بہت خوش ہوئے اور اللہ تعالیٰ سے قیام پاکستان کے حق میں دعائیں مانگیں اور اس وقت سے آزادی کا نعرہ لگانا شروع کیا اس وقت کانگریس کا زبردست رسوخ تھا ۔لیکن فضل حق مردحق صاحب کے نعرہ سے سوئی ہوئی ملت بیدار ہوئی۔ گل آبا صاحبؒ نے پورے عزم و یقین کیساتھ آزادی کے حصول کیلئے مسلم لیگ کی رفاقت اور اعانت کا اعلان کر دیا۔ انہوں نے کمر ہمت باندھ کر لِلہ فی اللہ سرحد کے مختلف علاقوں میں مسلم لیگ کی

حمایت میں عام جلسے شروع کیئے۔ بنگش علاقے کانگریس کے زیادہ زیر اثر تھے۔ بعض مواضع مثلاً کاہی، نرباب، محمد خواجہ وغیرہ میں مسلم لیگ کے افراد کا جانا بھی مشکل تھا۔ لیکن جب فضل حق صاحب نے ان علاقوں کا دورہ کیا۔ تو تمام علاقوں میں لوگ مسلم لیگ کی حمایت کرنے لگے کیونکہ ان علاقوں میں لوگ آپ کے زیادہ عقیدت مند تھے۔

گل آبا صاحبؒ لوگوں کو بتاتے تھے کہ کانگریس نے انگریز سے آزادی حاصل کرنے کیلئے زیادہ کام کیا، لیکن اب فی الحال مسلم لیگ کا تقاضا ٹھیک ہے کہ ہم اپنے آزاد وخودمختار اسلامی ریاست میں قرآن وسنت کی روشنی میں اپنے مذہب اور تہذیب وتمدن کو پروان چڑھائیں اور اس کی کامیابی کی صورت یہ ہے کہ ہم ووٹ مسلم لیگ کے حق میں استعمال کریں اور آزادی کا چراغ روشن کریں۔ جو دانا اور فہیم لوگ تھے انہوں نے سوچا کہ اب ہم انگریز کی غلامی سے نجات پا کر اگر اس دفعہ ہندوؤں کی غلامی میں پھنس گئے تو عمر بھر نجات حاصل نہ ہو گی۔

الغرض انہوں نے ٹل سے لیکر دلن گنڈیری، میانجی خیل، ٹیری تک حتیٰ کہ تمام خٹک علاقے میں جلسے منعقد کیئے اور لوگوں کے کانوں تک قیام پاکستان کی آواز پہنچا دی۔ چنانچہ اس وقت ضلع کرک کے علاقوں میں کانگریس کا بے انتہا رسوخ تھا۔ کسی آدمی کیلئے کانگریس کے خلاف آواز اُٹھانا محال تھا۔ مسلم لیگ کے بڑے بڑے لیڈر مہابت خان، ابراہیم خان وغیرہ نے فضل حق صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر آپ اس علاقے کا دورہ نہ کرے تو حالات کسی صورت میں درست نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ گل آبا صاحبؒ نے ان سنگین حالات کو درست کرنے کیلئے کمر ہمت باندھ لی، لوگوں کو اطلاع دی کہ فلاں فلاں تاریخ پر فلاں فلاں جگہ جلسے منعقد ہونگے۔ چنانچہ ملک الرحمٰن کیانی صاحب نے موٹروں کا انتظام کیا۔ گل آبا صاحبؒ کے ہمراہ مسلم لیگ کے لیڈر یوسف خان خٹک ، ابراہیم خان وغیرہ کے علاوہ اپنے صاحبزادگان

CamScanner

کے افراد بھی شامل تھے۔کوہاٹ سے یہ وفد روانہ ہوا، جاتے جاتے راستے میں ایک جگہ پانی پینے کیلئے رُک گئے۔کچھ دیر کے بعد کانگریس پارٹی کے موٹروں نے آپ کے وفد سے سبقت کی۔اُن کا خیال یہ تھا کہ آپ کے خلاف لوگوں کو اُکسائے تاکہ آپ کا جلسہ ناکام ہو کر مسلم لیگ شکست سے دوچار ہو جائے۔لیکن

مدعی لاکھ برا چاہے تو کیا ہوتا ہے — وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے

جب مسلم لیگ کا وفد بہادر خیل کے سرنگ والے پہاڑ ''سوروئ غر'' پہنچا تو پھاٹک بند تھا انہیں پتہ چلا کہ یہ کانگریس والوں کے اشارے سے بند ہو چکا ہے۔اس وقت انگریز حکومت بھی کانگریس کی حمایت کرتی تھی۔یوسف خٹک صاحب نے موٹر سے اُتر کر پھاٹک والوں سے کہا کہ پھاٹک کھولو، ہمارے ساتھ کربوغہ صاحب کے فرزند گل آبا صاحبؒ ہے۔وہ سب گل آبا صاحبؒ سے واقف تھے، انہوں نے جب گل آبا صاحبؒ کا نام سنا تو تمام اُن کے پاس آگئے، بڑی محبت وعقیدت کے ساتھ گل آبا صاحبؒ اور دیگر افراد سے مصافحہ کیا اور گل آبا صاحب سے کہا کہ صاحب! نماز کا وقت ہے ہماری امامت آپ ہی فرمائے، ہم پھاٹک ضرور کھولیں گے چاہے ہم سب کو انگریز ڈس چارج کیوں نہ کردیں۔پھر گل آبا صاحبؒ کو عزت کیساتھ موٹر سے اُتار کر انہوں نے چٹائیاں بچھادیں۔گل آبا صاحبؒ نے ان لوگوں کی امامت کی انہوں نے نماز کے بعد آپ اور موجودہ وفد کی چائے اور مٹھائی سے تواضع کی۔

اس کے بعد گل آبا صاحبؒ باہمراہِ وفد روانہ ہو کر پہلا جلسہ بمقام کرک منعقد کیا، پھر ٹھٹھی نصرتی ولنڈ کمر وغیرہ تمام علاقوں میں لوگوں کے اذہان وافکار درست کیے۔دوسری طرف کانگریس پارٹی کے لیڈروں نے اپنے ساتھ بعض علماء اور اپی فقیر صاحب کو بھی ہمنوا کیے ہوئے تھے۔فقیر صاحب کا اس علاقے میں کافی رسوخ تھا ہر جگہ وہ لوگوں کو پوسٹر دیتے

رہے کہ مسلم لیگ و کانگریس دونوں کو ووٹ مت دیں۔ یہ فتنے کا وقت ہے۔ اور آپ پر بعض مواضع میں لوگ کچھ سوالات کرتے اور گل آبا صاحب بہت اچھے اور موزوں طریقے کیساتھ جوابات دیتے رہے اور لوگوں کو فرماتے کہ اس موقع پر ووٹ کا استعمال نہ کرنا عین کانگریس کا مدعا ہے لہٰذا آپ ووٹ ضرور مسلم لیگ کے حق میں استعمال کریں بلکہ اس وقت ووٹ ایٹم بم کی طرح کام کرے گا، اگر کسی نے استعمال نہ کیا تو خدا تعالیٰ اس سے قیامت میں باز پرس کرے گا۔ چنانچہ ہر جلسے میں گل آبا صاحبؒ افتتاحی تقریر فرمایا کرتے تھے اور لوگوں کے اذہان کو مسلم لیگ کے اغراض و مقاصد کی طرف مائل کرتے پھر اس کے بعد دوسرے لیڈر تقاریر کیا کرتے تھے۔ کانگریس کے جلسوں سے لوگ کافی متأثر ہو چکے تھے لیکن دوسری طرف کربوغہ صاحب کے نامور فرزند صاحبزادہ فضل حق صاحب جیسی انقلابی شخصیت راہ میں حائل تھی آپ جلسوں میں تقریر کے ساتھ ساتھ لوگوں کے سوالات کا جواب بڑی ذکاوت اور مدلل طریقے سے دیتے تھے۔ لوگوں کے اذہان و افکار کو اس ظلمت سے خالی کر دیتے اور ان کے للہ فی اللہ، بے طمع و لالچ خدمت کا زیادہ مؤثر نتیجہ یہ نکلا کہ ان تمام علاقوں میں مسلم لیگ کی دھوم دھام ہونے لگی اور یہاں کانگریس شکست فاش سے دوچار ہوگئی۔ اسی اثنا (دوران) بنوں میں ایک (*) عظیم الشان کانفرنس حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی صاحبؒ کی قیادت میں منعقد ہوئی۔ اس سلسلے میں پیر مانکی محمد امین الحسنات صاحب یہاں کربوغہ تشریف لے آئے۔ چنانچہ جلسے میں شرکت کیلئے گل آبا صاحبؒ کی قیادت میں کربوغہ سے ایک وفد بنوں پہنچ گیا۔

اس موقع پر بنوں میں چودہ مشائخ عظام جمع ہوئے تھے، بڑے بڑے فضلاء و عظماء کرام بھی موجود تھے۔ کافی تعداد میں لوگ موجود تھے۔ ہر ایک شیخ (پیر) صاحب نے وعظ و تقریر کی۔

(*) اس کانفرنس میں گل آبا صاحب نے حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی کا بقیہ پانی تبرک کا پیا تھا۔

انہوں نے متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا کہ اختتامی تقریر و دعا گل آبا صاحب فرمائیں گے کیونکہ اس علاقے میں تمام کے تمام وزیر، مروت اور بنوچی کربوغہ صاحب کے متعلقین ہیں۔ لہٰذا آخر میں گل آبا صاحب نے طالوت و جالوت کے واقعہ کے موضوع پر تقریر کی اور تمام مشائخ کو قیام پاکستان کے منصوبے پر زیادہ ترغیب دی۔ اور لوگوں کے اذہان میں قیام پاکستان کی آواز خوب بٹھائی۔ آخر میں گل آبا صاحبؒ نے بددعا کی کہ جو کوئی حاضرین اس نازک دور میں قیام پاکستان کے حق میں ووٹ نہ دے تو اللہ تعالیٰ وجل شأنہ ان کیساتھ اصحاب طالوت کی طرح سلوک فرمائے۔ یعنی

واما الذين شربوا وخالفوا امرالله فاسودت شفاههم وغلبهم العطش ولم يرووا وبقوا على شط النهر و جبنوا عن لقاء العدو .

(ترجمہ) جن آدمیوں نے پانی پیا اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے خلاف کیا تو ان کے ہونٹ کالے ہو گئے اور ان پر پیاس غالب ہوئی، وہ سیراب نہ ہوئے اور نہر کے کنارے پر پڑے رہے۔ اور دشمن کا مقابلہ کرنے سے ڈر گئے۔

اس علاقے کے لوگ گل آبا صاحبؒ کے استجابت دعا و بددعا سے واقف تھے۔ لہٰذا تمام کے تمام نے مسلم لیگ کو ووٹ دینے بلکہ بھرپور تعاون کرنے کے مصمم ارادے کئے۔ اس جلسے کے بعد ضلع بنوں اور مروت، وزیر وغیرہ علاقوں میں مسلم لیگ کی دھوم دھام ہونے لگی اور گل آبا صاحبؒ نے بنوں کے متعدد علاقوں مثلاً داؤد شاہ، ڈومیل وغیرہ مواضع میں مسلم لیگ کی حمایت میں جلسے کئے۔ گل آبا صاحبؒ کی وجہ سے بڑے بڑے علمائے کرام اور با اعتماد مشائخ نے مسلم لیگ میں شمولیت اور رفاقت و اعانت کا اعلان کر دیا، جن میں شب قدر مولوی

صاحب، بڈھ ماذون صاحب بنوں، حاجی محمد آمین صاحب اور حضرت ڈھوڈہ صاحب کوہاٹ کے نام قابل ذکر ہے۔ علاوہ ازیں علاقہ وزیرستان میں قیام پاکستان کے حق میں گل آبا صاحبؒ نے باہمراہ ''شوہ فقیر صاحب'' کے کافی جدوجہد کی۔ گل آبا صاحبؒ کو قیام پاکستان کے سلسلے میں بڑی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا لیکن آپؒ ہر رکاوٹ کا ڈٹ کر مقابلہ کر کے آگے بڑھے۔ رات کو قیام لیل کے بعد اللہ تعالیٰ سے قیام پاکستان کیلئے دعائیں کرتے اور دن کو اس کیلئے کوشش وفکر میں مشغول رہتے۔ اگرچہ آپ کو کافی مشکلات سامنے آئیں لیکن تاریخ کے صفحات اس بات کے گواہ ہیں کہ اس مرد حق نے جو قدم اُٹھایا اس وقت تک نہیں رُکا جب تک منزل نے آ کر ان کے قدم نہیں چومے۔

ان مساعی کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلم لیگ نے ریفرنڈم میں شاندار کامیابی حاصل کی، اگر اس ریفرنڈم میں مسلم لیگ شکست کھا جاتی تو پاکستان کا خواب تعبیر سے پہلے ہی منتشر ہو جاتا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے 14 راگست 1947ء میں آزاد مملکت پاکستان قائم ہوئی۔ جن لوگوں کی جوان مردی نے ملت مسلمہ کیلئے صوبہ سرحد میں کامیابی کے راستے ہموار کیے بلا شبہ ان مجاہدین کی صف اول میں حضرت مولانا فضل حق المعروف بہ گل آبا صاحبؒ کا چہرہ آپ کو نمایاں نظر آئے گا۔

گل آبا صاحبؒ آخر میں مسلم لیگ کے لیڈروں سے ناراض تھے کیونکہ انہوں نے گل آبا صاحبؒ کے ساتھ نفاذ شریعت کے جو وعدے کیے تھے وہ پورے نہ ہوئے لیکن آزاد مملکت پاکستان معرض وجود میں آئی۔ فللہ الحمد علی ذالک

کشمیر کے جہاد میں گل آبا صاحبؒ کا کردار

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور مسلمانوں کی کوششوں سے پاکستان معرض وجود میں آیا۔ لیکن ہندوؤں نے اُسے دل سے قبول نہ کیا۔ وہ پاکستان کے خلاف دل میں نفرت کی آگ لئے ہوئے تھے۔ پاکستان بنتے وقت بھی جغرافیائی حدود مقرر کرنے میں پاکستان کے ساتھ بے انصافی کی گئی۔ انگریزوں نے ہندوؤں کی طرف داری کی۔ اور بعض ایسے علاقے جن میں مسلمانوں کی آبادی کی اکثریت تھی اور لوگوں کی رائے بھی پاکستان کے حق میں تھی، وہ بھارت میں شامل کر دیئے گئے۔ ریاست کشمیر میں (۸۵) فیصد مسلمان آباد تھے۔ قانون آزادی میں جس کے تحت پاکستان قائم ہوا، یہ طے کر لیا گیا تھا کہ جس علاقے میں مسلمانوں کی آبادی زیادہ ہوگی وہ پاکستان میں شامل ہونگے۔ اور ریاستوں کو آزادی ہے کہ وہ اپنے رائے کے مطابق پاکستان یا بھارت میں سے جس کے ساتھ شامل ہونا چاہیں شامل ہو سکتے ہیں۔ اس طرح کشمیر کے پچاسی (۸۵) فیصد مسلم آبادی کی بناء پر کشمیر کو پاکستان کے ساتھ شامل ہو جانا چاہیئے تھا۔ اور پاکستان میں بہنے والے سارے دریا کشمیر سے نکلتے ہیں اسلئے اس ریاست کا پاکستان میں شامل ہونا اصولی طور پر ضروری تھا۔ لیکن کشمیر کا راجا ہندو تھا۔ بھارتی لیڈروں نے ساز باز کر کے ہندو راجا کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ اور کشمیر کا کشمیری عوام کی مرضی کے خلاف بھارت کیساتھ الحاق کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ کشمیر پر بھارت کے غاصبانہ قبضے کا مسئلہ اقوام متحدہ کے سامنے پیش کیا گیا۔

اقوام متحدہ دنیا کی قوموں کے نمائندہ جماعت ہے۔ اسکا دفتر امریکہ کے شہر نیویارک میں ہے۔ اس جماعت کی ایک شاخ سلامتی کونسل ہے جو ناساز گار حالت میں مختلف ممالک کی آپس میں صلح و مفاہمت کرنے کیلئے ہے۔ کشمیر کے معاملہ میں اس نے فیصلہ کر لیا کہ کشمیر پاکستان میں شریک ہو یا بھارت میں اس بات کا فیصلہ کشمیریوں کے عام رائے

شماری سے کیا جائے، پاکستان نے یہ فیصلہ منظور کرلیا لیکن بھارت یہ جانتا تھا کہ اگر رائے شماری ہوئی تو کشمیر کی ساری آبادی پاکستان کے حق میں ووٹ استعمال کرے گی۔اس لئے بھارت نے اب تک رائے شماری نہیں کرائی اور دنیا کے تمام ملکوں کی مرضی کے خلاف کشمیر پر غاصبانہ قبضہ کیا۔اور ساتھ ہی اپنی افواج کو کشمیر میں بھیج دیں تا کہ کشمیری عوام کی آواز کو دبایا جا سکے چونکہ کشمیر کا راجہ ہندو تھا۔اس وجہ سے وہ مسلمانوں پر ظلم کرتا تھا۔ہندوؤں نے مسلمانوں پر ظلم وستم اور قتل وغارت گری کا بازار گرم کر دیا لیکن مسلمان فطری طور پر آزاد قوم ہے۔وہ ان ناجائز ظلم وتشدد کے خلاف میدان عمل میں نکل آئے۔یوں ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان جنگ شروع ہوئی۔کشمیری عوام ہندوؤں کے ظالمانہ فوجی کارروائی کے خلاف سینہ سپر ہو گئے تھے۔مسلمانوں کو دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔مسلمان کافی کمزور تھے،ہندو مسلمانوں کو دبانے کی پوری پوری کوشش کرر ہے تھے۔لیکن ان مشکل حالات میں پاکستانی مجاہدین اپنے کشمیری بھائیوں کی امداد کیلئے جا پہنچے۔اور بڑی جدوجہد سے کشمیر کا کچھ علاقہ بھارتی فوج کے قبضے سے آزاد کرالیا جو آج تک ''آزاد کشمیر'' کے نام سے قائم ہے۔کشمیر کے جہاد میں پاکستان کے قبائلی علاقہ کے اکثر افراد محض اپنے مسلمان بھائیوں کی اعانت کیلئے شریک ہوئے تھے۔لیکن صوبہ سرحد کے علاقوں میں کانگریس کا رسوخ مکمل ختم نہیں ہوا تھا،ان کو موقع ملا۔بعض علماء ومشائخ لوگوں کو کہتے کہ کشمیر کا جہاد جہاد نہیں ہے۔اس میں شرکت نہ کریں۔چنانچہ اس موقع پر اللہ داد ڈپٹی کمشنر صاحب کوہاٹ ودیگر اعلیٰ حکام نے گل آبا صاحبؒ سے درخواست کی کہ کشمیر میں مسلمانوں کو زیادہ تکلیف ہے۔آپ صاحب خود اس جہاد کو تشریف لے چلیں۔تا کہ آپ صاحب کی رہنمائی میں لوگ جہاد کشمیر کیلئے روانہ ہو جائیں۔گل آبا صاحبؒ مرد مؤمن مجاہد تھے ،آپ کی دلیرانہ خوبیاں اور گرم خون جہاد کے جذبے سے شرسار ہو کر ٹھاٹھیں مارنے لگا۔اس

کے علاوہ گل آبا صاحب ؒ کو اللہ تعالیٰ نے اچھی خوبی عطا فرمائی تھی۔ کہ ملک میں جب کوئی دینی یا ملی تحریک اُٹھی اور اس کیلئے جانی و مالی قربانی کی ضرورت محسوس ہوئی تو اللہ تعالیٰ کا یہ بندہ اپنی ساری بے نیازیوں کے وصف السابقون الاولون کے زمرہ میں ہمیشہ پیش پیش نظر آتا تھا ۔آپ کا جہاد صرف سیف و بندوق تک محدود نہیں تھا ۔ بلکہ قلم و زبان سے بھی آپ حق کی سربلندی کیلئے ساری عمر مصروف رہے۔لہٰذا اس اثناء میں گل آبا صاحب ؒ نے اپنے کافی متعلقین کو بذریعہ خطوط اس جہاد میں شامل ہونے کی ترغیب دی جن میں شہزاد صاحب فضل دین ابن ملا پیوندہ (وزیرستان) کا نام قابل ذکر ہے۔آپ ؒ کو شیخ عبدالحلیم صاحب (جو کہ گل آبا صاحب کے خاص خادم تھے) کے ذریعے سے خط بھیجا جس کا مختصر مضمون یہ تھا:

"آپ صاحب بمعہ متعلقین اس جہاد میں شرکت کریں اور لوگوں کو بھی آگاہ کریں کہ یہ حق و باطل کا معرکہ ہے۔اپنے مسلمان بھائیوں کا تعاون ہم پر فرض ہے کیونکہ وہ مغلوب ہو چکے ہیں۔"

انہوں نے خط کا واپسی جواب بزبان فارسی بھیجا کہ ہم چند شرائط پر شرکت کریں گے (کہ اگر مسلم لیگ برسر اقتدار آ گئی تو وہ ہمارے یرغمالیوں کو رہا کرائے گی ،اور ہمارے حصہ داریاں دوبارہ قائم کرائے گی۔ جو کہ انگریزوں نے ان کی حصہ داریاں ختم کی تھیں ۔اور ان کے افراد کو گرفتار کیا تھا) لہٰذا گل آبا صاحب ؒ نے صاحبزادہ عبدالسلام و محمد اسحاق صاحب دونوں کے ذریعے یہ خط مسلم لیگ کے لیڈر کیانی صاحب کو بھیجا، پشاور میں مسلم لیگ کا اجلاس قریب قریب شروع ہونے والا تھا۔وہاں قائداعظم محمد علی جناح بھی اس اجلاس میں آئے تھے ۔اس لیڈر نے تمام اجلاس والوں کے ساتھ شہزادہ صاحب کی شرائط کے متعلق بات چیت کی انہوں نے ان کی شرائط منظور کیں ۔اس لیڈر نے گل آبا صاحب ؒ کو مطلع کیا تو آپ ؒ نے

CamScanner

شہزادہ صاحب کو اطلاع دی کہ آپ لوگوں کی شرائط منظور کرالی گئیں۔لہٰذا شہزادہ وزیرستان نے کثیر التعداد متعلقین کے ساتھ اس جہاد میں حصہ لیا اور دو ہزار افراد کیساتھ سری نگر کے مورچے پر لڑتے رہے اور چند مہینے کشمیر میں قیام کیا۔

یہ بھی گل آبا صاحب کی برکات واثرات تھے اور گل آبا صاحبؒ نے تمام علاقوں کا دورہ کیا آپؒ نے عقیدتمندوں کو اس جہاد میں حصہ لینے کی ترغیب دی۔چنانچہ آپ کی وجہ سے وزیرستان اور اورکزئی قبائل کے کافی لوگ جہاد میں شریک ہوتے رہے اور خود گل آبا صاحبؒ میں جذبہ جہاد ہر لحظہ موجزن رہتا تھا۔آپ کے ہمراہ کربوغہ سے ایک جماعت جہاد کیلئے تیار ہوئی ،جن میں قابل ذکر اشخاص مصلی خان ،شیخ کمال الدین ،خیر محمد،خان امیر،محمد شاہ گڑزوال،خوئیدار ،حاجی گل مت خان ،گل شاہجہان ،عزت گل ،میر خان ،تخیب شاہ ،نور بلند،وغیرہ۔اپنے صاحبزادگان سے صاحبزادہ عبد السلام ،عبد المنان ،مصباح الدین ،محمد اسحاق،محی الدین ،برہان الدین صاحب وغیرہ شامل تھے۔اور ماموں بانڈہ سے بقیادت ملک ولی خان اپنے گھرانے وغیرہ کے تقریباً پچیس افراد تیار ہوئے ۔دوآبہ سے ملک حاجی سرور خان مع رفقاء اور طوراوڑئی سے حاجی منگل اور ان کے ساتھی ،اور درشی ،گنڈیری،گرگری اور گردونواح خٹک سے حتیٰ کہ کل تعداد تین سو تک ہوگئی۔من جملہ ان میں پچیس افراد مفرور بھی شامل تھے۔جب ان مجاہدین کے لشکر کا انتظام مکمل ہوا تو گل آبا صاحبؒ نے عبد السلام صاحب باہمراہ ملک ولی خان ڈپٹی کمشنر کوہاٹ کو کہلا بھیجا کہ ہم نے لشکر تیار کیا۔لیکن ہمارے علاقے کے لوگ غریب ہیں بندوقیں ،کارتوس وغیرہ اسلحہ اور آنے جانے کا بندوبست حکومت کے ذمہ ہوگا۔اور مفروروں کی منظوری بھی حکومت سے لی کہ وہ ہمارے ساتھ جہاد میں شرکت کریں گے اور حکومت ان سے کوئی تعرض نہیں کرے گی۔لہٰذا حکومت نے ہماری یہ شرائط منظور

کرلیں اور ہمارے ساتھ ایک تاریخ متعین کرلی کہ اس تاریخ کو دوآبہ میں ہم تمہارے لئے تین گاڑیاں بھیجدیں گے۔ لہٰذا عبدالسلام صاحب نے گل آبا صاحبؒ کو آکر واقعہ بیان کیا۔

آپؒ نے تمام لوگوں کو اطلاع دی کہ مقررہ تاریخ کو دوآبہ حاضر ہوجائیں۔ اور گل آبا صاحبؒ کربوغہ شریف کے مجاہدین کے ہمراہ دوآبہ روآنہ ہوئے۔ راستے میں تمام کے اتفاقِ رائے سے صاحبزادہ عبدالسلام صاحب کو امیر لشکر بنایا گیا۔ تمام نے لبیک کہا۔ جب دوآبہ پہنچ گئے تو تمام لوگ وہاں حاضر ہوئے تھے۔ انہوں نے بھی عبدالسلام کی امارت پر اتفاق کیا۔ سب سے پہلے گل آبا صاحبؒ نے تصحیح نیت پر زور دیا کہ اس جہاد کو ہماری روانگی محض اللہ تعالیٰ کی رضامندی و اعلاء کلمۃ اللہ اور اپنے مسلمان بھائیوں کو ہندوؤں کے قبضے سے آزاد کرانے اور ان کے تعاون کیلئے ہے اور فلسفہ جہاد کے متعلق مفصل تقریر کی۔ لوگوں کو آخر میں بڑی اہمیت کے ساتھ نصیحت کی کہ لوٹ مار کرنے سے گریز کریں ورنہ اس کو میں بد دعا دوں گا۔ بچوں اور عورتوں کے قتل کو ممنوع قرار دیا اور یہ بھی کہا کہ قیدیوں کو قتل نہ کریں۔ کیونکہ ہم اس کے معاوضے میں مسلمان بھائی رہا کرائیں گے۔ لہٰذا آخر میں دعا کرنے کے بعد تمام لشکر گاڑیوں میں سوار ہوکر کوہاٹ پہنچ گیا۔ وہاں اس لشکر کے ساتھ تیس آدمی جنگل خیل والے اور چالیس افراد منی خیل شیر کوٹ والے شیعہ بھی شریک ہوئے۔

چنانچہ کوہاٹ سے یہ لشکر روانہ ہوا، براستہ جنڈ روالپنڈی پہنچا۔ عبدالسلام صاحب فرماتے ہیں کہ روالپنڈی میں ہمیں کوارٹر ملے۔ وہاں رات گذاری ہمارے لشکر میں بعض لوگ ایک دوسرے کے دشمن بھی تھے۔ ہمارے ساتھیوں نے ان کے متعلق کچھ تجاویز پیش کیں لیکن میں نے یہ تجویز کیا کہ اگر کسی نے اپنے دشمن کو یہاں قتل کیا تو ہم سب مل کر اس کو قتل کریں گے۔ اس پر ہمارے تمام ساتھیوں نے اتفاق کیا اور فضل حق صاحب نے ہماری تجویز پر آفرین

وشاباش کہا اور ہم سب نے اس پر مضبوطی اور پختگی سے قائم رہنے کیلئے قرآن مجید پر ہاتھ رکھ دئے پھر اس کا اچھا نتیجہ نکلا حتیٰ کہ جہاد کے دوران دشمن ایک دوسرے کے ساتھ مورچے میں ایک ہی چادر کے ذریعے سے رات گزارتے اور کوئی تعرض نہ کرتا تھا۔

راولپنڈی میں لشکر کو اسلحہ و کارتوس فراہم ہوئے مجاہدین نے کھانے کیلئے کچھ ضروریات کا خود پہلے ہی سے انتظام کر رکھا تھا۔ راولپنڈی میں چند دن قیام کرنے کے بعد ہم براستہ پونچھ موڑی (کشمیر میں ایک جگہ کا نام ہے) پہنچ گئے۔ وہاں تین دن موڑی پیر صاحب نے گل آبا صاحبؒ کی لشکر کی کافی زیادہ عزت واکرام کے ساتھ مہمان نوازی کی۔ پھر وہاں سے ہم پلندری پہنچ گئے جو کہ ہیڈ کوارٹر اور آفیسران کا ٹھکانہ بھی تھا۔

قائد لشکر فضل حقؒ عرف گل آبا صاحبؒ نے افسر کو کہا کہ جو مشکل اور سخت مورچہ ہو وہ ہمیں دیدو۔ چنانچہ کشمیر میں ایک مورچہ جو ''راولاکوٹ'' کے نام پر مشہور تھا وہاں پر کوئی نہیں جانا چاہتا تھا۔ کیونکہ وہ اور ان کے قریب ''اجیرہ'' اور ''باغ'' ان تین مواضع میں دشمن کی کافی فوج موجود تھی۔ راولاکوٹ تحصیل بھی تھی اس میں دشمن نے کافی اسلحہ جمع کیا تھا اور کافی ملٹری اور زمین دوز مورچے بھی تھے۔ لہٰذا وہاں جانا کافی مشکل تھا۔

صاحبزادہ فضل حق صاحبؒ کا توکل وتوثق باللہ ہمیشہ سے زیادہ تھا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے اپنی لشکر کی فتح و کامیابی کیلئے ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگی۔ اور مجاہدین کو راولاکوٹ پر حملہ کرنے کا حکم دیدیا، آفیسران نے ان کے ہمراہ ایک کپتان غلام حسین نامی اور چند افراد سفید لباس میں بھیج دئے تاکہ انہیں راستہ اور طریقہ جنگ سیکھائیں۔ وہاں سے چلتے چلتے لشکر والے ایک پل پار کر کے سفر طے کر رہے تھے اس علاقے کے مسلمان بہت خوش تھے۔ کیونکہ وہ پشتون کی بہادری سے واقف تھے انہوں نے دس ہندوؤں کو گرفتار کر کے اس لشکر کے سامنے

حاضر کیا۔ ہندوؤں کے ساتھ بم بھی تھے بعد میں معلوم ہوا کہ راولا کوٹ والوں نے یہ بھیجے تھے کہ جب لشکر پل پار کرے تو پل کو بموں کے ذریعے اُڑا دو۔ تا کہ مجاہدین یہاں سے صحیح سالم واپس نہ جا سکیں۔ لہٰذا خفیہ طور پر لشکر کے بعض افراد کے اشارے سے ان ہندوؤں کو قتل کر دیا گیا۔ جب یہ بات فضل حق صاحبؒ قائد مجاہدین کو معلوم ہوئی تو سخت ناراض ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ اس کے معاوضے پر ہم مسلمان قیدی آزاد کرا لیتے ۔ دوبارہ ایسا قدم ہرگز نہ اُٹھانا۔ بلکہ تمام لشکر والوں کو کہتے کہ بچوں، عورتوں اور معذوروں کو نہ ماریں، دوسروں کے مال سے تعرض نہ کریں، چنانچہ کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد جب لشکر راولا کوٹ کے قریب آیا تو تمام لشکر والوں نے اتفاق کیا کہ گل آبا صاحبؒ کو آگے نہ چلنے دیا جائے۔ کافی اصرار کے بعد گل آبا صاحبؒ ایک جگہ پر ٹھہرا دئے گئے۔ عبدالسلام صاحب کہتے ہیں کہ ہمارے لشکر کے بعض افراد نے گل آبا صاحبؒ کو کہا کہ آپ کے بھتیجے آپ کے ساتھ ادھر ہی رہنے دیں لیکن گل آبا صاحبؒ اس بات پر ناراض ہوئے اور فرمایا کہ یہ سب آپ سے پہلے لڑیں گے۔ پھر سب کیلئے دعا کی۔

مجاہدین کو رخصت کرتے وقت شدت جذبات سے آپ کی آنکھیں چھلک پڑیں ۔
پھر مجاہدین بمع صاحبزادگان اور آپ کے فرزند، حافظ برہان الدین صاحب وغیرہ سب گل آبا صاحبؒ سے رخصت ہوئے۔ رخصتی کے وقت مجاہدین نے گل آبا صاحبؒ کو کہا کہ آپ ایک بار پھر ہمارے لئے دعا کریں۔ یہ آپ کی توپ و ہوائی جہاز ہے اس کو چلائیں۔ آپ کے ہمراہ ملک ولی خان و شیخ تواج گل و شیخ عبدالحلیم آپؒ کی خدمت کے واسطے ٹھہر گئے تھے۔ بقول شیخ تواج گل رات کا بیشتر حصہ گل آبا صاحبؒ اللہ تعالیٰ کے حضور سر بسجود پڑھے رہتے۔ اور اپنے لشکر کیلئے فتح و سلامتی کی دعائیں مانگتے رہے۔ راولا کوٹ کے قریب ہی لوگوں نے مجاہدین کو کہا

CamScanner

کہ یہ کافی مضبوط مورچہ ہے اس پر آپ کی طرح قلیل تعداد اور فنون جنگ سے ناواقف افراد کچھ نہیں کر سکتے۔ خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ لشکر میں گڑ بڑ پیدا ہونے لگی، بعض نے کہا کہ ہم آگے نہیں چلیں گے، غلام حسین کپتان نے لشکر کو تسلی دی کہ گھبراؤ مت آپ ہمارے ساتھ چند آدمی بھیجیں کہ وہ مورچہ کا معائنہ کریں پھر تمہیں مورچہ کی حالت بیان کریں گے۔ چنانچہ کربوغہ کے مصلی خان اور سرور ملک سکنہ دوآبہ کپتان کے ساتھ روانہ ہوئے۔ چند دنوں کے بعد افواہ اُڑی کہ ہمارے افراد کو راولاکوٹ والوں نے گھیر لیا۔

عبدالسلام صاحب کہتے ہیں کہ کھانے کا وقت تھا جب ہمیں واقعہ معلوم ہوا تو کھانا بھی چھوڑ دیا تمام لشکر نے متفقہ فیصلہ کیا کہ اب ہم آگئے ہیں۔ اگر دشمن زیادہ بھی مضبوط ہو، تو ہم واپس نہیں جائیں گے۔ اگر چہ ہم ٹکڑے ٹکڑے کیوں نہ ہو جائیں۔ لہٰذا مجاہدین نے تینوں طرف سے راولاکوٹ کو گھیر لیا، ہمارے لشکر نے تین دن تک مسلسل لڑائی کی۔ دشمن کی طرف سے تری ناٹ تری رائفل اور مشین گنوں کی کوئی کمی نہ تھی ہمارے ساتھ خدا تعالیٰ کا تعاون تھا۔ (غازی مرجان شیخ اور دیگر خادمانِ گل آبا" جنگ کے دوران کلمہ توحید لا الہ الا اللہ کا ورد جہراً پڑھتے تھے) نتیجہ یہ نکلا کہ محمد شاہ گڑ زوال اور گل شاجان شرکی والا کہتے ہیں کہ رات کے وقت ہم دیکھتے ہیں کہ آسمان کی طرف سے راولاکوٹ والوں پر سرخ گولیاں برسائی جا رہی ہیں۔

لڑائی صبح گیارہ بجے سے شروع ہوئی۔ تیسری رات کو راولاکوٹ والوں نے آگ جلائی اور وہاں صبح صادق سے قبل شور وغل مچ گیا اور "بھاگو بھاگو!!" کے نعرے شروع ہوگئے۔ جب صبح ہوئی تو بقول صاجزادہ مصباح الدین صاحب کہ ہم نے جعفر (عرف جپار) کربوغہ والا بھیج دیا کہ وہاں کیا حال ہے؟ اس نے واپس آکر بتایا کہ تمام شہر خالی ہو چکا ہے کوئی بھی نہیں۔ عبدالسلام صاحب کہتے ہیں کہ سب سے پہلے راولاکوٹ کے مورچہ میں

ہمارے صاحبزادگان داخل ہوئے یعنی عبدالمنان، مصباح الدین، عبدالسلام و خیر محمد اور تین دیگر مجاہدین کوہاٹ والے بھی ہمارے ساتھ تھے۔ شیعہ اور ہمارے لشکر کے دیگر افراد ہم سے گیارہ بجے مل گئے۔ وہاں ہندوؤں کی ایک سو ساٹھ سے زائد لاشیں پڑی تھیں۔ وہ تمام کے تمام ایک سبز رنگ مسجد میں رکھی ہوئی تھی اور جو ہندو مسجد سے باہر تھے وہ تمام اُلٹے پڑے ہوئے تھے۔ راولاکوٹ کے شہر میں گل آبا صاحب کے خادموں نے ''اللہ اکبر'' اور ''لا الہ الا اللہ'' کے نعرے جہراً شروع کئے۔ اور ہمیں معلوم ہوا کہ جو چیزیں وہ ہندو اپنے ساتھ نہ لے جاسکتے تھے ان کو آگ لگائی اور وہاں تقریباً سات سو بندوقیں ٹوٹی پڑی تھیں۔ صاحبزادہ محی الدین صاحب کہتے ہیں کہ ہم نے اس مورچہ میں بعض عورتوں اور بچوں کو زندہ پایا ان کو حکومت کے حوالے کر دیا۔ عبدالسلام صاحب کہتے ہیں کہ جب ہم نے یہ مورچہ ملاحظہ کیا اس کی مضبوطی کو دیکھا تو حیران رہ گئے ہم سب نے یہ سمجھا کہ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور فضل حق کے دعا کی برکت تھی۔ کہ اتنی عظیم کامیابی ہم نے حاصل کی۔

پھر ہم نے گل آبا صاحب کو خط بھیجا کہ راولاکوٹ کو ہم نے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے فتح کیا اب ہم ان شاء اللہ آگے بڑھیں گے۔ آپ صاحب کی کیا رائے ہے؟ آپ نے واپسی خط بھیجا کہ آگے مت جاؤ! اور وہاں سے کوئی سامان بھی نہ لاؤ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس میں خیر و بہتری واقع کی کہ راولاکوٹ کے قریب ''اجیرہ'' اور ''باغ'' ہندوؤں کے دو مورچے تھے انہوں نے از روئے رعب و خوف ان کو خود چھوڑ دیئے تھے ان مورچوں میں سب سے پہلے شیعہ داخل ہوئے۔

الحاصل اس علاقے کے مسلمان جن سے ہندوؤں نے یہ علاقہ زبردستی سے چھین لیا تھا وہ اپنے اپنے گھروں میں دوبارہ آباد ہوگئے اور ہمیں دعائے خیر و شاباش دیتے رہے

ہمارے لشکر میں تین افراد شہید ہوئے جو کہ جنگل خیل کوہاٹ کے رہنے والے تھے۔ جن میں سے دو افراد قوم شنواری کے تھے۔ علاوہ ازیں ایک آدمی موسوم زلپہ گنڈیری والا زخمی ہوا تھا اور غلام حسین کپتان نے بمع چار ساتھیوں کے جام شہادت نوش کیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

گل آبا صاحبؒ نے وہاں ان تمام کی نماز جنازہ ادا کی۔ پھر حکومت نے ان شہیدوں کی لاشوں کو اپنی اپنی جگہ پہنچا دیا۔ واپسی پر اُن علاقوں کے لوگوں میں زیادہ خوشی پھیل گئی کہ راولاکوٹ کے مضبوط مورچے کو کربوغہ فقیر کے لشکر نے فتح کیا۔ انہوں نے صدقات و خیرات کئے چنانچہ موڑی پیر صاحب نے واپسی پر دو بھینسیں ذبح کر کے صدقہ کیا کہ آپ کے لشکر کو اللہ تعالیٰ نے سالم پہنچایا۔ پھر یہاں سے یہ لشکر پلندری پہنچا۔ وہاں تمام افسروں نے لشکر کا زیادہ پرتپاک طریقے کے ساتھ استقبال و خیر مقدم کیا اور گل آبا صاحبؒ کو اس عظیم فتح کی مبارکبادی دی۔ انہوں نے گل آبا صاحبؒ کے اعزاز میں سرٹیفکٹ دیا اس میں لکھا تھا:

"فضل حق پیر کربوغہ شریف کے لشکر نے بڑی محنت و جانفشانی سے راولاکوٹ، اجیرہ اور باغ کے مورچے فتح کئے۔"

عبدالسلام صاحب کہتا ہے کہ لشکری افراد طویل عرصہ وہاں قیام کی وجہ سے تنگ آچکے تھے۔ لہٰذا وہاں کے افیسران بالا سے اجازت لے کر راولپنڈی آگئے۔ راولپنڈی میں ڈپٹی کمشنر کو سرٹیفکٹ دکھایا تاکہ وہ ہمارے جانے کا بندوبست کرے۔ اس نے جب سرٹیفکٹ کی مندرجات ملاحظہ کیں تو بہت خوش ہوا اور ہمیں مبلغ تین ہزار روپے زاد راہ دی۔ اور ہم نے واپسی کا پروگرام بنایا لیکن سرٹیفکٹ وہاں دفتر میں رہ گیا۔

الحاصل حقیقت یہ ہے کہ کشمیر میں راولاکوٹ کے بڑے مورچے کا اصل فاتح فضل حق المعروف گل آبا صاحبؒ کا لشکر تھا۔ آج خدا جانے کہ حکومت میں کس کا نام لکھا ہو کیونکہ

مبالغہ آرائی آج کل کے مصنفوں اور تاریخ دانوں کی شعار بن چکی ہے۔ جاہ وحشمت پر اپنی اجارہ داری قائم کرنے کیلئے سرتوڑ کوشش کی جارہی ہے۔ اور حقائق سے چشم پوشی کی جاتی ہے۔ لیکن

ع .... حقیقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے
خوشبو آنہیں سکتی کبھی کاغذ کے پھولوں سے

اور اس کے علاوہ ۱۳۰۳ھ بمطابق 1919ء میں امیر امان اللہ خان نے انگریزوں کے خلاف تیسری جنگ ''افغانستان'' چھیڑ دی۔ جن کے بہادر سپہ سالار جنرل نادر خان اس سلسلے میں ''ٹل'' آئے تھے۔ گل آبا صاحب نے ان کے ساتھ انگریزوں کے خلاف کافی اعانت کی تھی اور اس طرح محمود صاحبؒ ابن تیراہ صاحب (اورکزئی) نے شیعوں کے ساتھ کلایا پر جو جنگ چھیڑی تھی تو گل آبا صاحبؒ یہاں کے لوگوں سے چندہ جمع کر کے محمود صاحب کے ساتھ شیعہ کے خلاف اعانت کرتے تھے۔ اور اس طرح گل آبا صاحب رحمۃ اللہ علیہ فقیر اپی کے ساتھ انگریزوں کے خلاف تعاون کرتے اور فقیر اپی کے مجاہدین کے ساتھ ہر قسم کی خدمت واعانت کرتے۔ چنانچہ میرے والد صاحب حاجی سلطان محمد صاحب فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ آدھی رات کا وقت تھا اور چاندنی رات تھی کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں بھی والد صاحب (گل آباؒ) کے ساتھ نکلا۔ جب دروازہ کھولا تو فقیر اپی صاحب کے ایک خلیفہ ''میر دل'' کھڑے تھے، والد صاحب کے ساتھ مصافحہ کیا وہ بولا کہ ہمارے ساتھ چالیس آدمی ہیں۔ کھانا تو وہ کھا چکے تھے لیکن والد صاحب نے قہوہ کا بندوبست کیا۔ ہم دونوں نے چائے سے ان کی خاطر ومدارات کی وہ بہت خوبصورت نوجوان تھے۔ ملیشا رنگ کی وردی میں ملبوس تھے۔ میرے والد صاحب کے ساتھ کچھ گفتگو کی۔ لیکن میں کم عمری کی وجہ سے نہ سمجھتا

CamScanner

تھا۔ پھر وہ اسی رات چلے گئے۔

زرولی خان شیخ ڈاکخانہ ڈومیل گاؤں شیر داد ملک کہتا ہے کہ پہلے مجھے طریقت کا شوق پیدا ہوا تو سیدھا کربوغہ آیا کیونکہ میرے بڑے بھائی صاحب مبارک سے بیعت تھا۔ تو میں نے گل آبا صاحب سے بیعت کی۔ بیعت ہونے کے بعد میرے دل و سینے میں کافی ٹھنڈک محسوس ہوئی اور مجھے نیک کاموں اور جہاد کا شوق پیدا ہوا اور میری خواہش تھی کہ ایسے کاموں میں مصروف ہو جاؤں تا کہ گل آبا صاحب کا نام شرمندہ نہ کروں۔ کئی مرتبہ میں نے گل آبا صاحبؒ سے پوچھا کہ کیا کروں؟ بالآخر انہوں نے مجھے فقیرا اپی کے پاس بھیج دیا کہ اس کے ساتھ وطن کی آزادی کی جنگ میں شرکت کریں۔ زرولی خان کہتا ہے کہ میں نوجوان تھا میرے دل میں ذرا گھبراہٹ محسوس ہوئی۔ تو میں نے گل آبا صاحبؒ سے ایک تعویذ کی درخواست کی۔ تا کہ محاذ جنگ میں نہ گھبراؤں۔ تو آپؒ نے مجھے ایک تعویذ لکھ کر دیا اور فرمایا کہ یہ بازو پر باندھو، اس تعویذ کی وجہ سے میں سخت لڑائی میں بھی گھبراہٹ محسوس نہیں کرتا تھا۔ میں نے فقیر اپی کی جنگ کیلئے پندرہ سال تک چندہ بھی کیا اور ان کے ساتھ کافی معرکوں میں شریک رہا۔ اوران کے بعد ان جنگوں کی وجہ سے تین مہینے قید بنوں جیل میں بھی گذار چکا ہوں۔

گل آبا صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک ماہر حکیم اور طبیب وقت بھی تھے

گل آبا صاحبؒ پر اللہ تعالیٰ کی بڑی نوازش تھی۔ لوگوں کے باطنی امراض کے علاج کے علاوہ ظاہری امراض کے بڑے حاذق اور طبیب وقت بھی تھے۔ ہر وقت دربار میں مریضوں کا انبوہ لگا رہتا تھا۔ ایک سیاہ قسم کا مرہم تیار پڑا رہتا تھا جو اکثر مریضوں کو دیتے تھے، اللہ تعالیٰ کے فضل سے شفا بھی ہو جاتی۔ بعض مریضوں کو دوائی لکھ کر خود جیب سے رقم دیتے

کہ اس سے دوائی خرید کر استعمال کریں۔ چنانچہ گل آبا صاحبؒ کی حکمت کے چند واقعے ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔

حاجی موسیٰ خان وزیر جانی خیل بیان کرتا ہے کہ میں، غلام اکبر استاذ، حاجی غلام، میاں خان شیخ وغیرہ یعنی کل آٹھ آدمی کر بوغہ گل آبا صاحبؒ کی ملاقات کیلئے گئے تھے۔ گل آبا صاحبؒ کے ساتھ رات گذاری، مجھے کچھ محسوس ہوا کہ بیمار ہوں صبح ہوتے ہی مجھے تنہائی میں بولے کہ کیا آپ کو کثرت احتلام ہوتا ہے؟ میں ان کے اس سوال سے حیران رہ گیا اور میں نے جواب دیا کہ صاحب! مجھے جریان کی تکلیف ہے۔ پھر انہوں نے میرے لئے اس کا یہ علاج تجویز کیا کہ بیس تولہ کشتہ جبس الحدید خریدیں۔ فی تولہ روزانہ مکھن کے ساتھ صبح نہار منہ کھائیں اور ساتھ ہی فروٹ سالٹ کا ایک چمچہ ایک گلاس پانی میں ڈال کر صبح وشام پیا کرو۔ انہوں نے دوائی خرید لینے کیلئے حکیم صاحبزادہ نیلام بازار بنوں کا نام تجویز فرمایا۔ ہم گل آبا صاحبؒ سے رخصت ہوئے بنوں پہنچتے ہی حکیم موصوف کی دکان سے دوائی خریدی۔ دوائی کا استعمال شروع کرتے ہی میری صحت اچھی ہونے لگی دوائی ختم ہونے پر میں بالکل تندرست ہو چکا تھا۔ چنانچہ جب مجھے یا دوسرے آدمیوں کو یہ تکلیف محسوس ہوتی تو یہ دوائی کھا کر اللہ تعالیٰ کے فضل سے صحت ہو جاتی ہے۔

شایت خان ولد منظر خان سکنہ کر بوغہ شریف بیان کرتا ہے کہ ایک دفعہ مجھے پیشاب کی تکلیف ہوگئی تھی یعنی چھوٹے پیشاب کرنے میں درد محسوس کرتا تھا۔ آخر کار میں گل آبا صاحبؒ کے پاس آیا آپ کو تکلیف بیان کی۔ گل آبا صاحبؒ نے مجھ سے پوچھا کہ جب آپ پیشاب کر رہے ہو تو پیشاب آہستہ آہستہ نکلتا ہے یا تیزی کیساتھ۔ تو میں از روئے شرم وحیاء کچھ نہ بول سکا۔ آپؒ نے کہا کہ اس کام میں شرم نہ کرو۔ آخر میں نے کہا کہ صاحب تیزی

کیساتھ آتا ہے۔ تو گل آبا صاحبؒ نے مجھے ایک سفید دوائی دی کہ یہ پانی کیساتھ کھاؤ اور مجھے کہا کہ جب آپ کو درد محسوس ہو تو دودھ کو اُبال کر معمولی ٹھنڈا کر لیں۔ پھر اس میں خالص گھی اندازے کیساتھ ملا کر پی لو۔ تو ان شاء اللہ درد ختم ہو جائیگا۔

شیات خان کہتا ہے کہ یہ دوائی کھانے کے بعد میرا درد ختم ہوا، اب جب بھی میں وہ تکلیف محسوس کرتا ہوں تو گھی اور دودھ ملا کر پینے سے میرا درد ختم ہو جاتا ہے۔

حاجی فقیر خان شنیلی بانڈے والا بیان کرتا ہے کہ بچپن میں میرے بدن پر پھوڑے پھنسے خصوصاً زیر ناف زیادہ تھے۔ چنانچہ آہستہ آہستہ میری دونوں رانوں پر پھیل کر عضو مخصوص پر بھی پیدا ہوئے۔ حتیٰ کہ میرا پیشاب بھی بند ہو گیا میرے والد صاحب نے کافی ڈاکٹروں و حکیموں سے علاج کرایا۔ لیکن کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ بالآخر والدہ صاحبہ مجھے گل آبا صاحبؒ کر بوغہ کے ہاں لے گئی۔ آپؒ نے میری تشخیص اندر گھر میں کی کیونکہ میں چھوٹا تھا مجھے بولا کہ یہ بہت خطرناک دانے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ رحم و فضل کرے گا۔ گل آبا صاحبؒ نے میرے لئے دوائی لکھ کر کہا کہ یہ خریدیں اور اسے پیس کر آپس میں خوب ملائیں پھر سرسوں کے تیل میں ڈال کر ان پھوڑوں پر لگائیں۔ اللہ تعالیٰ صحت دے گا۔

حاجی فقیر خان کا بیان ہے کہ میں اور والدہ صاحبہ دونوں گھر واپس آکر دوائی بذریعہ عبدالجلیل کا ٹگر والے منگوائی اور اس کو بنا کر اسی طریقہ پر استعمال شروع کیا۔ دو دن دوائی لگاتے ہی میرا پیشاب کھل گیا اور پھوڑوں میں کمی آنے لگی۔ چند دن دوائی لگائی تو بالکل صحیح و تندرست ہوا اور ابھی تک پھوڑوں کا نام و نشان تک نہیں ہے۔

الغرض گل آبا صاحبؒ کے ہاتھ میں اللہ تعالیٰ نے شفا عطاء فرمائی تھی۔ لاعلاج مریضوں کو اُن کے ہاتھ سے شفا ملتی تھی، چنانچہ حمید شاہ ولد حاجی سپین گل سکنہ کر بوغہ کا بیان

ہے کہ میرے حلق میں ایک مہلک پھوڑا تھا ڈاکٹروں نے مجھے لا علاج قرار دیا تھا میری والدہ صاحبہ نے مجھے کہا کہ بیٹا اگر ڈاکٹروں نے لا علاج کہا ہے تو اللہ تعالیٰ کی مہربانی کی کچھ انتہاء نہیں ہے۔ لہٰذا ہمارے علاقے میں ایک مشہور بزرگ یعنی گل آبا صاحبؒ ہے ان کے ہاں چلے جاؤ۔ ہم گھر سے روانہ ہوکر آپ صاحبؒ کے ہاں پہنچے، والد صاحب نے گل آبا صاحبؒ سے کیفیت بیان کی۔ گل آبا صاحبؒ نے دم کیا، اللہ تعالیٰ کا فضل تھا کہ گھر واپس ہوتے ہی پھوڑا پھٹنے لگا۔ چند دنوں کے بعد اس سے کافی خون اور پیپ نکل گیا اور اس دن سے مجھے شفا حاصل ہوئی۔

گل آبا صاحبؒ مزارات اولیاء پر حاضری دیتے

گل آبا صاحبؒ کا معمول تھا کہ جس جگہ حاضر ہوتے وہاں مزارات اولیاء پر ضرور حاضری دیتے۔ مثلاً کوہاٹ جاکر حاجی بہادر صاحب کے ہاں حاضری دیتے۔ پشاور جاکر حضرت شیخ جنید پشاوریؒ کے ہاں، اور اس طرح لاہور جاکر حضرت داتا گنج بخشؒ کے ہاں حاضری دیتے اور سوات جاکر سیدو شریف حضرت مولانا عبدالغفور صاحبؒ کے ہاں حاضر ہوتے اور ان کے فیوضات اور برکات سے مشرف ہوتے تھے۔

گل آبا صاحبؒ کی خلافت

آپؒ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑی خصوصی کرم نوازی تھی، شروع ہی سے ذکر و اذکار کے ساتھ محبت تھی۔ بچپن ہی سے اُن کی تربیت ونگرانی صاحب مبارکؒ کرتے رہے۔ اور طریقت کے بعض اسباق بھی صاحب نے خود آپ کو پڑھائے تھے۔ انہوں نے خلافت اپنی

CamScanner

زندگی میں صرف دو بیٹوں کو عطاء کی تھی ۔یعنی صاحبزادہ عبدالحق اور صاحبزادہ عصام الدین ۔(ان دونوں کو آپؒ نے قادریہ ونقشبندیہ میں خلیفہ وماذون کر چکے تھے)لیکن خصوصی و غائبانہ دعائیں اور روحانی توجہات گل آبا صاحبؒ کو فرماتے تھے ۔جن کا نتیجہ یہ نکلا کہ گل آبا صاحبؒ سب پر فائق اور ہر دلعزیز اور منبع فیوضات بن گئے ۔اوراس سلسلے میں بھوٹان صاحبؒ کو خصوصی وصیت بھی کی تھی۔ چنانچہ صاحب مبارکؒ کی وفات کے بعد بھوٹان صاحبؒ نے گل آبا صاحبؒ کو دونوں طریقوں یعنی قادریہ ونقشبندیہ میں خلافت سے نوازا۔

ملک غازی خان سکنہ مندوری کرم ایجنسی والا بیان کرتا ہے کہ میرے والد ملک غلام حیدر صاحب ،صاحب مبارکؒ کربوغہ کے ہاں گئے تھے ۔میں بھی اُن کے ہمراہ تھا صاحب مبارکؒ بیماری کی وجہ سے نہایت کمزور ہو چکے تھے ۔اُنکا یہ معمول تھا کہ میرے والد صاحب کے ساتھ نماز عشاء کے بعد طویل ملاقات فرماتے ۔لہٰذا حسب معمول ملاقات کے دوران والد صاحب نے عرض کیا کہ صاحب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے بعد آپ کے گھرانے میں کوئی نیک وصالح بندہ آپ کا قائم مقام بنائے ۔میرے والد صاحب کا عبدالخالق صاحب کے ساتھ زیادہ تعلق تھا۔اس کا خیال تھا کہ صاحب مبارکؒ ان کے حق میں دعا کریں لیکن صاحب مبارکؒ بولے کہ میری اولاد میں فضل حق صاحب (گل آبا صاحبؒ)ایک پھول ہے ۔اس کو اللہ تعالیٰ زیادہ برکت عطاء فرمائے ۔ پھر بولے:

”گل آبا صاحبؒ کی مثال تیل سے بھرے ہوئے چراغ کی ہے اس کے جلانے کیلئے صرف ’دیا سلائی‘ کی ضرورت ہے۔“

اوراسی سلسلہ میں عبدالسلام صاحب بتاتے ہیں کہ آخری حالت میں صاحب مبارکؒ

خاص تالاب (ایک جگہ کا نام ہے) میں کام کررہے تھے۔کافی لوگ کام میں مشغول تھے۔صاحب مبارکؒ نے کوٹکی مولوی صاحب کربوغہ کو ایک صاحبزادہ کا نام بتایا کہ اس کے گھر سے چائے لاؤ جب وہ چلا گیا تو اسے موجود نہ پایا۔مولوی صاحب نے سیدھا جا کر گل آبا صاحبؒ کو کہا کہ لوگوں کیلئے چائے کا بندوبست کریں۔آپ نے چائے پکا کر فوراً گھر سے دو بڑی بڑی چائینک لا کر مولوی صاحب کے حوالے کردئے۔مولوی صاحب نے چائے صاحب مبارکؒ کے ہاں پہنچائی۔صاحب مبارک اس وقت بیٹھے ہوئے تھے۔انہوں نے مولوی صاحب سے پوچھا کہ کہاں سے لائے ہو؟ تو جواب دیا کہ گھر سے۔یعنی فضل حق صاحب نے دی ہے۔یہ سنتے ہی صاحب مبارکؒ نے تمام حاضر لوگوں سے کہا:''دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ فضل حق صاحب کو سب سے اونچے درجات سے نوازے۔''

عبدالسلام صاحب کہتا ہے کہ میں خاص تالاب میں اس وقت حاجی محمد آمین صاحب پشاوریؒ سے ''سکندر نامہ'' پڑھ رہا تھا۔مجھے خوب یاد ہے کہ صاحب مبارکؒ نے فضل حق صاحب کے بارے میں یہ دعا کی تھی۔پھر پانچ چھ دن کے بعد صاحب مبارک وفات پا گئے۔عبدالسلام صاحب فرماتے ہیں کہ گل آبا صاحبؒ کو اللہ تعالیٰ نے جو فوقیت دی تھی وہ اپنے والد بزرگوار کی دعا تھی۔اور حاجی عبدالجبار بن حضرت مولانا محمد الیاس عرف بھوٹان صاحب فرماتے ہیں کہ ہم نے مولانا محمد سعید صاحب عرف ''نوہ ملا صاحب'' کربوغہ سے سنا تھا کہ میں نے صاحب مبارکؒ سے کہا کہ آپ خود اپنی اولاد میں سے ایک شخص منتخب فرمائیں۔صاحب مبارکؒ نے کہا کہ جس آدمی کو بھوٹان صاحب منتخب فرمائے،ان پر تسلی رکھیں۔لہٰذا عبدالجبار صاحب بتاتے ہیں کہ میں ''طورہ غنڈی'' کے اپنے گھر میں والد صاحب کیساتھ موجود تھا۔اس وقت والد صاحب کے ہاتھ پر پھوڑے نکلے ہوئے تھے۔مجھ سے والد

صاحب نے پوچھا کہ کربوغہ سے کوئی نہیں آیا ہے؟ تم باہر جا کر دیکھو، جب میں گھر سے نکلا تو گل آبا صاحبؒ تشریف فرما تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ گل آبا صاحبؒ آئے ہیں۔ پھر بھوٹان صاحب نے گل آبا صاحبؒ کو قادریہ ونقشبندیہ میں خلافت عطاء کی۔ اور آپ سے کہا کہ آپ فقیروں کو لنگر دیا کریں۔ گل آبا صاحبؒ نے فرمایا کہ ہمارے پاس گھر میں صرف دو بوری باجرہ ہے۔ بھوٹان صاحب بولے کہ یہ کام اللہ تعالیٰ جاری رکھے گا۔ الحاصل یہاں طورہ غونڈی میں بھوٹان صاحبؒ نے گل آبا صاحبؒ کو اجازت وخلافت سے نوازا۔

گل آبا صاحب رحمہ اللہ کے مشہور خلفاء

﴿۱﴾ حاجی صاحبزادہ عبدالجبار صاحب خلف الرشید بھوٹان صاحب سکنہ طورہ غنڈی۔

﴿۲﴾ اخوندزادہ مولیٰ خان شوہ شریف شمالی وزیرستان۔

﴿۳﴾ فقیر امیر جمال صاحب جنتہ وزیرستان۔

﴿۴﴾ مولانا عزیز الرحیم صاحب عرف چیلے بابا ملیزی دیر۔

﴿۵﴾ مولوی عبدالحکیم صاحب مسعود جنوبی وزیرستان۔

﴿۶﴾ پیر صاحب لعل بادشاہ تری خوئیداد خیل۔ (نظام بابا کے اولاد میں سے ہے)

﴿۷﴾ ملا فتح محمدؒ ابراہیم خیل مسعود جنوبی وزیرستان۔

﴿۸﴾ حاجی غلام اکبر صاحب وزیر جانی خیل بنوں۔

﴿۹﴾ پیر گل حلیم شاہ جنوبی وزیرستان کانیگرام۔

﴿۱۰﴾ الحاج صاحبزادہ مفتی محمد یحییٰ صاحب کربوغہ شریف۔

﴿۱۱﴾ الحاج صاحبزادہ سلطان محمد صاحب کربوغہ شریف۔ (مؤلف کے والد محترم)

CS CamScanner

﴿ ۱۲ ﴾ حضرت علامہ مفتی وقت استاد عبدالہادی ابن نوہ ملا صاحب کربوغہ شریف۔

﴿ ۱۳ ﴾ حاجی میرزعلی خان المعروف بہ فقیرا پی صاحبؒ (جنہوں نے گل آبا صاحب کو سرخ سیاہی سے لکھا ہوا خط بھیجا جس کا مختصر مضمون یہ تھا:

''مجھے نقیب صاحب چار باغ (جلال آباد) نے نقشبندیہ میں خلافت عطا کردی ہے۔آپ صاحب مہربانی کر کے مجھے قادریہ میں خلافت واجازت عطاء فرمائیں۔لہٰذا گل آبا نے بذریعہ خط فقیرا پی کو قادریہ میں خلافت واجازت سے مشرف کیا اور مولانا عزیز الرحیم دیر والا اور دیگر حاضرین مجلس اس پر گواہ بنائے۔''

﴿ ۱۴ ﴾ الحاج مولوی شاہجہان ولد سراج الدین مسعود سکنہ مکین جنوبی وزیرستان۔

الحاج مولوی صاحب موصوف فرماتے ہیں ۔کہ مجھے دس سال کی عمر یعنی ۱۳۴۵ھ میں دینی علوم کا شوق پیدا ہوا، میرے والد محترم اور میرے چچا صاحبان سلطان محمد وزیر محمد فرط محبت سے میرے سفر کرنے پر رضامند نہ تھے۔لیکن میرے شوق کو دیکھتے ہوئے انہوں نے مجھے اجازت دے دی۔ابتدائے سفر میں صاحب مبارکؒ کے ہاں کربوغہ شریف آیا ۔اس وقت صاحب مبارکؒ بقید حیات تھے۔صاحب مبارکؒ سے دعا حاصل کر کے وہاں سے روانہ ہوکر مردان وچکیسر وبونیر وغیرہ کے علمائے کرام سے فنون مروجہ کا علم حاصل کیا۔پھر سند فراغت و دورۂ حدیث ۱۳۶۱ھ میں مشہور شخصیت ،صاحب طریقت و شریعت حضرت شیخ التفسیر والحدیث مولانا نصیرالدین غورغشتویؒ سے حاصل کی۔اس کے بعد درس وتدریس میں مشغول ہوگیا۔بالآخر قضائے الٰہی سے بعہدۂ مدرس صاحبزادگان کربوغہ شریف مقرر ہوا ۔تقریباً دس سال کربوغہ شریف میں درس دیتا رہا۔تدریس کے دوران میں نے طریقت کے اسباق صاحب طریقت وشریعت حضرت مولانا الحاج صاحبزادہ فضل حق صاحب عرف گل

آباصاحب ؒ سے مکمل کئے۔ تو آپ ؒ نے بمورخہ ۱۳/ اگست ۱۹۵۱ء سوات صاحب قدس سرہ کے روضہ میں قادریہ و نقشبندیہ کی اجازت عطاء فرمائی اور سند خلافت وہاں لکھ دیا۔ اس وقت سے درس و تدریس اور مسلمانوں کی اصلاح میں مشغول ہوں۔

چونکہ وزیرستان خصوصاً ہمارے علاقے میں تعلیم کا فقدان تھا۔ اس وجہ سے ایک مدرسہ بنام ''ہدایت العلوم'' کا سنگ بنیاد رکھا۔ طلبائے کرام کو ہمارے علاقے میں کافی تکالیف تھیں۔ اس کی بنا پر چند سال بعد بمورخہ ۱۷/ اپریل ۱۹۶۳ء ٹانک شہر میں مسجد اور مدرسہ ہدایت العلوم کیلئے اپنی رقم سے زمین خرید لی، تھوڑی سی زمین نواب صاحب قطب الدین نے مفت عطا کی۔ اللہ تعالیٰ انہیں اجرِ عظیم سے نوازے۔ اب الحمدللہ، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جامع مسجد اور مدرسہ عربیہ تیار ہو چکا ہے۔ جو کہ شاہجہان مسجد کے نام سے مشہور ہے۔ وللہ الشکر والحمد

(مولوی شاہجہان ولد سراج الدین ولد گل محمد ولد محمد شاہ ولد عبیداللہ ولد مامون شاہ ولد غلام اکبر شاہ شیامی)

گل آبا صاحب رحمہ اللہ کی وفات اور مرض موت میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف دیدار

گل آبا صاحب ؒ آخر وقت میں معمولی سا بیمار ہو گئے۔ ڈاکٹر خان عبدالرحیم ہنگو والے نے کربوغہ شریف ہی میں آپ ؒ کی مرض کی تشخیص کی۔ تو کہا کہ آپ ؒ کے سینے کے دائیں جانب میں معمولی زخم ہے۔ آپ صاحب آرام فرمائیں، قحط الرجال ہے ہمیں یتیم نہ بنائیں۔ اور ڈاکٹر صاحب نے تاکید کی کہ لوگوں کے ساتھ ملنا جلنا بند کریں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا یہ بندہ یہ کہاں برداشت کر سکتا تھا؟ کہ فقیروں اور یتیموں کی خدمت کرنا چھوڑ دے اور اس عظیم کام سے محروم رہے۔ ڈاکٹر صاحب کی ہدایت کے باوجود نماز عصر کے بعد خود اپنے سینے پر کپڑا باندھ کر

یتیموں اور فقیروں کو بدست خود چاول تقسیم فرماتے۔ یہ آپؒ کو گوارا نہ تھا کہ زائرین ملاقات سے محروم ہو کر واپس جائیں۔ لہٰذا مہمانوں کی خاطر مدارات کے واسطے اپنے آپ کو تکلیف دیتے۔ اور ان کے ساتھ ملتے رہتے۔ نتیجۃً آرام نہ ملنے کے باعث تپ دق کا مرض شدت اختیار کر گیا۔ آپ انتہائی کمزور ہونے لگے اس سلسلے میں آپؒ ''لیاقت میموریل ہسپتال کوہاٹ'' میں تقریباً دو مہینے زیر علاج رہے۔ اس دوران گروہ در گروہ لوگ آپؒ کی عیادت کیلئے آتے۔ ان لوگوں کے سہولت کی خاطر آپؒ نے لاری آڈہ کوہاٹ میں کرایے کا مکان لے لیا تھا۔ تاکہ ہسپتال کے دوسرے مریضوں کے آرام میں خلل نہ پڑے۔ علاج کے بعد جب کربوغہ تشریف لائے تو لوگوں نے بار بار آپؒ سے عرض کی کہ اپنی اولاد میں کسی کو جانشین مقرر فرمالئے۔

گل آبا صاحب کا اپنے فرزند کو خلافت

ایک دن گل آبا صاحب نے تیمّم کیا اور فرمایا کہ میری جانماز لے آؤ۔ جب وہ حاضر کی گئی تو آپؒ چارپائی سے اتر کر جانماز پر تشریف فرما ہوئے۔ پھر بندہ (مؤلف) کے والد محترم سلطان محمد کو بلا کر اپنے سامنے بٹھایا۔ اور اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ سے ملایا اور کہا کہ اسی ہاتھ کو بالواسطہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ سمجھو۔ اس کے بعد قادریہ و نقشبندیہ کے اسباق کی تلقین فرمائی اور بولے کہ آپ میری طرف سے ان دونوں طریقوں میں خلیفہ مجاز اور میرے جانشین ہیں۔ مزید فرمایا کہ آپ کو میں نے ہوائی جہاز میں نہیں بٹھایا۔ یعنی آپ بڑائی کا گمان نہ کریں بلکہ فقیروں و یتیموں کی خدمت کریں، لوگوں کی اصلاح کریں اور جو کوئی آپ کو روپیہ ہبہ کرے تو اپنی جیب میں نہ رکھیں بلکہ دوسروں پر خدا کی راہ میں خرچ کریں۔ اور طریقت کے

اسباق پڑھنے میں خوب محنت کریں۔ مزید فرمایا کہ جو آپ سے محبت سے بیعت کرے تو اس کو بیعت کرو، استجلاب نہ کرو یعنی تم یہ کوشش ہرگز نہ کرو کہ یہ میرا مرید بن جائے۔

پھر سند خلافت واجازت مولوی شاہجہان صاحب نے لکھی اور گل آبا صاحب ؒ نے ان پر دستخط کئے اور مہر لگائی ۔مولوی صاحب موصوف بیماری کے دوران اکثر گل آبا صاحب ؒ کیساتھ موجود رہتے تھے۔ وہ اور میرے والد صاحب حاجی سلطان محمد بیان کرتے ہیں کہ اس مرض میں کئی دفعہ گل آبا صاحب ؒ پر سکتہ کی حالت طاری ہوئی ۔ایک دفعہ آپ پر سکتہ طاری ہوا تو ہم نے حالت نزع تصور کیا۔لیکن آپ اچانک بیٹھ گئے اور فرمایا کہ چند دنوں سے میں ایک مبارک ونورانی شخصیت کو دیکھ رہا ہوں اور مجھے تسلی دے رہا ہے کہ گھبراؤ مت خاندان کو تسلی دیں یہ کسی معمولی آدمی کی سانس نہیں ہے کہ جلدی نکل آئے ۔مولوی شاہجہان صاحب فرماتے ہیں کہ اس وقت میرے دل میں تردد پیدا ہوا کہ مبارک ونورانی شخصیت کون ہے؟ بیداری ہے یا خواب بیان کرتے ہیں۔تو آپ ؒ نے فوراً جواب دیا کہ مبارک شخصیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے اور بیداری میں ہے۔ پھر اس کے بعد گل آبا صاحب ؒ چھ مہینے تک زندہ رہے (گل آبا صاحب ؒ ایک سال تک بیمار رہے)۔ جب عید الاضحیٰ کا پہلا دن ہوا تو والد صاحب حاجی سلطان محمد (مدظلہ جواب فوت ہو چکا ہے) فرماتے ہیں کہ آپ ؒ نے ہم سب کو فرمایا کہ تم قربانی کے تمام جانور پہلے دن ہی ذبح کرو۔

میں نے کہا کہ مہمان آتے ہیں دوسرے دن ذبح کریں گے لیکن آپ نے کہا کہ تمام پہلے ہی دن ذبح کردیں۔ چنانچہ عید الاضحیٰ کے دوسرے دن آپ کی روح بوقت صبح بروز منگل (سہ شنبہ) ۱۱رذوالحجہ ۱۳۷۱ھ بمطابق ۲رستمبر ۱۹۵۲ء کو جسد خاکی سے پرواز کرگئی۔

انا لله وانا اليه راجعون.

عجیب وغریب کرامت

یہ آپ حضرتؒ کی کرامت سمجھئے کہ بہت سے عقید تمندوں کو خواب ہی میں اطلاع ملی تھی کہ گل آبا صاحبؒ دنیائے فانی سے رخصت ہو گئے۔ان دنوں گاڑیوں کا خاص انتظام نہ تھا پھر بھی تقریباً ساٹھ ہزار عقید تمندوں نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔نماز جنازہ آپ کے فرزند جانشین حاجی سلطان محمد صاحب نے پڑھائی پھر جنازے کے بعد تمام حاضرین نے متفقہ طور پر ان کو گل آبا صاحبؒ کا سجادہ نشین مقرر کیا۔اور گل آبا صاحبؒ کو صاحب مبارکؒ کی قبر کے دائیں طرف ان کے ہزاروں آبدیدہ عقید تمندوں کی موجودگی میں سپرد خاک کیا گیا۔

نوٹ:۔ روضے کے درمیان صاحب مبارک کی قبر ہے۔دائیں طرف (یعنی مغرب کی طرف) گل آبا صاحبؒ اور بائیں طرف (یعنی مشرق کی طرف) صاحبزادہ عصام الدین صاحب دفن ہیں۔

گل آبا صاحبؒ کی تاریخ وفات

گل آبا صاحبؒ کی تاریخ وفات ابجد کے حساب سے عربی وفارسی میں ضلع بنوں کے ایک عالم جو کہ آپ کے مرید تھے نے،بیان کیا ہے۔

حافظ قرآن بود گل آبا شاہ وطن — فضل حق حاجی زکی مرحوم ہم تاریخ اوست
وفات منا عاشق الرحمان جل جلالہ — فقرہ عربی ز تاریخ وصال پیر من

رحمت حق باد باجان عزیزش مقترن

حضرت صابر براری مدظلہ (کراچی) نے قطعہ تاریخ یوں بیان کیا ہے۔

''آہ حق آگاہ پیر فضل حق''

پیر گل آبائے کربوغہ شریف
دے گئے رشد و ہدایت کا سبق
دو ستمبر سن باون عیسوی
ہوگئے منگل کے دن واصل بحق
تھے سیاسی رہنما بھی آنجناب
ہے مزین اس سے تاریخی ورق
صوبۂ سرحد کو ان پر ناز تھا
ہر اک کو ان کی رحلت کا قلق
ہو عطا یا رب انہیں خلد بریں
ان کی تربت پر رہے ہر دم شفق
کہہ دو اے صابر یہ تاریخ وصال
رہبر زیب چمن تھے فضل حق

(تاریخ پاکستان اور مشائخ عظام ص ۲۵۰ مؤلفہ محمد صادق قصوری)

گل آبا صاحبؒ شعرائے وقت کی نظر میں

آپؒ کے متعلق کافی شعراء نے طبع آزمائی کی ہے لیکن میں ان میں سے چند شعراء کا کلام پیش کرتا ہوں۔

محمد دین مقیدؔ ٹل والے نے گل آبا صاحبؒ کے متعلق لکھا ہے

د شریعت په مسائلو خبرداره ګله
د معرفت په خوشبوئی وے خوشبوداره ګُله
په حقیقت په طریقت کښې استواره ګُله
لویو واړو کښې وے په ګُل آبا نامداره ګُله

شمع چه بند شوه په فانوس خود پتنگان دی خفه

د ستا د مخ په پتهو لو مریدان دی خفه

گله بیشکه وے د کشف و کرامت خزانه

مولا در کړے عجیبه وه د حکمت خزانه

بغیر د ستا د دیدن څه کوم دولت خزانه

آرمان م دادے چه د پریخوم بیے دیداره گله

لویو واړو کښ وے په گل آبا نامداره گله

سترګے کړه پورته ستا دسترګو عاشقان دی خفه

د ستا د مخ په پتهو لو مریدان دی خفه

په اؤلیاؤ کښ څرګنده درجه وه د ستا

بس دے تسبیح اود تهلیل هره لهجه وه دستا

دے محبت الٰهی ده نتیجه وه د ستا

خواږه نامه دے ډیره لګی مزیداره گله

لویو واړو کښ وے په گل آبا نامداره گله

ستنی د دین وے چه وو علم ظاهری درسره

هم په باطن کښ وو قوت د امزری درسره

څوک خبر نه وومګر زور وو حیدری درسره

شیرین بیان پسے دے واړه سامعان دی خفه

د ستا د مخ په پتهو لو مریدان دی خفه

یمه خفه دستا دخولے آب زلال نه وینم

پخپل نظر کښ ستا پشان صاحب کمال نه وینم

لعلونه ډیر دی خو د ستا پشانے لعل نه وینم

زړه م ده ځکه درپسے ډیر بے قراره ګُله

لویو واړو کښ وے په ګُل آبا نامداره ګُله

مولا د درکړی د جنت ګلونه

تا غوړولو په هر ځائے کښ شریعت ګلونه

هم ورؤل به دِ د وعظ او نصیحت ګلونه

علاقه ټوله وه په تا با ندے گلزاره ګُله

لویو واړو کښ وے په ګُل آبا نامداره ګُله

پرده نشین شوے ګُله ځکه بوراګان دی خفه

د ستا د مخ په پټو لو مریدان دی خفه

ملا د پخپله وه تړلے د کشمیر په جنګ کښ

ننګ د اسلام وو جنګ دو کړو شریعت په رنګ کښ

دے غرو په سر به ځلیدے کله به وے ګړنګ کښ

سره دخپلو خلقو لاړے ګلغذاره ګُله

لویو واړو کښ وے په ګُل آبا نامداره ګُله

اوس دوباره دستا راتلو ته کشمیریان دی خفه

دستا د مخ په پټو لو مریدان دی خفه

دوئمه ورځ دلوئی اختروه جان بحق شولے ته

وے فضل حق طالب د حق واصل دحق شولے ته

وے محقق پسمانده ګانو ته سبق شولے ته

اے د صاحب د کربوغے نور الابصارہ ګُله
لویو وارو کے وے په ګل آبا نامدارہ ګُله
د کربوغے صاحب تمام صاحبزادګان دی خفه
د ستا د مخ په پتهو لو مریدان دی خفه

نولس سوه دوه پنځوسه ده په سن د عیسٰی
ورځ سه شنبه وه چه رسا شو په تا تیر د قضا
هجری وه دیارلس سوه یو اویا په شماره ګُله
لویو وارو کښِ وے په ګُل آبا نامدارہ ګُله

صوفیان لا څه چه درپسے قلندران دی خفه
د ستا د مخ په پتهو لو مریدان دی خفه

مخ را څرګند کړه مقیدؔ ته دے عقده پریخی
په خلاصیدو ئے نه پوهیری تا ګره پریخی
د خلاصیدو دپاره چا ته خامخا پریخی
دستا په ځائے باندے ده شوك د کار ګذاره ګُله
لویو وارو کښِ وے په ګُل آبا نامدارہ ګُله

اوس امیدونه مِ د زړهٔ په هر زمان دی خفه
د ستا د مخ په پتهو لو مریدان دی خفه

رحمت گل کربوغہ نے ان کے متعلق یہ اشعار لکھے ہیں:

د گل آبا کارونه دغسے لوئی نیتونه
په دغه زمانه کښ کوے نشي بادشاهان
دئ ډیر وو پهلوان

د گل آباخواږلت دچا کله هیریږی
ورځ په ورځ به غم په کربوغے باندے زیاتیږی
ولے که څوك پوهیږی
رشتیا سره فقیر وو ددینه معلومیږی
یوه لویه خواشی لاړه اوس مو صبر په سلطان
دئ ډیر وو پهلوان

د گل آبا لنگرپه زړه وو زور آور
په یوی پینډی به ناست وو که غریب که سردار
د هیچا نه وو شمار
دنیا نه شو قرار په هر چا به راشی وار
هیڅوك به پاتے نشي خو آخر به وړی آرمان
دئ ډیر وو پهلوان

چه ګل آبا ژوندئ وو هغه ډیر سخی سړئ وو

ددۀ په خلوتو کے به د هر وطن میلمه وو

د موژخلقو پرده وو په للمه کے دیره وو

دخویه شهزاده وو

همیش ورپسے ژاړی زیړ ګلونه خوندزادګان

دئ ډیر وو پهلوان

چه ګل آبا کولو هغه هر سړی لیدلو

کنډے یتیمان به ئے په کور کے سترولوسبق به ئے ورته ویلو

هغه داسے مسلمان وو چه ګلونه به ئے کړلو

یوه لویه خزانه ځان سره وړے دۀ قرآن

دئ ډیر وو پهلوان

د ګل آبا طاقت هر چاته وو جاوات

دئ خوار او غریبانو ته ولاړ وو په خدمت

کولو ئے طبیبیت

دغسے تعویذات په مینه محبت

اوس وائی رحمت ګل چه خفه مه شی شاعران

دئ ډیر وو پهلوان

گل آبا صاحبؒ کی کرامات

کرامات کے متعلق ایک مفصل بحث ''تذکرۂ صاحب مبارک'' میں گذر چکی ہے وہاں پر ملاحظہ کرے۔گل آبا صاحبؒ کی بے شمار کرامات ہیں یہاں صرف چند کرامات ذکر کی جاتی ہیں۔

واقعہ ۱: ...... شائستہ خان وعبدالستار وصدی خان وگڑوب ماما اور دوسرے حضرات بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ گل آبا صاحبؒ ہمارے علاقہ ہوید زردست کلے میں مقیم تھے۔ وہاں ایک بڑا برآمدہ تھا جسمیں گل آبا صاحبؒ کے ساتھ ہم سب بیٹھے تھے۔نماز ظہر کے بعد مجلس وعظ شروع تھی کہ اچانک گل آبا صاحبؒ نے گڈ مولوی صاحب زردست گاؤں والے سے کہا کہ اس ستون پر بہت زیادہ بوجھ ہے کہیں گر نہ جائے۔لوگوں نے کہا کہ یہ مضبوط ستون ہے کوئی خطرہ نہیں۔گل آبا صاحب نے فرمایا کہ بہتر ہوگا ہم چارپائیاں نکال لیں۔لہٰذا آپ صاحب کے کہنے پر لوگوں نے چارپائیاں نکالنا شروع کیں۔ابھی چارپائی نکالی ہی تھی کہ برآمدے کی چھت گر گئی جب لوگوں نے یہ ماجرا دیکھا تو سب کے سب حیران ہو گئے اور آپؒ پر ان کا اعتقاد اور بھی بڑھ گیا۔اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے کوئی بھی زخمی نہ ہوا۔مولوی علی شیر خان صاحب کہتے ہیں کہ میں اس وقت اس برآمدے میں موجود تھا۔یہ میرا چشم دید واقعہ ہے، مجھے خوب یاد ہے لیکن میں اس وقت بچہ تھا۔وہ آج کل مدرسہ انوار العلوم میرا خیل بنوں میں مدرس ہے۔یہ واقعہ علاقہ ہوید کے لوگوں میں بہت زیادہ مشہور ہے۔

واقعہ ۲: ...... حاجی بادشاہ خان سکنہ مندوری کُرم ایجنسی اپنے بڑے بھائی یعقوب خان کے حوالے سے بیان کرتا ہے کہ ایک دفعہ ہم یہاں سے چند آدمی برائے ملاقات گل آبا صاحبؒ کربوغہ روانہ ہوئے۔ہمارے ساتھ سرغوڑ گو والا ''حاجی نرے'' بھی تھا۔راستے میں حاجی نرے نے یعقوب خان سے کہا کہ میں گل آبا صاحبؒ کو ایک کوٹہ سکہ (جعلی

نقد روپیہ) دوں گا۔ اگر انہوں نے لے لیا تو بزرگ نہیں اگر واپس کیا تو واقعی اللہ تعالیٰ کے ولی اللہ اور بزرگ ہیں۔ جب ہم کربوغہ شریف پہنچ گئے تو گل آبا صاحبؒ کیساتھ مصافحہ کرنے کے بعد لنگر میں بیٹھ گئے۔ اسی اثناء میں گل آبا صاحبؒ گھر میں داخل ہوئے اور سب سے پہلے یعقوب خان کیلئے کھانا اور چائے لائے ۔ اور فرمایا کہ آپ ڈرائیور ہیں شاید تھک گئے ہوں گے آپ پہلے پئیں۔ لہٰذا کھانا کھانے اور دعا کے بعد رخصت ہوتے وقت ہم نے حسب توفیق آپ کے لنگر کے غرباء کیلئے کچھ عطیات دینے چاہے۔ گل آبا صاحبؒ باری باری تمام حضرات سے لیکر دعا کرتے۔ جب حاجی نرے کی باری آئی تو اس نے کوٹہ روپیہ بند ہاتھ میں پکڑ کر آپؒ کو دے دیا۔ گل آبا صاحبؒ نے بند ہاتھ ہی میں اس کو واپس کر دیا۔ کافی اصرار کے باوجود بھی گل آبا صاحبؒ انکار کرتے رہے۔ اور فرمایا کہ آپ خود عیال دار ہیں اپنی عیال پر خرچ کرو۔ یہ لفظ بولتے ہی ہمارے ساتھیوں نے ہنس کر گل آبا صاحبؒ کو سارا ماجرا بیان کیا۔ گل آبا صاحبؒ نے کہا کہ ہم خدا کے بندے ہیں آئندہ کیلئے ایسی حرکت مت کرو۔

واقعہ ۳: ..... نواز خان مسعود ساکن لنڈیڈاک بتاتے ہیں کہ ایک دفعہ گل آبا صاحب ہمارے علاقے میں تشریف لائے۔ ان کا ارادہ ''زندی اکبر خان کلے'' جانے کا تھا میں نے گل آبا صاحبؒ کے ساتھ یہ بات طے کی کہ زندی کلے سے واپسی پر سیدھا ہمارے ہاں تشریف لائیں گے چنانچہ میں نے چھوٹے بھائی سرفراز خان کو گل آبا صاحبؒ کے ہمراہ بھیج دیا اور بذات خود کھانے کے انتظام میں مشغول ہو گیا۔ جب میرا بھائی وہاں سے واپس ہوا تو گھر میں ہم سب موجود تھے۔ میرے بھائی نے کہا کہ کل زندی کلے میں، میں نے عجیب واقعہ دیکھا کہ وہاں کے لوگوں نے گل آبا صاحبؒ کو پانی کی قلت کی شکایت کی۔ کہ ہمارے کنویں میں پانی نہیں ہے، ہمارے بچے اور عورتیں پانی گدھوں اور بیلوں کے ذریعے لاتے ہیں۔ اللہ

CS CamScanner

تعالیٰ سے ہمارے حق میں دعا مانگیں کہ اسی کنویں میں پانی آجائے۔

چنانچہ گل آبا صاحبؒ نے تمام گاؤں والوں کو کنویں کے گرد جمع کیا۔ جب تمام لوگ جمع ہو گئے تو گل آبا صاحبؒ نے کنویں کے کنارے کھڑے ہو کر کلام پاک کی ایک سورت پڑھی۔ پھر کنویں سے مخاطب ہوا کہ اے ظالم! کیوں تم نے پانی کو نیچے بند کر کے رکھا ہے؟ لوگوں کو کیوں نہیں دیتے، پانی کی سطح کو اوپر اُٹھاؤ۔ آپؒ کا یہ بولنا ہی تھا کہ نیچے کنویں سے ایک دھماکے کی آواز آئی اور اسی وقت پانی نظر آنے لگا۔ آہستہ آہستہ اوپر آتا گیا حتیٰ کہ کنویں کے نصف حصے تک پانی آ گیا گل آبا صاحبؒ نے ہاتھ سے اشارہ کر کے کہا کہ بس یہ کافی ہے ۔کنواں اپنی جگہ پر ٹھہر گیا۔ تمام موجود لوگ اس واقعہ پر بہت حیرت زدہ ہوئے اور پانی کی تکلیف رفع ہونے پر خوشی کا اظہار کیا پھر گل آبا صاحبؒ نے دعا مانگی اور یہ کنواں ابھی تک موجود ہے۔

واقعہ ۴: ...... نواز خان مسعود ایک دوسرا واقعہ بیان کرتا ہے کہ ایک دفعہ بنوں کے بازار میں، میں گل آبا صاحبؒ کے ساتھ شربت پی رہا تھا۔ گل آبا صاحبؒ نے نصف گلاس پی کر اچانک پیچھے کی طرف دیکھا اور گلو خان مروت کو کہا کہ پیئو۔ وہ کانپنے لگا ،گل آبا صاحبؒ نے دوبارہ کہا کہ پی لو۔ آخر کار اس نے پی لیا۔ بعد میں، میں نے خفیہ طور پر گلو خان سے پوچھا کہ شربت پیتے وقت کیا واقعہ تھا کہ تو کانپنے لگا ؟اس نے کہا کہ گل آبا صاحبؒ نے جب شربت پینا شروع کیا تو میں نے دل ہی میں کہا کہ کاش یہ نصف گلاس مجھے دیدے۔ لہٰذا جب گل آبا صاحبؒ نے مجھے دیکھ کر کہا کہ پی لو۔ تو میں اس وجہ سے کانپنے لگا کہ میرے دل کی بات سے وہ کیسے آگاہ ہو گئے۔

واقعہ ۵: ...... حاجی سید محمد اور پیاؤ میر علاقہ بنوں سکنہ حکیم خان ہو ید بیان کرتے

ہیں کہ ایک دفعہ گل آبا صاحبؒ ہمارے علاقے میں آئے۔ہم نے شکایت کی کہ جب بھی ہم کنواں کھودتے ہیں تو اس کا پانی کڑواہوتا ہے۔گل آبا صاحبؒ نے ایک جگہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اس جگہ کنواں کھودیں، شاید میٹھا پانی مل جائے۔ پیاؤ میر کہتا ہے کہ جب اس جگہ پر کنواں کھودا گیا تو وہ پانی میٹھا تھا اور بفضل خدا کنواں ابھی تک آباد ہے اور اس کا پانی بڑا زود ہضم اور کافی مقدار میں ہے۔ابھی تک لوگ اس کا پانی پیتے رہتے ہیں۔ ہمارے ہاں اور کنویں بھی موجود ہیں لیکن ان کا پانی مزیدار نہیں۔ یہ بھی گل آبا صاحبؒ کی کھلی کرامت تھی۔

ذالک فضل الله يؤتيه من يشاء.

واقعہ ٦ : ...... حاجی صدے خان ہویدوالا بیان کرتا ہے کہ ہمارے گاؤں حکیم خان کلے میں ایک آدمی جس کا نام شہزادہ تھا وہ کوئی بھی جانور خرید لیتا تو وہ مرجاتا تھا۔ایک دفعہ گل آبا صاحبؒ یہاں تشریف لائے ہوئے تھے اس نے کہا کہ گل آبا صاحبؒ ہمارے حق میں دعا فرمایئے۔آپؒ نے ہاتھ اُٹھا کر اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ یا اللہ تو ان کے جانوروں کو پائیداری عطا فرما اور مرجانے سے بچا۔صدے خان حاجی کہتا ہے کہ اس دعا کی برکت تھی کہ اس شخص کے گھر میں جانور زندہ رہتے۔اور یہ تکلیف دور ہوگئی۔یعنی آپؒ مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔

واقعہ ۷ : ..... عبدالسلام صاحب کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم گل آبا صاحبؒ کیساتھ ''کنویں'' پر جارہے تھے راستے میں دو آدمی خٹک درے والے گل آبا صاحبؒ کیساتھ ملے۔آپؒ نے پوچھا کہ کہاں سے آرہے ہو؟ انہوں نے کہا کہ آپؒ نے جو حق فیصلہ ہمارے درمیان کیا تھا وہ دوسرے فریق نے نہیں مانا اور ہم ہنگو تاریخ کیلئے گئے تھے۔گل آبا صاحبؒ نے ہاتھ اُٹھا کر کہا کہ یا اللہ! اگر ہدایت مقدر میں ہے تو تو اسے ہدایت عطا فرما، ورنہ اس پر اپنا مکان

CS CamScanner

گرادے۔عبدالسلام صاحب کہتا ہے کہ چند دنوں کے بعد اس پر اپنا مکان گر گیا وہ ہلاک ہوا۔ اوران کے مال مویشی بھی ہلاک ہو گئے۔یعنی ان حضرات کا دعا و بد دعا کا لگنا مجرب تھا۔

واقعہ۸: .... پیاؤ میر علاقہ بنوں سکنہ حاجی حکیم خان ہوید کہتا ہے کہ میں اور محمد علی خان اور مزری شیخ یہ تینوں گل آبا صاحبؒ سے ملاقات کے لئے کربوغہ گئے تھے رات وہاں گذاری ۔جب صبح ہوئی اور ہم نے رخصت مانگی تو آپؒ نے فرمایا کہ سخت گرمی ہے یہاں سے نماز ظہر کے بعد روانہ ہوجانا تاکہ تکلیف نہ ہو۔آخر ہم کافی اصرار کے بعد روانہ ہوئے ۔رخصت ہوتے وقت گل آبا صاحبؒ نے کہا کہ رات کو منکوٹ میں قیام کرنا،ورنہ گرمی کی وجہ سے تکلیف ہوگی ۔چنانچہ اس وقت ہم پیدل ہی براستہ درشی روانہ ہوگئے۔ہم نے آپس میں کہا کہ ہم جوان آدمی ہیں۔رات کوکسی جگہ پہنچیں گے۔درشی میں پانی کا ایک برتن (چھاگل) بھی خریدا،اوراس میں پانی ڈالا۔ چلتے چلتے جب ہم من کوٹ پہنچ گئے تو مشورہ کیا کہ کافی وقت ہے رات یہاں نہیں گذارنی چاہیے۔ہم میں سے مزری شیخ راستے سے خوب واقف تھے کیونکہ وہ کئی دفعہ اس راستے پر آچکا تھا،خدا کی شان تھی کہ ہم منکوٹ سے جاتے ہوئے اصل راستے سے بھٹک گئے ۔گرمی کا موسم تھا اس لئے تکلیف کی وجہ سے تھک گئے ۔آخر ہم نے سخت افسوس کیا اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی کہ ہم نے اپنے استاذ گل آبا صاحبؒ کا فرمان نہ مانا کیونکہ آپؒ نے رخصت ہوتے وقت فرمایا تھا کہ منکوٹ میں رات گذارنا ورنہ گرمی سے تنگ آجاؤ گے۔

ابھی ہم اُداس بیٹھے تھے کہ ہمیں منزلے پہاڑ کے چیک پوسٹ والے مل گئے (یہ جگہ منکوٹ کے قریب ہے) انہوں نے ہمیں راستہ بتایا۔آخرکار ہم من کوٹ کو ہی واپس آئے اور وہاں رات گزاری یعنی گل آبا صاحبؒ 'صاحبِ لفظ انسان تھے اللہ تعالیٰ نے آپ کے قول کو سچا کر کے دکھایا۔

واقعہ ۹: ...... مولوی شاہجہان صاحب بیان کرتے ہیں کہ مجھے رات کے وقت تقریباً بارہ بجے گل آبا صاحبؒ نے گھر بلایا اور کہا کہ الہام حق ہے یا نہیں؟ میں نے جواب دیا کہ ہاں حق ہے۔ اور یہ بھی کہا کہ میں نے اس کا دعویٰ نہیں کیا ہے پھر فرمایا: ''حاجی محمد سعید صاحب ابن محمود صاحب تیراہ کی قیادت میں ایک عظیم لشکر میری بیمار پرسی کیلئے آرہا ہے۔ تم خط لکھ دو کہ وہ (گل آبا صاحبؒ) موجودہ حالت میں بالکل تندرست ہے اور آئندہ کی کوئی خبر نہیں۔ آپ صاحب قلیل مقدار شکرانہ بجائے کثیر بکرم منظور فرمائیں۔ آپ صاحب ادھر آنے کی تکلیف نہ کریں کیونکہ ہمیں تکلیف ہے۔ میں دعا گو ہوں آپ حضرات واپس لوٹ جائیں''۔

مولوی شاہجہان صاحب کہتے ہیں کہ میں نے خط لکھا، گل آبا صاحبؒ نے عبدالرحمٰن شیخ کو بلایا کہ یہ خط لے کر یہاں سے صبح سویرے چل کر براستہ نریاب جاؤ۔ جب عبدالرحمٰن شیخ نریاب پہنچا تو نریاب کے اوپر پہاڑی راستے میں یہ کثیر التعداد لشکر اس کو مل گیا۔ اس لشکر کے قائد حاجی محمد سعید کو گل آبا صاحبؒ کا خط اور شکرانہ دیا۔ انہوں نے اس خط کو پڑھ کر حسب ارشادِ گل آبا صاحبؒ واپس ہو گئے۔

واقعہ ۱۰: ...... حاجی گل مت خان کربوغہ والا بیان کرتا ہے کہ ایک دفعہ گل آبا صاحبؒ موضع میانجی خیل گئے تھے۔ میں، بلوچ، سربلند اور زرمت خان مستی خیل گل آبا صاحبؒ کے روانہ ہونے کے بعد اسکے پیچھے روانہ ہوئے۔ ہم نے میانجی خیل پہنچ کر رات گل آبا صاحبؒ کے ساتھ گزاری، رات کے وقت گل آبا صاحبؒ نے ہمیں تین روپے دے دئے کہ اس سے کربوغہ میں بکرا خرید کر دعوت (یعنی شُبت) کر لینا۔ جب صبح ہوئی، ہم نے چائے پی لی تو گل آبا صاحبؒ کو ایک آدمی نے زرد رنگ کا ایک بکرا پیش کیا کہ یہ آپ کے لنگر کیلئے

عطیہ ہے۔گل آبا صاحبؒ نے ان کو دعائیں دیں۔ہم ساتھیوں نے آپس میں مشورہ کرکے گل آبا صاحبؒ کو کہا کہ یہ بکرا ہمیں تین روپے میں بیچ دیں،انہوں نے کہا کہ ٹھیک ہے۔لہٰذا ہم نے تین روپے گل آبا صاحبؒ کو دے دئے۔آپؒ نے ان روپیوں میں سے ایک روپیہ بلوچ کو دیا اور فرمایا کہ اس سے گُڑ خرید لینا' ہمیں بھی کہہ دیا کہ یہ بلوچ کا ہے اس سے نہ لینا۔اور یہ بھی کہا کہ ان دو روپیوں سے گھی وغیرہ خرید لو،اور بکرا بھی ساتھ لے جاؤ۔

حاجی صاحب کہتے ہیں کہ ہم گل آبا صاحبؒ سے رخصت ہوئے،راستے میں بلوچ نے کہا کہ کون کہتا ہے کہ گل آبا صاحبؒ بزرگ نہیں؟ یہ بات تین بار دھرائی۔اس نے کہا کہ جب تم لوگ گل آبا صاحبؒ کے ساتھ بکرے کے بارے میں بات چیت کرر ہے تھے تو میں نے دل ہی میں یہ تمنا کی کہ کاش ہم یہ روپے اپنے درمیان تقسیم کرلیتے اور میں اپنے حصے سے بچوں کیلئے گُڑ خرید لیتا۔لہٰذا میری یہ تمنا بھی پوری ہوئی اور بکرا بھی مل گیا۔

واقعہ ۱۱ : ...... حاجی محمد شعیب ولد مولوی احمد دین کربوغہ والا بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میری داہنی آنکھ میں تنکا پڑ گیا مجھے سخت تکلیف ہوگئی۔آنکھ سرخ ہوگئی' کافی کوشش کی لیکن تنکا نہ نکلا۔اس وقت یہاں پر کوئی ڈاکٹر نہ تھا،والدہ صاحبہ کے حکم سے میرے بھائی عبدالمنان نے مجھے گل آبا صاحبؒ کی خدمت میں لے گیا۔ظہر کا وقت تھا،میرے بھائی نے گل آبا صاحبؒ سے عرض کی کہ میرے بھائی محمد شعیب کی آنکھ میں تنکا پڑ گیا ہے' سخت تکلیف ہے کچھ بندوبست کردیجئے۔گل آبا صاحبؒ نے تسلی دے کر فرمایا کہ فکر نہ کریں اللہ تعالیٰ خیر کرے گا،آپ ذرا آرام کریں میں تمہارے لئے چائے لے کے آتا ہوں۔چنانچہ اُدھر گل آبا صاحبؒ گھر تشریف لے گئے اور ادھر میری آنکھ میں وہ تنکا حرکت کرنے لگا،فوراً میں نے اس کو نکال کر بھائی صاحب عبدالمنان کی ہتھیلی پر رکھ دیا جو کہ کافی بڑا تنکا تھا۔

جب گل آبا صاحبؒ گھر سے باہر تشریف لائے تو پہلے پہل میرے بھائی عبدالمنان سے پوچھا کہ محمد شعیب کا کیا حال ہے؟ بھائی نے جواب دیا کہ صاحب! تنکا تو خود بخود نکل گیا۔ گل آبا صاحبؒ نے خاموش ہونے کو کہا کہ منہ بند رکھو۔ اس کے بعد ہم نے چائے پی لی اور اللہ تعالیٰ کے فضل اور گل آبا کی برکت سے ہماری یہ تکلیف رفع ہوگئی اور خوش خوش واپس گھر لوٹ آئے۔

واقعہ ۱۲: ...... جان خان نامی ایک شخص گاؤں محمد غزنی خیل (ضلع لکی مروت) بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں اور میرا چچا خان گل دونوں کربوغہ پیدل آئے۔ نماز ظہر مسجد میں اداء کی۔ گل آبا صاحبؒ گھر پر موجود نہیں تھے، لہٰذا گھر سے کھانا اور چائے بھیجوائی گئی۔ میری پیالی چائے سے بھری ہوئی تھی لیکن میں نے نہیں پی۔ میں اپنے فکر وخیال میں منہمک تھا کہ گزشتہ سال بھی گل آبا صاحبؒ کے ساتھ ملاقات نہ ہوسکی اور اس سال بھی علاقہ مسعود کو چلے گئے ہیں۔ اس وقت میں نے دیوار سے ٹیک لگا رکھی تھی۔ دل ہی دل میں سوچا کہ آئندہ کیلئے اس پہاڑ (کربوغہ) کا نام تک نہیں لوں گا۔ اور میرے چچا نے مجھے کئی بار چائے پینے کو کہا۔

اسی اثناء میں بچوں نے شور مچایا کہ گل آبا صاحبؒ آ گئے۔ جب میں نے یہ نعرہ سنا تو خوش ہوکر چائے پی لی اور کھانا بھی کھالیا۔ پھر ہم آپ کے استقبال کیلئے روانہ ہوئے۔ راستہ ہی میں آپ کے ساتھ ملاقات ہوگئی۔ تو ملتے وقت میرے ساتھ معانقہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اے مروت شیخ! میرا کربوغہ آنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا' اللہ گواہ ہے کہ مجھے کونسے پہاڑوں سے اللہ تعالیٰ نے آپ کیلئے حاضر کیا؟ جبکہ آپ دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے سوچ رہے تھے' اور شیطان نے آپ کے دل میں وسوسہ ڈالا کہ دوسرا سال ہے اپنے پیر

صاحب کیساتھ ملاقات نصیب نہیں ہوئی ،اور آئندہ کیلئے کربوغہ کا نام نہ لینے تک کا فیصلہ کیا۔آپ کیساتھ بقیہ باتیں پھر ہوں گی۔

جب گل آبا صاحبؒ گھر آئے ،مسجد میں نماز عصر اداء کی تو دعا کرنے کے بعد مجھے (جان خان) بلایا اور ایک مسئلہ بیان فرمایا جس سے میرے دل کو اطمینان حاصل ہوا اور مجھے نصیحت کی کہ آئندہ اس طرح کے خیالات دل میں نہ لایا کرو۔جان خان کہتا ہے کہ ہمارا کربوغہ آنا جانا رہتا تھا اکثر گل آبا صاحبؒ کے ساتھ لوگوں کا ہجوم رہتا۔بعض دفعہ ہجوم کی وجہ سے ہمیں اپنا مقصد ظاہر کرنے کا موقعہ نہ ملتا۔لیکن گل آبا صاحبؒ ہمیں اس کا جواب دے دیتے یا جو کچھ پوچھنا ہوتا تو وہ بغیر پوچھے بتا کر ہمیں اطمینان دلا دیتے۔ایک دفعہ ہم دعا لینے کیلئے گل آبا صاحبؒ کے پاس حاضر ہوئے۔ اس وقت میں نے بہت اچھی گائے مبلغ ۲۰۰ روپے میں خریدی تھی جو زیادہ مقدار میں دودھ دیتی تھی۔اس کیلئے گل آبا صاحبؒ سے برائے نظر ایک تعویذ کروانی تھی چنانچہ ہم گل آبا صاحبؒ سے رخصت ہو کر درشی کے راستے پیدل روانہ ہوئے۔ابھی کربوغہ کے حدود میں تھے کہ میں نے ساتھیوں سے کہا کہ میں نے گائے کیلئے تعویذ نہیں کروائی ،ہم بڑے پریشان ہوئے کہ دوبارہ واپس بھی نہیں جاسکتے۔اسی اثنا میں کسی نے پیچھے سے آواز دی کہ گل آبا صاحبؒ جان خان کو بلاتے ہیں۔لہٰذا میں گل آبا صاحبؒ کے پاس واپس آیا۔آپ کے ہاں پہنچ کر آپ نے مجھے ایک تعویذ دی کہ یہ گائے کیلئے ہے جس کو آپ نے دوسو روپے میں خریدی ہے۔حالانکہ میں نے اس کے متعلق گل آبا صاحبؒ کو کچھ بھی نہیں بتایا تھا۔(اگر جانوروں کی تعویذ کے متعلق خدشہ ہو تو تذکرۃ الرشید جلد دوئم ص ۲۱۱،۲۱۲ ملاحظہ کریں)

واقعہ ۱۳ :...... مولانا عزیز الرحیم صاحب آف دیر ملیزی معروف بہ چیلے بابا جو

گل آبا صاحبؒ کے خلفاء میں سے ہیں بیان کرتے ہیں کہ ہم چند افراد یعنی شیخ عبد الحلیم صاحب کربوغہ والا اور کمال الدین اور دیگر رفقاء گل آبا صاحبؒ کے ساتھ پشاور گئے تھے ۔وہاں ایک شخص طور گل آفریدی کے بھائی پر پھانسی کا حکم ہوا تھا۔گل آبا صاحب مولانا محمد الیاس بھوٹان صاحب کے حکم سے گئے تھے ۔اس کیس میں عبد الجلیل نامی شخص سرکاری وکیل مقرر ہوا تھا۔گل آبا صاحبؒ نے اس وکیل سے مذکورہ شخص کیلئے مزید تاریخ پیشی لینا چاہی۔تو وکیل مذکور نے ہتک آمیز الفاظ میں کہا کہ یہ مولوی لوگ کتنے سادھے ہوتے ہیں کہ ملزم کو پھانسی ہونے والی ہے اور مولانا صاحب مزید تاریخ پیشی لینا چاہتا ہے۔ہم وکیل عبد الجلیل کے اس رویہ سے افسردہ ہوکر اس کے دفتر کی سیڑھیوں سے نیچے اُتر رہے تھے کہ گل آبا صاحبؒ نے آہ بھری اور کہا:''پروردگار عالم! تمہارے سامنے اس وکیل کی ہلاکت کوئی مشکل تو نہیں ہے۔'' اس دن ہم چلے گئے اور دوسرے دن جامع مسجد حاجی طورہ قل بائے میں بعد از نماز اشراق ختم خواجہ گان کرکے ملزم کی رہائی کیلئے دعا کی۔ظہر کی نماز کے بعد اللہ تعالیٰ نے ملزم کو رہائی دی اور وکیل مذکور چند روز کے بعد مرزا قادیانی کی موت مرا کہ گندگی منہ کے راستے سے نکل آئی۔

بعد از اں قصہ خوانی بازار کے ایک ہوٹل میں لنگر کا انتظام شروع فرمایا'اور ہوٹل والے کو حکم دیا کہ اپنے ہوٹل کے علاوہ اس بازار کے باقی ہوٹلوں سے بھی کھانا لنگر کیلئے منگوائے ،تا کہ لنگر چلتا رہے اور غرباء و مساکین اور دیگر لوگ کھانا کھاتے رہیں۔حتی کہ سب سیر ہوگئے۔آخر میں گل آبا صاحبؒ نے اپنے لئے ساگ لانے کو کہا تو دکاندار نے عرض کی کہ میرے ہوٹل میں ساگ تو درکنار سارے بازار کے ہوٹل میں کھانے ختم ہو چکے ہیں کوئی تیار کھانا موجود نہیں۔اس کے بعد گل آبا صاحبؒ نے حکم دیا کہ تمام ہوٹل والے اپنا حساب لینے

سے ہوٹلوں

آجائیں۔ہوٹل والے یکے بعد دیگرے اپنا حساب لیتے رہے۔گل آبا صاحبؒ جیب میں ہاتھ ڈالتے اور ہر ایک دکاندار کو نوٹوں کا بنڈل تھما دیتے۔ساتھ یہ بھی فرماتے کہ اگر کم ہو تو اور لے لو، اگر زیادہ ہے تو مجھے واپس کر دینا لیکن تعجب کی بات یہ ہے کہ ہر ایک کو پورے پیسے ملتے رہے نہ کسی کو کم ملتے نہ زیادہ، حتیٰ کہ سب کا حساب صاف ہو گیا۔

واقعہ ۱۴: .... سر بلند ولد تظیم خان کہتے ہیں کہ میرا بھائی دت خان گل آبا صاحبؒ کا بہت معتقد اور مرید تھا وہ جھنڈ ولہ کے ملیشیا میں نائب صوبیدار تھا۔وہ ہمیں ایک واقعہ بیان کرتا تھا کہ میں ایک دفعہ چند سپاہیوں کے ہمراہ پہاڑ پر گشت کرنے گیا تھا۔جب ہم آپس میں ملے تو ایک سپاہی موجود نہیں تھا۔ہم سب بہت حیران ہوئے کہ صوبیدار کو ہم کیا جواب دیں گے؟

ہم نے اسے مختلف جگہ تلاش کیا لیکن نہیں ملا۔دت خان کہتا ہے کہ واپسی پر اچانک ہم کو گل آبا صاحبؒ کی صورت نظر آئی، مجھے کہا کہ واپس جاؤ۔وہ سپاہی قلعہ پہنچ چکا ہے۔یہ بات کرتے ہی پھر غائب ہو گئے۔لہٰذا میں نے سیٹی بجا کر تمام سپاہیوں سے کہا کہ واپس ہو جائیں۔جب ہم پہنچے تو وہ سپاہی قلعے میں موجود تھا۔اس نے ہمیں بتایا کہ میں تھک چکا تھا اس وجہ سے تم لوگوں سے پہلے آیا۔جب میں (دت خان) کربوغہ آیا تو گل آبا صاحبؒ سے یہ واقعہ بیان کرنا چاہا لیکن گل آبا صاحبؒ نے مجھے کہا کہ منہ پر ہاتھ رکھ لو یعنی یہ واقعہ مت بیان کرو۔

واقعہ ۱۵: .... عمت خان ولد پیر بادشاہ سکنہ دوآبہ کا کہنا ہے کہ میں بچپن میں بہت زیادہ مٹی کھایا کرتا تھا۔والد صاحب اس عادت کو چھڑانے کے لیے میرا منہ سرخ مرچ سے بھر دیتا، ساتھ بھائی سے بھی پیٹائی ملتی لیکن میرا یہی معمول تھا کہ جس جگہ مٹی دیکھتا اس سے اپنی جیب بھر لیتا پھر کھا لیتا۔چنانچہ ایک دفعہ اتفاقاً گل آبا صاحبؒ دوآبہ تشریف لائے۔والد صاحب مجھے پکڑ کر آپ کے پاس لے گئے۔گل آبا صاحبؒ سے کہا کہ یہ لڑکا مٹی کھاتا ہے اور

منع نہیں ہوتا ، بہت زیادہ مارا' کافی تدابیر کیئے، لیکن دن بدن زیادہ عادی ہوتا جارہا ہے ۔عمت خان کہتا ہے کہ اس وقت میں تقریباً دس سال کا تھا اور مجھے خوب یاد ہے کہ گل آبا صاحبؒ نے مجھے علیحدہ کر کے کہا کہ مٹی نہ کھاؤ یہ اچھی چیز نہیں ۔اور میرے والد صاحب کو نیم پختہ انڈا لانے کو فرمایا۔وہ آپ کی خدمت میں پیش کی گئی' گل آبا صاحبؒ نے آیات قرآنی انڈے پر دم کیئے ۔پھر مجھے فرمایا کہ جب آپ کی خواہش مٹی کھانے کی ہو' تب اس انڈے سے معمولی سا کھاؤ۔عمت خان کہتا ہے کہ باوجود سخت عادی ہونے کے مجھے اس دن سے مٹی سے نفرت پیدا ہونے لگی ۔جب حسب عادت مٹی کی خواہش ہوتی تو میں دم شدہ انڈے سے کچھ نہ کچھ کھالیتا انڈا ختم ہوتے ہی میں بالکل مٹی کے کھانے سے منع ہو چکا تھا اور ابھی تک مجھے مٹی کھانے سے نفرت ہے۔

واقعہ ۱۶ : .... سرور دین استاذ موضع ڈگر نری (ضلع کرک) بیان کرتا ہے کہ میں گل آبا صاحبؒ کا مرید تھا۔گل آبا صاحبؒ کی وفات کے بعد جب مجھے کوئی حادثہ پیش آتا ہے تو گل آبا صاحبؒ خواب میں پہلے سے اطلاع دے دیتے ہیں، چنانچہ ایک عورت ہمارے پڑوس میں رہتی تھی اور ہمارے گھر آتی جاتی تھی ،ہماری عورتوں کیساتھ کام کاج میں ہاتھ بٹاتی تھی۔ایک دفعہ رات کو گل آبا صاحبؒ کو خواب میں دیکھا کہ آپ نے عورت کی طرف اشارہ کر کے ایک آدمی کا نام بتایا کہ وہ اس عورت کی وجہ سے برباد ہوا ہے۔مجھے مخاطب ہو کر کہا کہ تم اس عورت سے اپنے آپ کو حفاظت میں رکھو۔چنانچہ میں پہلے ہی سے اس سے کنارہ کش تھا لیکن اس نصیحت کے بعد میں نے اس عورت سے زیادہ احتیاط کرنا شروع کی۔

واقعہ ۱۷ : .... شائستہ خان کوٹکہ سرفراز ہو ید (ضلع بنوں) کہتے ہیں کہ ایک مولوی صاحب جو کہ ہمارے پیش امام تھے اس میں ایک عیب یہ تھا کہ وہ چغل خور تھا۔دوسری

CamScanner

غلط باتیں بھی اس میں موجود تھیں، میں اس کے پیچھے باقاعدگی سے نماز پڑھتا تھا۔ لیکن کافی پریشان بھی رہتا کہ میری نماز کا کیا بنے گا۔ لیکن کسی کو مطلع بھی نہ کیا تھا۔ حتیٰ کہ گل آبا صاحبؒ انہی دنوں میں ایک دینی معاملے کے فیصلہ کیلئے بنوں تشریف لائے ان کے ہمراہ عبدالہادی استاذ بھی تھے، میرا یہ معمول تھا کہ گل آبا صاحبؒ کے نزدیک سو جایا کرتا۔ نماز عشاء کے بعد ہم دونوں سونے کی تیاری میں مشغول تھے کہ گل آبا صاحبؒ نے مجھ سے فرمایا کہ شائستہ خان! امام کے پیچھے مقتدی کی نماز صحیح ہو جاتی ہے اگر امام میں کچھ غلطی ہو تو اس سے اللہ تعالیٰ پوچھے گا۔ جب آپ نے یہ بات کہی تو میرے دل سے یہ پریشانی دور ہو گئی۔ یعنی گل آبا صاحبؒ نے میرے دل کا بھید بتا دیا جس سے آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے آگاہ فرمایا تھا۔

واقعہ ۱۸ : .... حاجی محمد اسرائیل استاذ کر بوغہ والا بیان کرتے ہیں کہ لعل میر نور حسن کا دادا گاؤں مزرین دلن والا فوت ہو گیا تھا۔ گل آبا صاحبؒ کو جنازے کی اطلاع ملی۔ تو اس دن گل آبا صاحبؒ کی گھوڑی موجود نہ تھی۔ گل آبا صاحبؒ چند رفقاء کے ہمراہ جنازے کیلئے پہاڑی راستہ سے پیدل روانہ ہوئے، راستے میں سخت گرمی کی وجہ سے واسکٹ مجھے دے دی، کابلی روپیوں سے بھرپور تھی۔ میں اور میرا دوسرا ساتھی گل آبا صاحبؒ کے حکم سے آگے آگے جا رہے تھے۔ گل آبا صاحبؒ اپنے دیگر رفقاء کے ساتھ آہستہ آہستہ آ رہے تھے۔ راستے میں میرے ساتھی نے خفیہ طور پر مجھ سے کہا کہ گل آبا صاحبؒ کے واسکٹ میں روپے موجود ہیں۔ ہم اگر کچھ روپیہ نکال لیں تو انہیں کوئی پتہ نہیں چلے گا، ہم آپس میں تقسیم کر لیں گے۔ میں نے کہا کہ گل آبا صاحبؒ نے مجھ پر اعتماد کیا ہے ہم روپیہ ہرگز نہیں چرائیں گے۔ بالآخر ہم سب گنڈیری پہنچ گئے۔ نماز ظہر ادا کی۔ نماز کے بعد گل آبا صاحبؒ ہم دونوں کی طرف متوجہ ہو کر بولے کہ واسکٹ سے روپیہ نہ نکالیں، میرے ساتھ زیڑ کمر چلنا، میں تمہیں روپیہ دے دوں گا جب یہ راز کی بات آپ نے کہی تو ہم بہت شرمندہ

ہوئے۔یعنی آپ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا تھا۔

واقعہ ۱۹: .... نصر اللہ خان محلہ تھانی خیل سکنہ کمر مشانی (ضلع میانوالی) بیان کرتا ہے کہ ایک معاملے میں گل آبا صاحبؒ بطور مصلح یعنی صلح کرانے کیلئے جرگہ میں خدوزئی آئے۔ وہاں دو تین قتل کے فیصلے تھے ایک فیصلہ میں ایک فریق نے فیصلہ قبول کرلیا اور اپنے والد کا قاتل بخش دیا (یعنی قصاص کو معاف کر کے دیت لینے پر راضی ہوا) لیکن دوسرے فریق نے کوئی فیصلہ کرنے سے انکار کیا (یعنی دیت میں نہ رقم دیتا تھا اور نہ زمین وغیرہ دینے کیلئے تیار تھا) تو گل آبا صاحبؒ وہاں سے کمر مشانی کے ریلوے اسٹیشن پر آئے۔ وہاں سے ٹکٹ خرید کر گاڑی کے انتظار میں بیٹھے ہی تھے کہ گاڑی آگئی، گاڑی ایک گھنٹہ سے زائد کھڑی رہی بالکل ٹھیک ٹھاک تھی، سٹارٹ ہوتی تھی لیکن چل نہیں پا رہی تھی۔ میں نے وجہ پوچھی کہ کیا بات ہے؟ گل آبا صاحبؒ نے کہا کہ گاڑی نہیں چلے گی، جب تک کہ امیر عبداللہ خدوزئی والا کی خبر مجھے نہیں مل جاتی۔ امیر عبداللہ خدوزئی کا رہنے والا تھا اور دوسرے فریق کے باپ کا قاتل تھا جو کہ کوئی فیصلہ نہیں مانتا تھا۔ کچھ دیر بعد ایک شخص امیر عبداللہ کے مرنے کی خبر لے کر پہنچا، تب وہ یہاں سے سوار ہو کر گھر لوٹے۔

واقعہ ۲۰: ...... نصر اللہ خان کمر مشانی والا بیان کرتا ہے کہ ایک دفعہ علاقہ کالا باغ میں ایک شخص نے کھانے کی دعوت دی۔ اس نے ایک بکری کا بچہ ذبح کیا۔ اتفاق سے آدمی جمع ہوتے ہوتے کافی تعداد بن گئی۔ جب کھانا تیار ہوا تو میزبان نے کہا کہ جناب کھانے کا انتظام میں نے تھوڑا کیا ہے۔ اور آدمی بہت زیادہ ہیں پورا کیسے ہوگا؟ گل آبا صاحبؒ نے اس سے کہا کہ آپ فکر نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ سب کو پہنچائے گا۔ اس کو کہا کہ نمک لاؤ جب نمک لایا تو گل آبا صاحبؒ نے دم کر کے سالن میں ڈالا اور اپنی چادر روٹی پر رکھ دی۔ مہمانوں نے کھانا

شروع کیا تو سب کیلئے کافی ہوا۔ بلکہ بچ گیا اور کافی آدمیوں نے کھایا پھر بھی بچا رہا۔ یعنی اس کھانا میں یہ برکت موقع پر موجود تمام لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لی۔

واقعہ ۲۱: .... نور خان شیخ سکنہ اوچت (کرم ایجنسی) والا کہتے ہیں کہ میں نے ایک دن نماز ظہر کے بعد اپنے گاؤں میں ارادہ کیا کہ انشاء اللہ تعالیٰ کل صبح گل آبا صاحبؒ کو دعا وسلام کیلئے کربوغہ حاضری دوں گا۔ اور آپ سے ایک تعویذ لوں گا، چنانچہ میں دوسرے دن کربوغہ شریف گل آبا صاحبؒ کے ہاں پہنچا، مصافحہ اور گفتگو کے بعد انہوں نے مجھے ایک تعویذ نکال کر دیا اور متبسم ہو کر کہا کہ تمہارے لئے کل ظہر کے وقت تعویذ لکھا تھا یہ لے لو پھر میں نے لے لی۔

واقعہ ۲۲: .... محمد شاہ گڑ زوال کربوغہ بیان کرتا ہے کہ میں چوری کرنے کا عادی تھا۔ جب میں نے گل آبا صاحبؒ سے بیعت کی تو انہوں نے مجھے کہا کہ آپ بکری وغیرہ کی چوری آئندہ نہ کریں۔ البتہ جو ہندو ذمہ نہیں قبول کرتے اس سے کر سکتے ہو۔ ہماری زمین بختی تالاب (حوض) کے پاس واقع تھی میں فصل ''مونگ'' دیکھنے کیلئے وہاں چلا گیا (واضح رہے کہ بختی تالاب کربوغہ میں مغرب کی طرف جنوبی سمت پر بڑے مزرین یعنی ستــــــو مزرین میں واقع ہے اور اس سے آگے خیسری راستہ کے اوپر پہاڑ میں مالا گی تالاب یعنی حوض واقع ہے) تو کیا دیکھتا ہوں کہ مالا گی تالاب کے اوپر شاہ مست ملک کا بیٹا ریوڑ چرا رہا ہے۔ بکریاں دیکھتے ہی میرا خیال بدل گیا۔ میں نے اپنے دل میں سوچا کہ گل آبا صاحبؒ کو کچھ خبر نہ ہوگی۔ اگر آپ نے پوچھا تو کہہ دوں گا کہ میں نے بکری چوری نہیں کی۔ تو میں چوری کی نیت سے روانہ ہوا میں نے دیکھا کہ چرواہا تالاب میں نہا رہا ہے۔ تو میں نے سفید رنگ کی ایک بکری چرا کر پہاڑ کے ایک غار میں داخل ہوا، میں نے دونوں ہاتھوں سے بکری کا گلا خوب مضبوطی

کے ساتھ پکڑا تھا تا کہ آواز نہ نکلے۔ خدائے پاک کا امتحان تھا کہ اس چرواہے سے اسی غار کے اوپر کلہاڑی رہ گئی تھی۔ اسے نہانے کے بعد کلہاڑی یاد آئی اور وہ غار کے اوپر آیا۔ جب غار پر کھڑا ہوا تو نیچے سے غار میں کچھ دبی ہوئی آواز سن کر غار میں داخل ہوا۔ تو اس نے دیکھا کہ میں نے بکری پکڑے ہوئے ہے جس کا سانس پھولا ہوا ہے۔ مجھے دیکھ کر گالی دی کہ تم ہماری بکری چراتے ہو۔ میں نے کہا کہ یہ درسمند سے چوری کی ہے یہ تمہاری نہیں ہے لیکن اس نے اپنی بکری پہچان لی۔ جب میں نے سمجھ لیا کہ کام نہیں چلتا تو میں نے اس سے کہا کہ تمہیں اور بکری دونوں کو ذبح کرتا ہوں یا ایک شرط پر بکری دے دیتا ہوں کہ تم قرآن مجید پر حلف اُٹھاؤ کہ میں کسی کو کچھ نہیں بتاؤں گا۔ اس نے قسم کھائی تو میں نے بکری اس کے حوالے کردی۔ میں اپنے گھر واپس آیا لیکن چند دن تک میرے دل میں پریشانی تھی، کہ ایسا نہ ہو کہ اس نے اپنے گھر والوں کو بتا دیا ہو۔ کیونکہ ان سے ہماری دوستی تھی میں ان سے کافی شرمندہ ہو رہا تھا لیکن جب مجھے یقین ہوا کہ اس لڑکے نے چوری کا واقعہ گھر والوں کو نہیں بتایا ہے۔ تو چوتھے دن میں' صاحب مبارکؒ کی مسجد میں نماز عصر ادا کرنے کیلئے چلا گیا۔ وہاں نماز باجماعت ادا ہو چکی تھی۔ میں نے اکیلے نماز پڑھی۔ نماز کے بعد گل آبا صاحبؒ نے مجھے اشارہ کر کے بلایا۔ گل آبا صاحبؒ شمال کی طرف مسجد کے دروازے کے باہر بیٹھے ہوئے قرآن شریف کی تلاوت فرما رہے تھے۔ اور محمد رضا شیخ آپ کے کندھے دبا رہے تھے۔ جب ان کے پاس پہنچا تو گل آبا صاحبؒ کہنے لگے کہ صاف حال بیان کرو۔ میں نے کہا کہ نہیں صاحب کوئی بات نہیں۔ آپؒ نے دوبارہ کہا کہ تم جھوٹ بولتے ہو۔ میں نے پھر کہا کہ چوری نہیں کی ہے۔ تیسری بار بڑے غصہ کے ساتھ بولے حتیٰ کہ گل آبا صاحبؒ کا سانولہ رنگ زرد ہو گیا۔ تو میں نے از روئے خوف وڈر کہا کہ صاحب! معمولی خلاف ورزی کی ہے۔ لیکن چوری نہیں کی

ہے۔ پھر گل آبا صاحبؒ نے متبسم ہو کر مجھے کہا کہ سمجھ گیا یا نہیں؟ میں نے کہا کہ ہاں صاحب! سمجھ گیا پھر میں نے سارا واقعہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا۔ میں نے کہا کہ آپ کے فرمان کی خلاف ورزی کا نتیجہ محرومی کی صورت میں سامنے آیا اور ان شاء اللہ آئندہ کیلئے کبھی یہ کام نہیں کرونگا۔ محمد شاہ کہتا ہے کہ ابھی تک اس واقعے کے بعد میں نے چوری نہیں کی ہے۔ حالانکہ میں بڑا بدمعاش تھا۔ یہ گل آبا صاحبؒ کی کرامت تھی۔

واقعہ ۲۳: .... حاجی حضرت گل کربوغہ والا بیان کرتا ہے کہ میں ایک دفعہ علاقہ بنگش کے گاؤں نوی کلے گیا تھا۔ حاجی دوران کے ہاں قیام ہوا، اثنائے مجلس میں گل آبا صاحبؒ کے متعلق گفتگو شروع ہوئی۔ حاجی دوران بولا کہ گل آبا صاحبؒ کی کرامت ہم نے خود دیکھی ہے اور یہ واقعہ بیان کیا کہ ہمارے گاؤں میں ایک شخص کے لڑکے کو پھانسی کا حکم ہوا تھا وہ بہت زیادہ غمگین تھا۔ تقریباً تین دن پھانسی کیلئے باقی تھے۔

میں نے کہا کہ آؤ ہم گل آبا صاحبؒ سے دعا مانگیں۔ اس نے کہا کہ پھانسی کا حکم ہو چکا ہے، پھر دعا کا کیا معنیٰ؟ آخر کار کافی اصرار کے بعد میں نے ان کو کربوغہ روانہ کیا۔ جب ہم کربوغہ پہنچے تو گل آبا صاحبؒ کے ساتھ ملاقات کر کے ہمارا ساتھی زمین پر بیٹھ گیا۔ وہ بوجہ رنج و غم کچھ نہ بول سکتا تھا۔ گل آبا صاحبؒ نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ اس پر کوئی ظلم ہوا ہے؟ میں نے بتایا کہ صاحب! اس کے بیٹے کو پھانسی کا حکم ہو گیا ہے۔ تاریخ بھی متعین ہو چکی ہے۔ تو گل آبا صاحبؒ نے کہا کہ ان کی تاریخ سیشن جج کے ساتھ نہیں بلکہ اس اللہ تعالیٰ کے پاس ہے جس نے ان کو پیدا کیا ہے۔ آپ افسردہ نہ ہو، خدا تعالیٰ اسے اپنے فضل و کرم سے رہا کر دیگا۔ جب صبح ہوئی تو صاحب مبارکؒ کے مزار پر گل آبا صاحبؒ نے اللہ تعالیٰ کے حضور میں دعا مانگی اور ہم سے کہا کہ تم دونوں جاتے وقت ''کانڈے خلے'' (کربوغہ میں ایک جگہ کا

نام ہے) تک ادھر پیچھے منہ مڑ کے نہ دیکھو یعنی سیدھے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ ان کو رہائی دلا دے گا۔ اگر تم نے جائے مذکورہ تک جانے میں ادھر کربوغہ کی طرف منہ پھیرا تو قصور تمہارا ہوگا۔ ہم بولے کہ صاحب! ہم ضرور آپ کے فرمان پر عمل کریں گے۔ چنانچہ ہم نے گل آبا صاحبؒ سے رخصت ہو کر "کانڈے خلے" تک کربوغہ کی طرف نہ دیکھا۔ جاتے جاتے ہم اپنے گاؤں کو پہنچ گئے۔ حاجی دوران بتاتا ہے کہ ہم سب یعنی وہ آدمی اور میں بھی ان کے رشتہ داروں کے ہمراہ عدالت سیشن جج کوہاٹ چلے گئے۔ سرکاری وکیل نے ہمیں پرچہ دیا اور کہا کہ کل صبح آٹھ بجے آخری ملاقات کیلئے حاضر ہو جانا پھر پھانسی ہوگی۔ تو ہم سب رونے لگے جب ہمارے وکیل نے اس پرچہ کو پڑھا تو اسمیں صبح آٹھ بجے رہائی لکھی تھی۔ تو اس نے سرکاری وکیل سے کہا کہ ادھر آؤ۔ جب وہ آیا تو اس پر غصہ ہوا اور کہا کہ اس میں رہائی کا حکم ہوا ہے۔ آپ نے پھانسی کا حکم کیوں سنایا۔ اس نے کہا کہ سیشن جج سے یہی تعمیل حکم ہے۔ تو دونوں سیشن کے ہاں داخل ہوئے۔ اس کو ہمارے وکیل نے عرض کی کہ ملزم کو پھانسی کا حکم دیا گیا ہے؟ سیشن جج نے کہا کہ ہاں۔ ہمارے وکیل نے پرچہ دکھایا۔ تو اس میں لکھا تھا کہ صبح آٹھ بجے رہائی ہوگی۔ سیشن جج نے کہا کہ میں نے خود اپنے ہاتھ سے پھانسی لکھی تھی۔ لیکن اس میں تو اب واقعی رہائی لکھی ہے۔ شاید اس میں اللہ تعالیٰ کا کوئی راز ہے لہٰذا اس ملزم کو رہا کر دیا جائے، چنانچہ ہم سب وہاں سے بخوشی گھر واپس لوٹے۔

واقعہ ۲۴: .... حاجی بوستان گلی شئی قوم مسعود بیان کرتا ہے کہ ماہ رمضان کے ختم قرآن کیلئے ہمارے علاقے سے لوگ کربوغہ گئے تھے، میں گھر پر موجود نہ تھا۔ ایک دو دن میں میں اور نور الدین ولد محمد خان روانہ ہوئے۔ ہم دوآبہ سے پیدل روانہ ہوئے تو نور الدین نے تمنا کی کہ کربوغہ پہنچنے پر ہم کو دودھ والی چائے تین، تین کپ مل جائے اور ساتھ روٹی بھی ہو۔

میں نے کہا کہ کربوغہ میں کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔ تمہارا پیٹ بھر جائیگا۔ جب ہم مسجد پہنچے تو گل آبا صاحبؒ علماء کے ساتھ مسجد میں بیٹھے کتاب کی عبارت پڑھ رہے تھے۔ ہمارے گاؤں کے ایک آدمی نیک محمد نے کہا کہ صاحب! دیکھو بوستان آگیا۔ گل آبا صاحبؒ نے مصافحہ کرکے کہا کہ ایک منٹ صبر کرو پھر چلیں گے۔ میں نے نیک محمد سے پوچھا کہ تم نے کیوں کہا کہ "صاحب! دیکھو بوستان آگیا"۔ اس نے کہا کہ آج گل آبا صاحبؒ نے کئی دفعہ کہا کہ بوستان آئیگا۔ آپؒ علمائے کرام سے فارغ ہونے کے بعد میرا ہاتھ پکڑ کر مہمان خانے کو لے گئے، اور خود سیدھے گھر تشریف لے گئے۔ ہم مہمانوں کیساتھ بیٹھ گئے، بیشمار لوگ جمع تھے۔ تھوڑی دیر میں لنگر کے خدام نے بڑے بڑے بلغمی پیالے بھر کر لوگوں کو سبز چائے دینا شروع کی۔ ایک خادم نے آواز دی کہ بوستان مسعود اور اس کا ساتھی اور فلاں بنوچی کہاں ہیں؟ میں اور بنوچی جو کہ میرے ساتھ ہی بیٹھا تھا ہم دونوں نے آواز دی۔ خادم نے تین کپ اور سیاہ چائے (دودھ والی) کی الگ چائینک رکھ کر کہا کہ یہ چائے تم تینوں کیلئے ہے۔ اتنے میں دوسرے خادم نے گرم روٹی لاکر رکھ دی اور کہا کہ یہ بھی تمہارے لئے ہے۔ میں نے نورالدین کو کہا کہ دودھ کی چائے اور روٹی آپ نے کہا تھا کہ تین' تین کپ۔ لیکن زیادہ پیو۔ بنوچی نے کہا کہ اتنے مہمانوں میں مجھے اس لئے تمہارے ساتھ اس خاطر و تواضع میں ملایا کہ براستہ گر گری پیدل آیا ہوں' آج سویرے سے میں نے کچھ کھایا پیا نہیں ہے۔

واقعہ ۲۵: .... میرزا خان نائب صوبیدار دل خیل کربوغہ والے بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ گل آبا صاحبؒ جھنڈ ولہ تشریف لائے تھے، رات ہمارے قلعے میں مصلی خان صوبیدار و جلات خان ماموں بانڈے والے کے ساتھ گزاری۔ میں نے دوپہر کے کھانے کیلئے ایک بکرا خریدا۔ جب صبح ہوئی تو میں گل آبا صاحبؒ کے ہاں چلا گیا اور آپ سے عرض

کیا کہ روٹی کا بندوبست میں نے کیا ہے۔آپؒ نے فرمایا کہ تمہارا اخلاص مجھے معلوم ہے لیکن میں نہیں ٹھہر سکتا، تمہاری حکومت کا معاملہ ہے شاید ایسی اطلاع آجائے کہ تم بھی ناراض ہوگے۔لہٰذا بنوں جاتا ہوں اگر کوئی حادثہ پیش آجائے تو بنوں مسلم لیگ دفتر میں ٹیلیفون کردینا، میں وہاں حاضر ہونگا۔

بالآخر آپ کو ہم نے رخصت کر کے واپس قلعے آگئے،تو کچھ دیر بعد موضع ''سروکی'' سے وائرلیس کے ذریعے اطلاع ملی کہ آپ تمام ملیشا والے ''شہور تنگی'' پہنچیں۔وہاں ہندوؤں اور سکھوں کو لوگوں نے گرفتار کیا ہے،اُن کو رہا کرائیں۔چنانچہ ہم نے وہاں پہنچ کر دیکھا کہ سیکھوں وغیرہ سے لوگوں نے لوٹ مار شروع کی ہوئی ہے۔ہم نے کافی جانفشانی سے سیکھوں کو اُن سے رہا کرایا۔اس کوشش میں ہمارے تین آدمی بھی مارے گئے باقی بخیریت واپس قلعے آگئے۔میں نے گل آبا صاحبؒ کو فون کر کے واقعہ کی تفصیل بیان کی۔پھر گل آبا صاحبؒ نے اُن کے حق میں دعائے مغفرت کی۔

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے گل آبا صاحبؒ کو بطور الہام آگاہ کیا تھا کہ ایسا واقعہ پیش آئیگا۔جب ہم نے یہ حادثہ دیکھا تو ہم گل آبا صاحبؒ کی بزرگی وولایت کے اور بھی معتقد ہوگئے۔

واقعہ ۲۶: .... نور جلیل ولد عبدالجلیل خاٹو کلے سکنہ کربوغہ بتاتے ہیں کہ سیال خان ولد خدی خان سکنہ سروزئی ہمارا رشتہ دار ہے۔انہوں نے ہم سے ایک واقعہ بیان کیا کہ میری دشمنی تھی۔میں ایک دن گل آبا صاحبؒ کے پاس دعا کے واسطے حاضر ہوا، آپ کے ساتھ کافی دیر تک گفتگو ہو رہی تھی۔جب میں نے گل آبا صاحبؒ سے رخصت ہونے کی اجازت طلب کی تو انہوں نے اجازت نہ دی۔آخر میری طرف سے اصرار پر گل آبا صاحبؒ

نے مراقبہ کیا' سر اُٹھا کر مجھے پہاڑ میں ایک جگہ کا نام بتایا کہ جب آپ وہاں پہنچ جائیں تو عمومی وجاری راستے سے مڑ کر دوسرے راستے سے احتیاط کیساتھ جائیں ۔سیال خان کہہ رہے تھے کہ جب میں اسی جگہ پہنچ گیا تو گل آبا صاحبؒ کے کہنے کے مطابق عمل کیا۔ جب میں نے کچھ مسافت طے کی تو کافی پیچھے سے ہمارے دشمنوں نے آواز دی کہ سیال خان ! آپ کا بخت بیدار ہے' ہم سے بچ گئے ،صدقہ وخیرات کرو۔اس واقعہ کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہمارے درمیان صلح ہوگئی۔

واقعہ ۲۷ : .... میرے والد محترم حاجی سلطان محمد صاحب فرماتے ہیں کہ گل آبا صاحبؒ مرض کی حالت میں کوہاٹ میموریل ہسپتال میں داخل تھے۔میں بھی اُن کے ساتھ تھا لوگ بیمار پرسی کیلئے آرہے تھے جن کیلئے ہم نے ایک جگہ کرایہ پر لی تھی ،لیکن جب مہمان زیادہ ہوتے تو ٹھیکیدار خان محمد صاحب کے ہاں بھیجواتے تھے۔چنانچہ ایک دفعہ میں مہمانوں کے ساتھ ٹھیکیدار صاحب کی جگہ گیا' وہاں نماز عشاء کے بعد حافظ فتح محمد اور شمس عالم آگئے۔مجھے کہا کہ سونا نہیں ،ہم سب ایک ایک سورت قرآن پڑھیں گے پھر سوئیں گے۔ان دونوں نے سورتیں پڑھیں ،جب میری باری آئی تو بسم اللہ پڑھ کر گھبرایا ،چند بار اس طرح شروع کیا لیکن گھبراہٹ کے مارے سورت نہ پڑھ سکا۔آخر کار بستر پر لیٹتے ہی غور وفکر شروع کیا کہ یہ ساری غلطی والد صاحب گل آبا صاحبؒ کی ہے۔کیونکہ انہوں نے مجھے کبھی نہیں کہا کہ لوگوں کے سامنے بھی تلاوت کرے تا کہ آموختہ وعادی ہو جاتا۔جب صبح ہوئی تو ہم گل آبا صاحبؒ کے ہاں چلے گئے۔آپؒ سے مہمان رخصت ہونے لگے تو ایک آدمی نے کہا کہ گل آبا صاحبؒ ! دعا کریں۔تو آپؒ نے فرمایا کہ ذرا صبر کرو اور مجھے کہا کہ ایک سورت پڑھو،والد صاحب کہتے ہیں کہ میں نے" للہ ما فی السموات " کی سورت اچھی طرح

پڑھی اور بالکل نہیں گھبرایا۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے گل آبا صاحبؒ کو میری رات والی بات سے آگاہ فرمایا تھا۔

واقعہ ۲۸: .... مولوی شاہجہان سکنہ ٹانک بیان کرتے ہیں کہ میں گل آبا صاحبؒ کی تیمارداری کیلئے آپ کے ہاں کوہاٹ میموریل ہسپتال میں موجود تھا۔ صاحب کیلئے لوگ کافی عطیات وتحائف لاتے تھے جو اکثر میرے زیرنگرانی ہوتے تھے۔ اس وجہ سے بعض تیماردار یہ ناگوار سمجھتے تھے کیونکہ اُن کو ان تحائف وغیرہ میں دخل اندازی کا موقع نہیں مل سکتا تھا۔ میں اس کی وجہ سے دل ہی دل میں کافی تنگ آچکا تھا۔ میں اکثر رات گزارنے کیلئے ٹھیکیدار پیر محمد جنگل خیل کے ہاں چلا جاتا صبح پھر ہسپتال حاضر ہوجاتا۔ لہٰذا ایک دن اکیلا صبح صادق سے قبل جبکہ میں جامع مسجد چشمے کی طرف جارہا تھا، میری زبان سے بے اختیار یہ الفاظ نکل گئے کہ اے خدائے ذوالجلال! تو علیم بذات الصدور ہے، میں یہاں صرف اس واسطے رہتا ہوں کہ صاحب کی میرے ساتھ محبت ہے اور میری بھی آپؒ کے ساتھ للہ محبت ہے اور غرض میری نہیں۔ یہ لوگ مجھے کیوں تنگ کررہے ہیں؟ جب صبح کی نماز کے بعد میں ہسپتال پہنچا تو کھڑکی میں سے دیکھ کر گل آبا صاحبؒ نے اشارہ کیا کہ جلدی آجاؤ! جب میں اُن کے کمرے میں داخل ہوا، تو مجھے کہا کہ تجھ کو میں نے ہی اپنے ساتھ ٹھہرایا ہے۔ دوسرے لوگوں کی پرواہ مت کرو۔ الحاصل اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپؒ میری خفیہ بات پر الہاماً وکراماتاً باخبر ہوچکے تھے۔ تو صاحب سے اس گفتگو کے بعد میرے دل سے تنگی دور ہوئی۔

واقعہ ۲۹: .... جنت گل ٹولہ منگلی (ضلع میانوالی) بیان کرتا ہے کہ میرے والد صاحب نے ہمیں یہ واقعہ سنایا تھا کہ ایک دفعہ ٹولہ منگلی سے ایک قافلہ جو تیرہ (۱۳) آدمیوں پر مشتمل تھا، کربوغہ شریف کو برائے ملاقات گل آبا صاحبؒ روانہ ہوا۔ جب وہاں پہنچا تو اس

وقت گل آبا صاحبؒ سپین وام تشریف لے گئے تھے۔ٹولہ منگلی کے آدمیوں نے آپس میں مشورہ کیا اور سپین وام کو روانہ ہو گئے۔''شوہ'' کے مقام سے آگے ایک درہ ہے جہاں ہمیشہ ڈاکو لوٹ مار کرتے تھے، جب یہ قافلہ وہاں پہنچا تو وہاں ڈاکوؤں کو دیکھا جو کہ ہتھیار باندھے ہوئے تھے۔وہ بولے کہ کھڑے ہو جاؤ! آگے جانے کی اجازت نہیں۔وہ سب کے سب کھڑے ہو گئے۔ڈاکوؤں نے تلاشی شروع کی۔لیکن اُن کو کچھ نہ ملا، حالانکہ سب کے پاس رقم موجود تھی یعنی خالی ایک بھی نہیں تھا۔لُٹیروں نے کہا کہ تم جاؤ۔جب قافلہ سپین وام پہنچ گیا۔ وہاں گل آبا صاحبؒ سے ملے۔تو آپؒ نے پوچھا کہ راستے میں کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی۔ مریدوں نے آپؒ کو لٹیروں کا واقعہ بیان کیا۔تو گل آبا صاحبؒ نے مسکرا کر کہا کہ اللہ تعالیٰ ایسے بدفعلوں کو اندھا کرتے ہیں کیونکہ اس وقت ڈاکو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اندھے ہو گئے تھے کہ رقم سب کے ساتھ جیبوں میں موجود تھی۔لیکن ان کو نظر نہ آئی۔

واقعہ ۳۰ : .... رنگین مُلا صاحب اور دوسرے حضرات بیان کرتے ہیں کہ ہمارے علاقے طورہ وڑی تپہ پیاؤخیل میں ایک خوب صورت عورت مسماۃ مغلہ رہتی تھی وہ بچپن ہی سے لنگڑی تھی وہ بیچاری گھسٹ گھسٹ کر چلتی تھی اس معذوری کی وجہ سے یکے بعد دیگرے کئی شوہر اس کو طلاق دے چکے تھے۔

بالآخر طوراوڑی میں ایک شخص مسمیٰ وزیر شاہ خدوخیل کے ساتھ نکاح ہوا۔ایک دن کسی حاجت کیلئے ٹل روانہ ہوگئی۔کرایہ کے گدھے پر سوار ہو کر دوآبہ ریلوے اسٹیشن پہنچ گئی۔وہاں لوگوں کا مجمع دیکھا پوچھنے پر معلوم ہوا کہ گل آبا صاحبؒ یہاں تشریف فرما ہیں تو خوش ہو کر دعا کیلئے گھسٹتی ہوئی ان کے سامنے آئی۔اس کی آغوش میں ایک بچہ بھی تھا۔گل آبا صاحبؒ سے کہا کہ میں وہ عورت ہوں جس کا خاوند زریاب وچھپری کے جھگڑے میں قتل ہو چکا ہے اور یہ بھی کہا کہ میری معذوری دیکھیں میرے

لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ یہ محتاجی دور فرمائیں۔

گل آبا صاحبؒ نے سب مجمع کے ساتھ دعا مانگی اور اس عورت کو ایک لاٹھی ہاتھ میں دی اور فرمایا کہ ذرا ہمت کر کے اُٹھو۔ وہ بیچاری بولی کہ میں اُٹھ نہیں سکتی۔ گل آبا صاحب نے پھر کہا کہ ذرا ہمت کر کے اُٹھو۔ وہ ہمت کر کے اُٹھ گئی، گل آبا صاحبؒ نے پھر کہا کہ کچھ ہمت کر کے قدم اُٹھاؤ۔ وہ بولی کہ میں چل نہیں سکتی۔ گل آبا صاحبؒ نے فرمایا کہ ذرا قدم اُٹھاؤ۔ تو وہ آہستہ آہستہ چلنے لگی۔ پھر گل آبا صاحبؒ نے کہا کہ اگر ہو سکے تو اپنے گھر کو اس طرح پیدل چلی جاؤ۔ لہٰذا وہ عورت گل آبا صاحبؒ کے فرمان کے مطابق آہستہ آہستہ کبھی بیٹھتی اور کبھی چلتے ہوئے گھر پہنچ گئی۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے گل آبا صاحبؒ کی دعا کی برکت سے اُن کی معذوری دور فرمائی اور کچھ عرصہ وہ عصا کے ذریعے چلتی پھرتی تھی، بعد میں وہ بھی رکھ دی پھر بغیر لاٹھی کے اپنی زندگی کے دن گزارتی رہی۔ اور اس عورت نے گل آبا صاحبؒ کی طرف سے عطاء کیا ہوا عصا تبرکاً محفوظ رکھا تھا۔ وہ اپنے علاقے میں ''گڈہ مغلہ'' کے نام سے مشہور تھی۔

واقعہ ۳۱: .... زکیم خان ولد سمندر خان طورہ وڑی والا کہتا ہے کہ مورخہ ۱۱/ مارچ ۱۹۴۳ء کو میں والد صاحب کے ساتھ گل آبا صاحبؒ کے ہاں دعا کے واسطے کربوغہ جا رہا تھا۔ کسی نے کہا کہ گل آبا صاحبؒ دوآبہ کے سٹیشن پر کھڑی ریل گاڑی میں تشریف فرما ہیں۔ ہم وہاں چلے گئے تو گل آبا صاحب نے ڈبے سے میرے والد صاحب کو آواز دی کہ سمندر خان میں ادھر بیٹھا ہوں۔ تو کدھر جا رہا ہے؟ والد صاحب نے عرض کی کہ میرے بیٹے غفور خان کی شادی ہے۔ میرے پاس کوئی رقم نہیں کئی لوگوں سے قرض مانگا لیکن نہیں ملا۔ آپ صاحب کے ہاں کربوغہ جا رہا تھا کہ آپ دعا کریں یا رقم دیدیں۔ تو گل آبا صاحب نے ان کو کہا کہ گھر جاؤ آپ کا کام ہو چکا ہے۔ کئی دفعہ میرے والد صاحب نے یہ عرض کیا لیکن گل

آبا صاحب یہی جواب دیتے رہے کہ جاؤ آپ کا کام ہو چکا ہے۔ آخر ہم واپس گھر آ پہنچے تو کیا دیکھتا ہوں کہ ہمارے بیٹھک میں میرے والد صاحب کے دوست، محمد حسن وخانچن ہندو بیٹھے تھے۔ ہم نے ان کے ساتھ مصافحہ کیا اور پھر آنے کی وجہ پوچھی محمد حسن نے کہا کہ یہ سولہ سو (۱۶۰۰) روپے آپ کیلئے لائے ہیں تا کہ شادی کے اخراجات میں لگائیں۔ جب ہم نے یہ دیکھا تو بہت متحیر ہوئے حالانکہ ہم نے ان دونوں سے اس کے متعلق کوئی گفتگو نہیں کی تھی اور ہم نے اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا اور گل آبا صاحب کی بزرگی کے مزید معتقد ہو گئے۔

واقعہ ۳۲: .... زکیم خان ولد سمندر خان ایک اور واقعہ بتاتا ہے کہ بھوٹان صاحبؒ فوت ہوئے تھے گل آبا صاحبؒ فاتحہ خوانی کے واسطے جارہے تھے۔ لہٰذا طورہ وڑی سے میں بھی آپ کے ہمراہ ہو گیا۔ طورہ وڑی میں ایک شخص نے گل آبا صاحبؒ سے کہا۔ کہ ماموزئی کے فلاں شخص کے پاس ہمارے بیل کے بارے میں پوچھیں ہمیں کسی نے بتایا ہے کہ اسی نے چوری کی ہے۔ لہٰذا جب ہم ماموزئی پہنچے تو اس آدمی سے دریافت کیا لیکن وہ منکر ہو گیا کہ میں نے چوری نہیں کی۔ (*) گل آبا صاحب نے اپنے خادم مضانور سے کہا کہ بیل چاول کے کھیت میں چر رہا ہے، اسے لے آؤ۔ چنانچہ آپؒ کے فرمان کے مطابق مضانور اس کھیت کی طرف چلا گیا اور وہاں سے بیل پکڑ کر لے آیا پھر اس آدمی نے گل آبا صاحب سے معافی مانگی۔

زکیم خان مزید بتاتا ہے کہ واپسی پر وہ بیل ہم نے بحفاظت لا کر مالک کے حوالے کر دیا۔ وہ رات ماموزئی میں گذاری۔ صبح وہاں سے روانہ ہو کر پہاڑ میں جارہے تھے کہ بادل آئے اور بارش ہی کے ساتھ ژالہ باری بھی شروع ہو گئی۔ گل آبا صاحب نے ماموزی کے ایک آدمی سے پوچھا کہ اس پہاڑ میں پھل دار درخت تو نہیں ہیں۔ وہ بولے کہ نہیں تو پھر گل آبا صاحب نے

(*) اس شخص نے گل آبا صاحبؒ کو اس واسطے کہا کہ ہم سے انکار کریں گے اور گل آبا صاحبؒ کو ضرور دیں گے۔

دعا مانگی اور اس پہاڑ کی طرف اُنگلی سے اشارہ کیا کہ یا اللہ اس پہاڑ پر اولے برسا اور ہمیں بچا۔
چنانچہ یہ کہنا تھا کہ ہم سے اللہ تعالیٰ نے بارش اور اولے اُٹھالئے اور اس پہاڑ پر بارش اور اولے برستے رہے۔ہم تمام ساتھیوں نے یہ کرامت بچشم خود دیکھی۔

واقعہ ۲۳: .... حاجی فضل دین گاؤں حاجی سید غلام کربوغہ والا بیان کرتا ہے کہ ہم چند آدمی کالاباغ کی نہر کی تعمیر کے دوران مزدوری کے لئے براستہ چچالی پیدل جارہے تھے۔ ہمارے اکثر ساتھی فوت ہوچکے ہیں اور حاجی سور گل، حاجی نور حبیب اور حاجی گلزار زندہ ہیں۔ جب ہم کالاباغ کی حدود میں داخل ہوئے تو راستے میں ہم سے ایک آدمی نے پوچھا کہ کہاں سے آئے ہو؟ ہم نے جواب دیا کہ کربوغہ شریف سے آئے ہیں۔وہ بولا کہ گل آبا صاحب ٹولہ منگلی گاؤں میں مقیم ہے۔جب ہم نے یہ سُنا تو بہت خوش ہوئے ہم تمام ساتھی گل آبا صاحب کی ملاقات کیلئے روانہ ہوگئے۔راستہ میں ہم باتیں کررہے تھے۔کوئی کہتا کہ اگر گل آبا صاحب ہمیں آٹھ (۸) روپے دیدیں، کسی نے کہا کہ اگر سات روپیہ دیدیں تو اچھا ہوگا۔بالآخر ہم سب تین روپے پر متفق ہوگئے۔کہ گل آبا صاحب ہم سب کو مشترکہ طور پر تین روپے دیدیں تو اچھا ہوگا۔بعد میں شریف خان جو کہ گل آبا صاحب کا بھانجا تھا نے کہا کہ مجھے علیحدہ ایک روپیہ مل جائے تو اچھا ہوگا۔

لہٰذا ہم گل آبا صاحب کے ہاں عصر کے وقت پہنچے تو آپ ٹولہ منگلی کے جامع مسجد میں تشریف فرما تھے۔بہت پیار و محبت کے ساتھ ہم سے ملے وہاں ہم نے آپکے ہمراہ رات گذاری۔صبح کے وقت ایک آدمی سے کہا۔کہ ان کیلئے دوپہر کی روٹی تیار کرو۔لہٰذا ہم نے روٹی کھائی تو رخصت ہوتے وقت ہم سب کو مشترکہ طور پر تین روپیہ دئے۔کہ یہ آپ کی دعوت (ثبت) ہے۔پھر اپنی جیب سے شریف خان کو سکے دئے کہ یہ تمھارے لئے علیحدہ ہیں۔

CamScanner

وہاں سے ہم روانہ ہوئے جب ہم نے شریف خان کے پیسے گنے جو کہ مختلف سکوں پر مشتمل تھے (بعض تین پیسے بعض ایک پیسہ بعض چھ پیسے) تو تمام کے تمام کل ایک روپیہ بنا۔ جب ہم نے یہ دیکھا تو بہت حیران ہوئے۔

واقعہ ۳۴: .... میرے چچا خادم محمد بیان کرتے ہیں کہ بھائی برہان الدین صاحب نے ایک کنواں کھودوایا تھا۔ جو کہ مشہور بہ ''مصلی کنواں'' تھا۔ اس میں ۳۰ آدمی کام کرتے تھے۔ مزدوروں کے لئے ایک دن دوپہر کے کھانے کے وقت ہمارے گھر سے تیس عدد روٹیاں یعنی فی آدمی کیلئے ایک ایک روٹی لائی گئی۔ اچانک اسی وقت گل آبا صاحبؒ باہر سے تشریف لائے تو سیدھا کنویں پر آ گئے۔ آپ کے ساتھ تقریباً پچاس مہمان بھی تھے۔ تو آپ نے کہا کہ سب سے پہلے کنویں والے لوگوں کو کھانا دو۔ اور گل آبا صاحبؒ نے ہر روٹی کے چار چار ٹکڑے کر دئے۔ پھر اس پر اپنی سفید چادر ڈال دی۔ ان لوگوں کو بیٹھا دیا گیا۔ اور ترکاری وغیرہ ان کے سامنے رکھی گئی۔

آپ کنویں والوں کو روٹی خود دیتے رہے حتیٰ کہ انہوں نے خوب سیر ہو کر روٹی کھائی تو پھر مہمانوں کو بیٹھا دیا گیا۔ انہوں نے بھی خوب سیر ہو کر کھانا کھایا۔ پھر کربوغہ کے لوگوں نے بھی آ کر کھانا کھایا۔ لیکن پھر بھی روٹی بچ گئی۔ اس کے بعد کربوغہ کے مصلی خان نے ان بقایا قطع شدہ ٹکڑوں کو گنا تو اس مجموعہ سے کل پندرہ روٹیاں بن گئیں یعنی کھانے میں برکت الٰہی سب حاضرین نے بچشم خود دیکھا۔

واقعہ ۳۵: .... طالب جان ولد گل خان شیخ سکنہ زیڑی ساغر خیل ضلع میانوالی کا بیان ہے کہ میرے والد صاحب گل آبا صاحبؒ کے خاص مرید تھے میں نے گل آبا صاحبؒ کو دیکھا نہیں تھا جب گل آبا صاحبؒ دورے پر آئے تو والد صاحب نے مجھے اور میرے دو

بھائیوں کو گل آبا صاحبؒ کے سامنے دعا کیلئے پیش کیا جب ہم پیش ہوئے تو والد صاحب نے دعا کے درخواست کی۔گل آبا صاحبؒ نے دعا نانگی پھر گل آبا صاحبؒ نے میرے ھاتھ کو مضبوطی سے پکڑا اور خفیہ کہا آپ نے جو دل میں بُرا ارادہ اور نیت کی ہے اُسے دل سے نکال دے۔میں نے اُس ارادے کے بارے میں کسے کو بتایا نہیں تھا جب گل آبا صاحبؒ نے مجھے یہ الفاظ کہے تو میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور میں نے اُس بُرے ارادے سے توبہ کرلی۔ابھی میری عمر سو سال سے زیادہ ہے اور میں سوچتا ہوں اگر میں اس چیز کا اقدام کرتا تو اس کے وجہ سے ہم بڑے دشمنی میں مبتلا ہو جاتے یہ گل آبا صاحبؒ کے کرامت تھی کہ ہم بڑی دشمنی سے بچ گئے۔

واقعہ ۳۶: ......ڈاکٹر نورمست اف ناصری وانڈہ ضلع میانوالی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ گل آبا صاحب ہمارے علاقے تشریف لائے ہوئے تھے ہمارے والد صاحب علی مست نے گل آبا صاحب کیلئے عشاء کے کھانے کا اھتمام کیا تھا میرے بھائی زرمست نے دل میں کہا کہ کاش گل آبا صاحب میرے چارپائی پر بیٹھ کر سورہ ملک جہراً تلاوت فرماتے لہذا روٹی کھانے کے بعد میرے چارپائی پر بیٹھ کر کسی سے فرمایا کہ قرآن پاک لے کر آو لہذا گل آبا صاحب نے سورہ ملک جہراً تلاوت فرمائی اور میرے بھائی کی دلی تمنا پوری ہوگئی۔ میرے بھائی کی چارپائی پر

واقعہ ۳۷: ......سرور جان ولد حاجی اکبر جان سکنہ درانی کرم ایجنسی کا بیان ہے کہ میرے بھائی سلطان جان نے پاگل پن کے وجہ سے قتل کیا تھا لہذا اس سلسلے میں گل آبا صاحب صلحہ کروانی کیلئے تشریف لے آئے میرے والد صاحب گل آبا صاحبؒ کے ہر فیصلہ کو ماننے کیلئے تیار تھے لیکن مقتول کے ورثاء نے کسی کے شیطانت کے وجہ سے گل آبا صاحب کے فیصلہ کو ماننے سے انکار کیا تو گل آبا صاحب کچھ دیر مراقبہ ہوئے بعد ازاں فرمایا کہ انشاءاللہ

یہ معاملہ بکن گاؤں والے جیسا معاملہ ہوگا۔ وہ اس طرح تھا کہ بکن گاؤں میں ایک شخص نے چوری کی تھی بالآخر وہ معلوم ہونے کے بعد گرفتار ہوا تو چور نے پی اے کرم ایجنسی کو اقرار کیا کہ میں نے دس ہزار روپے چوری کی تھی جس میں نو ہزار گھر والوں پر بوجہ غربت خرچ کیے صرف ایک ہزار روپیہ رہ گئے ہے یہ ایک ہزار روپیہ مالک کو واپس کر دے اور نو ہزار کے بدلے مجھے قید کیا جائے چنانچہ پی اے نے ایک ہزار روپیہ مالک کو واپس کر دے اور چور کو سچ کہنے پر رہا کیا۔ چونکہ چند دن کے بعد مقتول کے خون بہا کا عوض ایک ہزار روپیہ رکھا گیا اور میرے بھائی سلطان جان کو رہا کر دیا گیا، اور سارے علاقے کے لوگ تعجب میں پڑھ گئے۔

واقعہ ۳۸:..... سرور جان ولد اکبر جان ایک اور واقعہ بیان کرتا ہے کہ کوڑے کاس گاؤں درانی میں نبات نامی ملک صاحب نے ایک بکرا ذبح کیا تھا اتفاقا اسے دن گل آبا صاحبؒ تشریف لے آئے چنانچہ ملک صاحب نے گل آبا صاحبؒ کو کھانے کے دعوت دی لہذا جب گل آبا صاحبؒ کھانے کیلئے بیٹھ گئے تو کھانے کو ھاتھ تک نہیں لگایا اور ملک صاحب سے فرمایا کہ یہ کھانا حرام مال کا ہے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ بکرا چورایا کیا گیا تھا۔ (چنانچہ اولیاء اللہ محفوظ ہوتے ہے)

واقعہ ۳۹:..... فیض رحمان ولد عبدالرحمان سکنہ میاں جی خیل ضلع ہنگو کا بیان ہے کہ ایک دفعہ گل آبا صاحبؒ پشاور کے میاں صاحب کے همراہ گاؤں اُربشی ایک تنازعہ کے فیصلے کیلئے تشریف لائے ہوئے تھے۔ لیکن فیصلہ ایک فریک نے نہیں مانا (ابھی تک وہ فریک خوار و ذلیل ہے) اسی وقت میرے والد صاحب نے گل آبا صاحب سے فرمایا کہ میرا نواسہ فیض رحمان خون سے ڈرتا ہے اور گوشت بھی نہیں کھا سکتا ان کیلئے تعویذ لکھدے گل آبا صاحب نے پشاور کے میاں صاحب سے فرمایا کہ ان کیلئے تعویذ لکھ دے میاں صاحب نے کہا کہ جب

پانی موجود ہوتو تیمّم جائز نہیں (مطلب یہ تھا کہ آپ کے موجودگی میں میرا تعویز لکھنا بے ادبی ہے) لہذا گل آبا صاحب نے میرے والد صاحب سے فرمایا کہ میں فیض رحمان کیلئے تعویذ کرتا ہوں وہ آئندہ کیلئے انشاءاللہ خون سے نہیں ڈریگا اور اتنا گوشت کھائیگا کہ تم ان کیلئے گوشت پورا نہ کرسکوں گے۔ گل آبا صاحب نے تعویذ میرے حوالے کیا فیض رحمان کہتا ہے کہ جس دن سے میں نے وہ تعویذ گلے میں باندھا اسے دن سے میں نے گوشت کھانا شروع کردیا اور کافی گوشت کھاتا ہوں اور اگر ذبحہ میرے سامنے کردیا جائے اور خون پر اگر پاؤں بھی لگاؤ تو مجھے کوئی خوف محسوس نہیں ہوتا حالانکہ اس سے پہلے خون دیکھنے سے مجھے کافی ڈر اور خوف ہوتا تھا یعنی گل آبا صاحب کے تعویذ کے برکت سے میرا یہ مسئلہ اللہ تعالٰی نے حل فرمادیا۔

واقعہ ۴۰:...... جنڈا خیل ولد پہلوان سکنہ بیلزئی کرندی ضلع میانوالی والد صاحب سے واقعہ بیان کرتا ہے کہ میں سات اٹھ ادمیوں کے ہمراہ کرندی سے برائے ملاقات اور دعا لینے کے واسطے کربوغہ شریف چلے گئے نماز عصر ہم نے گل آبا صاحب کے اقتدا میں ادا کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد ہم گل آبا صاحب کے ہمراہ بیٹھ گئے کوئی دعا کیلئے عرض کرتے اور کوئی اولاد کیلئے تعویذ مانگتے کوئی تنازعہ حل کرنے کے واسطے دعا کیلئے درخواست کرتے بالاخر جب میرا نمبر ایا تو میں خاموش ہوگیا کسی نے کہا کہ کچھ عرض کرو کچھ دیر کے بعد میں نے گل آبا صاحب سے فرمایا کہ شام کے روٹی کھانے کے بعد مجھے زیادہ نیند اتی ہے جس کے وجہ نماز عشاء فوت ہوجاتی ہے گل آبا صاحب نے فرمایا کہ اگر میں تجھے اٹھاؤنگا تو پھر تم نماز پڑھوگے میں نے کہا ضرور پڑھونگا لہذا جنڈا خیل کہتا ہے کہ ہم والد صاحب کو دیکھتے کہ مغرب کے روٹی کھانے کے بعد دیر تک سوتے رہتے پھر اچانک اٹھ کر وضوء کر کے نماز عشاء پڑھ کر پھر

سو جاتے تھے میں نے والد صاحب سے اس کے متعلق چند دفعہ دریافت کیا تو وہ بولتے کہ بیٹا مجھے گل آبا صاحب نہیں چھوڑتے مجھے پاؤں کے انگھلیوںؑ سے ہلاتے رہتے ہے حتیٰ کہ میں نماز عشاء کے لیے اٹھ جاتا ہوں اور نماز عشاء ادا کرتا ہوں چنانچہ گل آبا صاحب کے اس کرامت کے وجہ پھر مجھ سے کبھی بھی نماز عشاء فوت نہیں ہوئے۔

ع انگلیوں

تمت

مؤلف کے دیگر تالیفات

☆ ۔۔۔۔الدر المکنون بجواب قرۃ العیون (طبع شدہ)

☆ ۔۔۔۔ورع المصلی فی صلوۃ الاحتیاطی (طبع شدہ)

☆ ۔۔۔۔نفع الاموات بحیلۃ الاسقاط (طبع شدہ)

☆ ۔۔۔۔التحقیق العجب فی تشریح وقت المغرب (طبع شدہ)

☆ ۔۔۔۔نعم تجوز الجمعۃ فی القریٰ الخ (طبع شدہ)

☆ ۔۔۔۔بزرگوں کی بستی وادی کربوغہ شریف (طبع شدہ)

☆ ۔۔۔۔ضرب الجوھری علیٰ عنق الکاذب المفتری (زیر طبع)

☆ ۔۔۔۔السیف المسلول علیٰ من انکر عن قدرۃ اللہ تعالیٰ
وفضیلۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم (زیر طبع)

☆ ۔۔۔۔السھم المصیب فی کبد الخطیب (زیر طبع)

☆ ۔۔۔۔دیگر اہم مسودات ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔